خلفائے مظہری

شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند

شاہ محمد مظہر اللہ

نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمہ

شاہی امام جامع مسجد فتحپوری دہلی

مرتبہ

محمد عبدالستار طاہر

ادارۂ مسعودیہ کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء

خلفائے مظہری

شیخ الاسلام مفتئ اعظم ہند

شاہ محمد مظہر اللہ

نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمہ

شاہی امام جامع مسجد فتحپوری دہلی

مرتبہ

محمد عبد الستار طاہر

ادارۂ مسعودیہ کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ـــــــ خلفاء مظہریؒ

مرتب ـــــــ محمد عبدالستار طاہر

صفحات ـــــــ ۲۴۰

تعداد ـــــــ (۱۱۰۰)

سن اشاعت ـــــــ جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ / اگست ۲۰۰۴ء

کمپوزنگ ـــــــ الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ، لاہور #7225944

مطبع ـــــــ

قیمت ـــــــ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارۂ مسعودیہ: ۲/۶،۵۔ای ناظم آباد، کراچی۔فون 6614747

۲۔ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز۔ضیاء منزل (شوگن مینشن)

محمد بن قاسم روڈ آف ایم اے، جناح روڈ، عیدگاہ کراچی فون نمبر 2633819-2213973

۳۔ فرید بک اسٹال: 38۔اردو بازار، لاہور، فون:042-7224899-7312173

۴۔ ضیاء القرآن: 4۔انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی فون:2630411-2210212

۵۔ مکتبہ غوثیہ: پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، پولیس چوکی محلہ فرقان آباد، کراچی نمبر ۵

فون:4910584-4926110

۶۔ مکتبہ الجامعہ نقشبندیہ بستان العلوم: کڈھالہ (مجاہدہ آباد)، براستہ گجرات، آزاد کشمیر

فہرس

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
١	ابتدائیہ	٦
٢	حیاتِ مفتیٔ اعظم کے ماہ و سال	١٢
٣	**خلفاء کرام:**	٢١
	١ حضرت مولانا حکیم عبدالمجید (م۔١٩٤٣ء) ـــــ اجمیر شریف	٢٣
	٢ حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد مظفر احمد (م۔١٩٧١ء) ـــــ دہلی	٣٤
	٣ فقیہ الملت مفتی محمد مشرف احمد رضوی مظہری (م۔١٩٨١ء) ـــــ دہلی	٤٤
	٤ الحاج حافظ قاری مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ (م۔١٩٧١ء) ـــــ دہلی	٦٠
	٥ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد مظہری ـــــ دہلی	٦٦
	٦ الحاج قاری سید محمد حفیظ الرحمٰن چشتی (م۔١٩٨٤ء) ـــــ بہاولپور	٩٢
	٧ صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر ـــــ حیدرآباد، سندھ	١٠٩
	٨ حضرت مولانا مفتی مقبول الرحمٰن ـــــ سیوہارہ	١٤٤
	٩ مولانا ابوالکمال ضیاء الدین کاظمی شمسی طہرانی ـــــ علی گڑھ	١٤٦
٤	**سفراء کرام:**	١٥٧
	١ حکیم محمد عاقل چشتی مظہری ـــــ دھام پور، بجنور	١٥٩
	٢ صوفی حکیم محمد ذاکر مظہری ـــــ کراچی	١٧٠
	٣ صوفی قاری حافظ سید نواب علی شاہ ـــــ حیدرآباد، سندھ	١٧٧
	٤ قاضی صفدر حسن صدیقی ـــــ لاہور	١٨٠
	٥ مولانا محمد احمد قریشی علیہ الرحمہ ـــــ لاہور	١٨٧
	٦ مولانا سید محمد الیاس زیدی علیہ الرحمہ ـــــ لاہور	٢٠٣

	⑦ مولانا محمد عثمان سیفی ٹونکی ـــــ ٹونک	۲۱۷
	⑧ قاری محمد ادریس ـــــ کراچی	۲۱۷
	⑨ حافظ محمد صالحین علیہ الرحمہ ـــــ کراچی	۲۲۰
	⑩ صوفی فضل احمد مظہری ـــــ کراچی	۲۲۴
	⑪ صوفی محمد یوسف ـــــ کراچی	۲۲۶
	⑫ الحاج صوفی بشیر الدین مظہری ـــــ کراچی	۲۲۸
۵	**کتابیات**	۲۳۰
	● ـــــ کتب	
	● ـــــ رسائل	
	● ـــــ مکتوبات	

انتساب

مجسم اسوۂ رسول اکرم ﷺ

شیخ الاسلام مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ

کی

محبت ونسبت کی خوشبو سے

برصغیر پاک وہند کا قریہ قریہ مہکانے والے

خلفاء وسفراء کے نام

ناشر

ابتدائیہ

شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی دہلوی قدس سرہٗ العزیز خطیب وشاہی امام جامع مسجد فتحپوری، دہلی نے تقریباً نصف صدی تک عوام وخواص کو فیض یاب فرمایا۔ آپ کی ذات جامع کمالات ومجمع الصفات تھی۔ آپ نے اپنے دور کو متاثر کیا اور آنے والے زمانے کو بھی اپنے فیض سے ثمر بار فرمایا —— آپ کی اولاد امجاد اور خلفاء کرام نے آپ کی خوشبو سے مشام کائنات کے ذرّے ذرّے کو معطر ومعنبر کر دیا۔ اور آج جس عہد میں ہم بس رہے ہیں، آپ کے تمام صاحبزادوں کے فضل، علوم وہنر آپ کے نازش اسلاف صاحبزادے حضرت مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ کی ذات عالی صفات میں مرتکز ہیں۔ قبلہ مسعودِ ملت مظہری شان وشوکت کے سبھی پہلوؤں پر محیط ہیں۔ آپ کی ذات بلاشبہ مظہری شان کا مظہر حقیقی ہے۔

ع ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میر ہوئے
سبھی تری زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے حسن اخلاق کے سبھی معترف تھے، اپنے تو تھے ہی اپنے، بدمذہب وغیر مسلم بھی آپ کے حسن اخلاق کے گرویدہ تھے —— آپ کی ذات سب کے لئے یکساں کرم بار تھی —— جن دنوں آپ جامع مسجد فتحپوری میں رونق افروز تھے، مسجد کے ارد گرد غیر مسلموں ہی کے گھر تھے اور مسلمانوں کا اکاذکا ہی گھر ہوگا —— مگر اس اللہ کے بندے میں ایسی بلا کی کشش تھی کہ دل کشاں کشاں کھنچے چلے آتے تھے۔

آپ نے سیرتیں تعمیر کیں، صلاحیتیں اجاگر کیں، خوابیدہ ولولوں کو بیدار کیا، سوئے ہوؤں کو جگایا، بے خبروں کو آگہی سے سرشار کیا، بے خبروں کو خبردار کیا، جاہلوں کو علم کی روشنی دی،

——دل اجلے ہو گئے، پراگندگی چھٹ گئی، ظلمت کافور ہو گئی، اور ہر سو اجالے ہی اجالے ہو گئے!

آپ کی صحبت نے وہ رنگ جمایا کہ ایک بار آپ کی بزم میں جو آجاتا، وہ اسی رونق میں گم ہو جاتا۔

ع وہ آئے بزم میں اتنا تو ہم نے دیکھا

پھر چراغوں میں روشنی نہ رہی

جب اپنا آپ مٹ جائے تو یہی عالم ہوتا ہے، پھر خود کو اپنا آپ نہیں، وہ ہی وہ دکھائی دیتا ہے——اسی گمشدگی میں یافتگی ہے، اسی نایافت میں بازیافت ہے!

○

کچھ ایسے تھے جو تشنہ کام تھے، وہ سیراب ہو گئے، کچھ ایسے تھے جو مس خام تھے، وہ کندن ہو گئے——حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی ذات گویا پارس تھی، جو آپ کے دائرہ اثر میں آجاتا، اسے دوسرے حلقے کی حاجت نہ رہتی——قدرت کی طرف سے آپ کی ذات خلقت کے لیے ایک کسوٹی تھی، ایک معیار تھی، جہاں اللہ جل جلالہٗ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکامات و منہیات مجسم تھے!

آپ کے تربیت یافتگان کی تعداد تو شمار سے باہر ہے، مگر کچھ ایسے بھی تھے جو خصوصی تربیت سے سرفراز ہوئے، اس لئے کہ:

- آنے والے زمانے میں انہیں نیابت کے فرائض انجام دینا تھے۔
- انہیں آنے والے وقت کا بار اٹھانا تھا۔
- انہیں رہبری و رہنمائی کی دشوار گزار مہم سر کرنا تھی۔

لہٰذا ان کی تربیت اسی نہج پر کی گئی——تا کہ

- بعد میں فیض کا دور چلتا رہے،
- طالب بے مراد نہ لوٹ جائیں،
- اہل آرزو آئیں تو ثمر بار جائیں۔

یہ مانا کہ ان میں قرابت دار بھی تھے مگر وقت کی پرکھ نے اس انتخاب کو صائب اور احسن قرار دیا، ان کے علم و فضل، زہد و اتقاء پر کسی کو شبہ نہ تھا—اس انتخاب نے حُسنِ انتخاب کی داد دی۔

•

نیابت و امانت و اجازت و خلافت سے سلسلہ طریقت کا نظام چلانا مقصود تھا—

ان میں ایسے بھی تھے جو فقط سفیر سلسلہ تھے، وہ اماناً بیعت کرتے—بعد میں ان کی ارادت کو شیخ الاسلام علیہ الرحمہ توثیق و تصدیق سے حتمی قرار فرما کر حلقے میں شامل فرما لیتے—یہ اعزازی خلفاء تھے!

کچھ ایسے بھی تھے جو اعزازی نہیں مجازی خلفاء تھے، حقیقت کا پرتو—اس کے قائم مقام—یہاں انہی کا ذکر ہو رہا ہے—ان میں جگر گوشے بھی تھے، جگر خوشے بھی—جگر گوشوں میں:

- حضرت مولانا محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ
- حضرت مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ
- حضرت مولانا محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ

اور جگر خوشوں میں

- ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد مظہری مدظلہ العالی
- قاری حافظ سید محمد حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ
- ابوالخیر صاحبزادہ ڈاکٹر محمد زبیر مدظلہ العالی

شامل ہیں—

ان سب پہ فزوں امتیاز و اعزاز کے مالک تو آپ کے عم محترم اور خالو جان حضرت مولانا حکیم عبدالمجید علیہ الرحمہ تھے، جنہوں نے آپ کی پرورش فرمائی، تربیت فرمائی—اور پھر اپنے اس یتیم بھتیجے (سے اتنی شدید محبت تھی کہ) ان کے خلیفہ ہو گئے، بظاہر بات عجیب سی تھی، لیکن معاملہ صرف محبت کا ہے—وہی محبت جو ابو طالب کو اپنے یتیم بھتیجے آقائے دو جہاں، سرورِ کون و مکاں، سیاحِ لامکاں، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے تھی۔ وہاں تو سماج اور سنیئس نے

کلمہ پڑھنے سے محروم رکھا مگر یہاں خودسپردگی کا یہ عالم کہ کفیل ووکیل ہو کر بھی نیابت کی دستار سجائی۔ اللہ اکبر! ـــــ سیرت نبوی سے یہ مماثلت حیرت انگیز ہے۔ رہی بات حسن مراتب کی، تو مراتب کا تعین تو عم محترم نے خود ہی فرمادیا۔

ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء

●

''حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ العزیز کے خلفاء اور سفراء پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔ مریدین ومعتقدین کی تعداد تو ہزاروں سے متجاوز ہے اور ان کا دائرہ بہت وسیع ہے، چنانچہ پاکستان، بنگال، شمالی ہند، جنوبی ہند، مشرقی ہند اور وسط ہند میں بکثرت مریدین ومعتقدین موجود ہیں۔ جن کی جامع فہرست پیش کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

حضرت قدس سرہٗ العزیز کے خُلفاء وسُفراء کی صحیح تعداد بھی معلوم نہ ہوسکی۔''[۱] جن حضرات کے حالات مل سکے، فہرس میں انہیں پہلے لایا گیا ہے۔ وگرنہ پہلے ہندوستان کے خُلفاء وسُفراء کا نام لایا جاتا تھا اور پھر پاکستان کے خلفاء وسفرا کا، اس لیے کہ ہندوستان والے مرکز انوار سے قریب ہیں، وگرنہ سبھی دل کے قریب ہیں۔

نوٹ:

○ ـــ خُلفاء میں درج ذیل حضرات کے حالات نہیں مل سکے:

☆ مولانا محمد عثمان سیفی ـــــ ٹونک

☆ مولانا عبدالکریم چتوڑی ـــــ چتوڑ

☆ قاری محمد ادریس ـــــ کراچی

○ ـــ سُفراء میں درج ذیل حضرات کے حالات نہیں مل سکے:

☆ صوفی بشیر الدین ـــــ کراچی

☆ مولانا غلام احمد مظہری ـــــ ٹونک

☆ صوفی محمد ابراہیم علیہ الرحمہ ـــــ کراچی

☆ حافظ محمد صالحین علیہ الرحمہ ـــــ کراچی

☆ صوفی فضل احمد ـــــ کراچی

☆ صوفی محمد یوسف ـــــ کراچی

[۱]۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۲۰۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

●

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے بعض ایسے احباب کو اجازت و خلافت سے نوازا، جو ان سے بیعت نہ تھے، مگر آپ نے ان کے علم و فضل اور قدر و منزلت کے پیش نظر انہیں اس اعزاز سے سرفراز کیا ـــــ اس لیے کہ وہ اس بات کے اہل تھے کہ فیضِ رضوی کو پھیلا سکیں۔ ان میں اہل حجاز بھی تھے اور اہل عجم بھی!

بعینہٖ شیخ الاسلام مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ علیہ الرحمہ کے خلفاء میں بعض ایسے بھی ہیں، جو آپ سے بیعت نہیں،

● قاری حافظ سید محمد حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ ـــــ

(یہ بھی اپنے والد گرامی قاری سید محمد عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں۔)

● صاحبزادہ محمد زبیر مدظلہ العالی ـــــ

(آپ بھی اپنے والد ماجد مفتی محمد محمود الوری نقشبندی علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں۔)

اول الذکر دو اصحاب شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے داماد اور آخر الذکر نواسے ہیں، مگر اس قرابت کے ساتھ ساتھ اس منصب کے اہل تھے، اس لیے اس اعزاز سے شرف یاب ہوئے۔

یہ گھر کے افراد تھے، ان کی اثر آفرینی کے سبب فیض مظہری عام ہوا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ خوب پھلا پھولا۔

●

پیرو مرشد حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ نے ''تذکرہ مظہر مسعود'' مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء میں شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے خلفاء کا ذکر فرمایا ہے ـــــ احقر نے جدید انداز پر ذیلی عنوانات قائم کیے اور مزید ممکنہ اضافات کیے، جس سے موضوع کی اہمیت اور افادیت بڑھ گئی ہے ـــــ فی زمانہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے خلفا

کے بارے میں ایک علیحدہ کتاب کی بھی ضرورت تھی، جو آپ کی شخصیت کے حوالے سے خصوصاً اس پہلو پر محیط ہو ـــــ

خلفاء کے ذیل میں احقر درج ذیل کتب مرتب کر چکا ہے:

۱. خلفائے مسعود ملت ـــــ محمد عبد الستار طاہر، زیر طبع

۲. خلفائے اعلیٰ حضرت ـــــ مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء

۳. خلفائے اعلیٰ حضرت ـــــ مصنف علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء

۴. خلفائے مظہری ـــــ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ان تمام کتب کی ترتیب و تدوین کے پس منظر میں فقط محبت اور عقیدت کا جذبہ کارفرما ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ اس جذبے کو سلامتی اور استقامت عطا فرمائے۔ آمین! ـــــ اور اپنے محبوب بندوں کے دامن سے وابستہ رکھے کہ اس وابستگی میں عافیت اور حسن عاقبت ہے۔ اللھم زد فزد!

دامے درمے، قدمے، سخنے تعاون فرمانے والوں کا بہت شکریہ کہ جن کے تعاون سے یہ کاوش منظر عام پر آسکی۔ مولیٰ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ـــــ اور ہم سب کا خاتمہ بالایمان فرمائے۔ اللھم آمین۔ بجاہ سید المرسلین و الحمد للہ رب العالمین!

خاکپائے صاحبدلاں

محمد عبد الستار طاہر عفی عنہ

E-III/A۔ پیر کالونی۔ والٹن

لاہور کینٹ۔ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

۱۶ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ / یکم جون ۱۹۹۹ء

بروز منگل

ماہ وسال ← حیات مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ

نمبر شمار	واقعات	تواریخ
۱	ولادت باسعادت حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ، دہلی	۱۵ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ/ ۲۱ اپریل ۱۸۸۶ء
۲	وصال والد ماجد مفتی محمد سعید علیہ الرحمہ، دہلی	۲۱ شعبان المعظم ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء
۳	وصال والدہ ماجدہ علیہا الرحمہا	تقریباً ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء
۴	وصال جد امجد شاہ محمد مسعود علیہ الرحمہ محدث دہلوی	۱۰ رجب المرجب ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء
۵	بیعت شیخ طریقت حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ مکان شریف (مشرقی پنجاب، بھارت)	۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء
۶	آغاز واہتمام تہجد بعمر ۱۴ سال	۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء تا ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء
۷	حفظ قرآن مجید، تحصیل تجوید وقرات بعمر ۱۵ سال	۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء
۸	علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل سے فراغت	۱۳۲۰ھ/۱۹۰۱ء
۹	اجازت وخلافت سلسلہ نقشبندیہ از شاہ محمد رکن الدین الوری علیہ الرحمہ	مابعد ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء
۱۰	عقد مسنونہ بعمر ۱۹ سال انور جہاں بیگم [۱]	۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء
۱۱	اہلیہ کا وصال پُرملال	۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۱۔ والدۂ ماجدہ مولانا محمد مظفر احمد، مولانا محمد شرف احمد، اختر بیگم (تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۵۴۹)

۱۲	دوسرا عقد مسنونہ نور جہاں بیگم ؎۲	۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء
۱۳	دوسری اہلیہ کا وصال	۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء
۱۴	اشاعت رسالہ ''ارکان دین'' دہلی	۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء
۱۵	اشاعت رسالہ ''مظہر الاخلاق''، دہلی	۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء
۱۶	اشاعت رسالہ ''مظہر العقائد''، دہلی	۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء
۱۷	تیسرا عقد مسنونہ عائشہ بیگم ؎۳	۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء
۱۸	تحریک خلافت میں بحیثیت سیکرٹری شمولیت	۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء
۱۹	تحریک خلافت سے علیحدگی	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۲۰	تالیف ''کشف الحجاب عن مسئلۃ البناء والقباب''	۱۰ رصفر المظفر ۱۳۴۴ھ/ ۳۱ راگست ۱۹۲۵ء
۲۱	جواں سال صاحبزادی خدیجہ بیگم کا انتقال، دہلی	تقریباً ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء
۲۲	اشاعت ''القول الفائق علی الامۃ الفاسق''، دہلی	۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء
۲۳	اشاعت ''تحقیق الحق''، دہلی	۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء
۲۴	خراج عقیدت علامہ محمد حمایت علی میرٹھی علیہ الرحمہ	۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء
۲۵	مایہ ناز فرزند پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی ولادت باسعادت، دہلی	۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء
۲۶	گاندھی کو مہاتما کہنے کے خلاف فتویٰ	۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء
۲۷	ایک قومی نظریہ کی مخالفت اور دو قومی نظریہ کی حمایت	۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء

۲۔ والدہ عائشہ بیگم و فاطمہ بیگم و نانی صاحبہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف، بہاولپور (تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۵۵۰)

۳۔ والدہ ماجدہ مولانا محمد احمد، مولانا منور احمد، مولانا منظور احمد، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ڈاکٹر محمد سعید اور آمنہ بیگم، خدیجہ بیگم، صدیقہ بیگم، امینہ بیگم اور نسیمہ بیگم (تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۵۵۱) ——— (اللہ کے فضل و کرم سے قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے ہاں سات صاحبزادے اور نو صاحبزادیاں تولد ہوئیں)

۲۸	تالیف ''رسالہ در علم توقیت'' —— قلمی	۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء
۲۹	آغاز انعقاد جلسہ عید میلاد النبی ﷺ مسجد فتحپوری، دہلی	ماقبل ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء
۳۰	گستاخانِ رسول کے خلاف فتویٰ کفر	۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء
۳۱	خلیفۂ اعلیٰ حضرت بریلوی صدر الافاضل علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی کا خراجِ عقیدت	۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء
۳۲	اجازت وخلافت سلسلہ عالیہ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ از شاہ محمد رکن الدین الوری علیہ الرحمہ؎	۲۸ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ/ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۶ء
۳۳	وصال حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری نقشبندی مجددی، الور شریف	۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء
۳۴	نواب حیدر آباد میر عثمان خان کی دعوت پر جانے سے انکار	۱۳۵۶ھ/۱۹۳۶ء
۳۵	نوعمر صاحبزادی (سعیدہ بیگم) کا انتقال، دہلی	تقریباً ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء
۳۶	قضیہ پشتہ مسجد جامع فتحپوری، دہلی کی مدافعت وحمایت	ماقبل ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء
۳۷	شیخ عبداللہ شریف المکی کا حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی شان میں عربی قصیدہ	۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء
۳۸	اشاعت ''موجودہ مصائب کا واحد علاج''، دہلی	۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء
۳۹	قائداعظم محمد علی جناح کی دہلی حاضری	۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء
۴۰	اشاعت ترجمہ قرآن کریم، دہلی	۱۳۶۱ھ/۱۹۴۱ء
۴۱	اشاعت حواشی وتفسیر قرآن کریم، دہلی	۱۳۶۱ھ/۱۹۴۱ء
۴۲	اجازت دلائل الخیرات شریف از شیخ المشائخ عبدالسلام قادری علیہ الرحمہ	۲۴ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ/ ۱۱ فروری ۱۹۴۲ء

؎ مفتی صاحب علیہ الرحمہ اور مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ حیدر آبادی کو ایک ہی دن اجازت وخلافت دی گئی —— (بحوالہ ''یادِ محمود'' از فاروق احمد خاں —— مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء)

۴۳	جواں سال صاحبزادے مولانا منور احمد کا وصال، دہلی	۱۹۴۵ء
۴۴	انتقال عم محترم علامہ حکیم عبدالمجید علیہ الرحمہ، اجمیر شریف	۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء
۴۵	ممبر سنی مجلس اوقات، دہلی	۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء
۴۶	حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین	۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء
۴۷	شاہ سعود کی شاہی دعوت مکہ معظمہ میں شرکت سے انکار	۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء
۴۸	جواں سال صاحبزادی (آمنہ بیگم) کا انتقال، دہلی	۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء
۴۹	اشاعت رسالہ ''خزینۃ الخیرات''، دہلی	۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء
۵۰	اعلان تقسیم ہند	۱۳۶۷ھ/۶ر جون ۱۹۴۷ء
۵۱	تیسری اہلیہ عائشہ بیگم کا انتقال	۲۹ر رجب المرجب ۱۳۶۶ھ/ ۱۹ر جون ۱۹۴۷ء
۵۲	تاسیس پاکستان	۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ/ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء
۵۳	آزادئ ہندوستان	۱۳۶۶ھ/۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء
۵۴	دہلی میں قیامت خیز فسادات، مفتی اعظم کی حیرت انگیز استقامت	۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء
۵۵	تقسیم ہند کے بعد جمعۃ المبارک کو ہندوؤں اور سکھوں نے مسجد فتحپوری پر پہلا بم پھینکا اور مسلح افراد نے حملہ کیا	۱۳۶۸ھ/۵ر ستمبر ۱۹۴۷ء
۵۶	صدر جمہوریہ ہند کے انتقال اقتدار کی دعوت میں شرکت سے معذوری، دہلی	۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء
۵۷	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے لیے دینی خدمات کی دعا	۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء

۵۸	دوسرے جواں سال صاحبزادے مولانا منظور احمد	۳؍شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ/
	کا سانحہ ارتحال	۲۱؍مئی ۱۹۵۰ء
۵۹	تالیف رسالہ ”انتفاء الحال فی رویت الہلال“، دہلی	۶؍ذی الحج ۱۳۷۰ھ/
		۸؍ستمبر ۱۹۵۱ء
۶۰	حضرت مسعود ملت کی شاندار ترقیوں کی بشارت	۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء
۶۱	سفیر عوامی جمہوریہ چین کی دعوت میں شرکت سے انکار	۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء
۶۲	اشاعت ”دار الافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ“، دہلی	۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء
۶۳	جامع مسجد آرام باغ، کراچی میں دار العلوم مظہریہ کا قیام	۱۹۵۸ء
۶۴	اشاعت ”فتویٰ رویت ہلال“، دہلی	۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء
۶۵	محمود عباسی کی کتاب ”خلافتِ یزید و معاویہ“ کا ماہنامہ	۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء
	”اذان“، کراچی میں شدید تعاقب	۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء
۶۶	اشاعت ”قصد السبیل“، دہلی	۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء
۶۷	تصنیف و اشاعت ”شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ“ دہلی	۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء
۶۸	حضرت مسعود ملت کیلئے دعائے روح القدس	۲۷؍ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ/
۶۹	پاکستان پہلی بار آمد	۸؍اکتوبر ۱۹۶۱ء
		۵؍جمادی الاول ۱۳۸۱ھ/
۷۰	کراچی میں استقبالیہ اور سپاس نامہ از علامہ محمد عبد الحامد	۱۶؍اکتوبر ۱۹۶۱ء
	بدایونی علیہ الرحمہ اور دیگر علمائے اہل سنت	۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء
۷۱	تاسیس ”بزم ارباب طریقت، پاکستان“، کراچی	
۷۲	حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی شان میں علامہ	۱۳۸۱ھ/۱۶؍اکتوبر ۱۹۶۱ء
	ضیاء القادری بدایونی علیہ الرحمہ کی منقبت	
۷۳	حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی شان میں مولانا	

	عبدالسلام باندوی علیہ الرحمہ کی منقبت	۱۳۸۱ھ/ ۱۶/اکتوبر ۱۹۶۱ء
۷۴	حیدرآباد سندھ، میرپورخاص، بہاولپور، لاہور اور راولپنڈی تشریف آوری	۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء
۷۵	کراچی میں دوبارہ تشریف آوری	۲۰/ربیع الاول ۱۳۸۴ھ/ ۳۰ جولائی ۱۹۶۴ء
۷۶	حیدرآباد میں تشریف آوری	۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء
۷۷	لاہور تشریف آوری پر خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری، صدرالمشائخ مولانا فضل عثمان مجددی اور دیگر علماء ومشائخ کا استقبال	۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء
۷۸	مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی شادی	۲۳/ربیع الاول ۱۳۸۴ھ/ ۲/اگست ۱۹۶۴ء
۷۹	پاک وہند کی جنگ اور پاکستان کی کامیابی کی بشارت	۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء
۸۰	جمعیت العلماء ہند کے خلاف فتویٰ	۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء
۸۱	سنی مجلس اوقاف، دہلی کی طرف سے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد احمد علیہ الرحمہ کے نام امامت کی منتقلی	۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء
۸۲	وصال سے قبل حکیم عبدالحیٔ مرحوم کو اپنے وصال کی اطلاع	۱۳۸۶ھ/ جون ۱۹۶۶ء
۸۳	وصالِ پُرملال	۱۴/شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ/ ۲۸/نومبر ۱۹۶۶ء
۸۴	صحن مسجد جامع فتحپوری، دہلی میں تدفین	۱۵/شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ/ ۲۹/نومبر ۱۹۶۶ء
۸۵	پاک وہند کے اخبارات ورسائل کا خراج عقیدت	۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء

۸۶	آپ کے نام نامی سے منسوب رسالہ "المظہر" کا آغاز ——— بدست صاحبزادہ مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ	۱۳۶۷ھ/۱۹۶۷ء
۸۷	آپ کی یاد میں مدرسہ مظہر العلوم نوریہ، دھامپور، بجنور، کا حکیم محمد عاقل چشتی مظہری کے زیر نگرانی قیام	۱۳۶۸ھ/۱۹۶۸ء
۸۸	اشاعت "مکاتیب مظہری"، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء
۸۹	اشاعت "مواعظ مظہری"، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی	۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
۹۰	اشاعت "فتاویٰ مظہری"، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی	۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
۹۱	آپ کی یاد میں سلسلہ عالیہ مظہریہ مسعودیہ سے متعلق کتب کی اشاعت کیلئے ادارہ مظہر اسلام، لاہور کا قیام	۲۵؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ/ ۱۳؍ستمبر ۱۹۹۳ء
۹۲	ادارہ مظہر اسلام، لاہور کے قیام پر حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد زید لطفہ کا تہنیت نامہ (بنام ملک محمد سعید صاحب مجاہد آبادی، نگران مذکورہ ادارہ)	۳؍ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ/ ۲۱؍ستمبر ۱۹۹۳ء
۹۳	اشاعت مقالہ "شرک و توحید"، ادارہ مظہر اسلام، لاہور	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۴ء
۹۴	اشاعت مقالہ "تحدیث نعمت"، ادارہ مظہر اسلام، لاہور	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء
۹۵	اشاعت مقالہ "تصرفات محمدیہ"، ادارہ مظہر اسلام، لاہور	۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء
۹۶	اشاعت مقالہ "ناموس مصطفیٰ"، ادارہ مظہر اسلام، لاہور	۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء
۹۷	اشاعت مقالہ "فتویٰ عصمت پناہ" (پردہ کا شرعی حکم)۔ ادارہ مظہر اسلام، لاہور	۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء
۹۸	اشاعت مقالہ "میثاق النبیین"، ادارہ مظہر اسلام، لاہور	۱۹ [illegible] ۱۴۱۹ھ/ دسمبر ۱۹۹۸ء
۹۹	اشاعت مقالہ "[illegible]"، ادارہ مظہر اسلام، لاہور	۲۰ [illegible] ۱۹۹۹ء
۱۰۰	"مکاتیب مظہری" جلد اول [illegible] یکجا اشاعت، ادارہ مسعودیہ، کراچی	۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

۱۰۱	''فتاویٰ مظہریہ'' کی مع اضافات ادارہ مسعودیہ، کراچی سے اشاعت	۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء
۱۰۲	رسالہ ''المظہر'' کا ادارہ مسعودیہ، کراچی سے دوبارہ اجراء بفیضان حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد زید لطفہٗ	محرم، صفر ۱۴۲۳ھ/ مارچ اپریل ۲۰۰۲ء (مشترکہ پہلا شمارہ)

محررہ

محمد عبدالستار طاہر

E-III/A۔ پیر کالونی۔ والٹن

لاہور چھاؤنی۔ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

۲۵ ذیقعد ۱۴۱۳ھ/ ۱۷ مئی ۱۹۹۳ء

اضافات

۱۴ محرم ۱۴۲۰ھ/ یکم مئی ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی یشرف اولیاء وتشریف بجذبات الفناء ویکرمہم بتکریم السلوک والبقاء والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد افضل الانبیاء وعلی آلہ وصحابہ خیر الاولیاء ـ امابعد میگوید احقر العباد مسکین محمد رکن الدین نقشبندی مجددی غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ کہ بہ تائید غیبیہ الٰہی وجاذبہ سرمدی اخوی اکرمی مولوی حافظ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب بارک اللہ فی علمہ وعملہ بر دست حق پرست حضرت قبلہ کونین اعلم العلماء واعرف العرفاء وارث دین نبی حضرت سید شاہ صادق علی صاحب سجادہ وسجادہ نشین القطب یگانہ غوث زمانہ سند الاصفیاء امام الاولیاء حضرت شاہ سید امام علی صاحب نقشبندی مجددی ساکن مکان شریف عرف رتر چھتر بنسبت ارادت وعقیدت بست کردہ بیعت کردند بعد یکسال ازین بیعت آن ذات جامع الکمالات ازین جہان فانی بعالم باقی رحلت فرمودند بعد رحلت بوجہ توجہات ازروحانیت آنحضرت مستفیض گشتند وفتنہا وریاضتہا کشیدند ـ الحال ازین فقیر بی بضاعت کہ ادنی زلہ رباے خوان نعمت حضرات این خانوادہ است عزیز گرامی قدر بلطف استدعاء اجازت نامہ کردند فقیر بدل وجان بست ـ آن عزیز را بشان قبول کردہ بعد استخارہ اجازت طریقہ علیہ نقشبندیہ کہ این عاجز را از حضرت سلطان الشریعۃ والطریقت وبرہان الحقیقت والمعرفت شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی رحیم بخش دہلوی الملقب بمسعود شاہ نور اللہ مرقدہ خلیفہ اعظم حضرت سید امام علی شاہ قدس سرہ حاصل است عزیز موصوف را بعد ازان بسبب حضرت قبلہ گاہی مرشدی است دادہ شد ـ واجازت سلسلہ علیہ قادریہ وچشتیہ کہ این حقیر را از حضرت قطب وقت خواجہ ضیاء معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ یکے از اولاد امجاد مشاہیر حضرت امام ربانی غوث صمدانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بودند حاصل است عزیز مولوی محمد مظہر اللہ صاحب را اجازت ہر دو طریقہ ہم دادم تا بیعت تمام مریدان معتقدان بتصرف توجہ خود بوصل وقرب خدائے تعالیٰ رسانند و ازین سلسلہ ثواب عظیم واجر جزیل حاصل کنند ـ اللہ تعالیٰ بتصدق حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم وبہ برکت ارواح پاک بزرگان ہر سہ سلاسل عزیز الوجود مولوی صاحب را از جمیع حوادثات وبلیات مصون ومحفوظ داشتہ برکات وفیوضات ہر سہ سلاسل جاری کردانند ـ بمنہ وکرمہ ـ فقط تحریر بتاریخ بست وہشتم ماہ ربیع الثانی [illegible]

خلافت نامہ حضرت شاہ رکن الدین الوری بنام

حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی

خلفائے مظہری

فہرس خلفاء کرام

۱	حضرت مولانا حکیم عبدالجید (م۔۱۹۴۴ء)۔۔۔۔۔۔۔۔اجمیر شریف
۲	حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد مظفر احمد (م۔۱۹۷۱ء)۔۔۔۔۔۔۔۔دہلی
۳	فقیہہ الملت مفتی محمد مشرف احمد رضوی مظہری (م۔۱۹۸۱ء)۔۔۔۔۔۔۔۔دہلی
۴	الحاج حافظ قاری مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ (م۔۱۹۷۱ء)۔۔۔۔۔۔۔۔دہلی
۵	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد مظہری۔۔۔۔۔۔۔۔دہلی
٦	الحاج قاری سید محمد حفیظ الرحمن چشتی (م۔۱۹۸۴ء)۔۔۔۔۔۔۔۔بہاولپور
۷	حضرت مولانا مفتی مقبول الرحمن۔۔۔۔۔۔۔۔سیوہارہ
۸	مولانا محمد عثمان سیفی ٹونکی۔۔۔۔۔۔۔۔ٹونک
۹	مولانا عبدالکریم چتوڑی۔۔۔۔۔۔۔۔چتوڑ
۱۰	مولانا ابوالکمال ضیاء الدین کاظمی شمسی طہرانی۔۔۔۔۔۔۔۔علی گڑھ
۱۱	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر۔۔۔۔۔۔۔۔حیدرآباد، سندھ
۱۲	قاری محمد ادریس۔۔۔۔۔۔۔۔کراچی

حضرت علامہ مولانا حکیم محمد عبدالمجید اجمیری

شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۶۶ء) کے والدین اور جد امجد فقیہہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) کے یکے بعد وصال کے بعد آپ کے چچا علامہ حکیم محمد عبدالمجید علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء) نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا ——— یہی چچا بعد میں آپ کے خلیفہ ہوئے۔

حضرت مفتی علیہ الرحمہ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل اپنے انہی عم محترم سے فرمائی، جن کا سلسلۂ حدیث متعدد واسطوں سے حضرت شاہ محمد اسحاق علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔[۱]

مولانا حکیم محمد عبدالمجید علیہ الرحمہ نے منکسر المزاج ہونے کے باعث مفتی صاحب کے فارغ التحصیل ہوتے ہی جامع فتحپوری، دہلی کی امامت وخطابت قبلہ مفتی صاحب کے سپرد کردی۔

ابتدائی حالات:

مختلف تذکرہ نگاروں نے ان کا عزت واحترام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مولوی سید احمد نبیرہ شاہ رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اس میں (گلی مردھانی) مولوی عبدالرشید امام فتحپوری و مولوی عبدالمجید صاحب کا مکان ہے۔ دونوں نہایت نیک بخت، خوش اخلاق ذہین و ذکی، تیز طبع ہیں۔ مولوی رحیم بخش (شاہ محمد مسعود محدث دہلوی کا اصل نام) صاحب مرحوم امام مسجد فتحپوری، دہلی کے صاحبزادے ہیں، جو بڑے عالم اور درویش تھے، نقشبندیہ خاندان میں بیعت کرتے تھے، فتویٰ نویسی میں مشہور تھے۔"[۲]

---

[۱] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مظہریہ مشمولہ "مظہر الاخلاق"، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۱

[۲] سید احمد: یادگار دہلی، مطبوعہ مطبع احمدی دہلی، ۱۹۰۵ء، ص: ۱۷۵

حضرت مولانا عبدالمجید علیہ الرحمہ کی صاحبزادی مخدومہ حمیدہ بانو فرماتی ہیں:

''آپ بچپن سے ہی ذہین، نہایت منکسر المزاج، حلیم اور بُردبار تھے، ہر ایک کی بات درگزر کرنے والے اور رحیم تھے، آپ کی ذہانت کی تعریف یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت (شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمہ) جس وقت طالب علموں کو درس دیتے اور کسی سے سوال فرماتے، اس سے پہلے کہ کوئی جواب دے۔ آپ فوراً اس کا حل پیش فرما دیتے——اپنی تعلیم کے زمانے میں کبھی فیل نہیں ہوئے۔ دادا صاحب اکثر فرماتے:

''یہ میرا بیٹا مادری ولی ہے۔''

اور کیوں نہ ہوتے، جن کے والد ولی کامل اور والدہ حضرت غوث پاک کی اولاد سے نہایت دین دار تھیں۔''

آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل حضرت فقیہہ الہند سے فرمائی۔[۱]

فنِ طب میں مہارت:

حضرت مولانا عبدالمجید علیہ الرحمہ متبحر عالم اور فن طب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فن طب میں بانی طبیہ کالج، دہلی حکیم عبدالمجید خاں (والد ماجد حکیم اجمل خاں) کے تلمیذ رشید تھے۔ انہیں سے سند فراغت حاصل کی تھی۔ اس فن میں ایسی مہارت بہم پہنچائی تھی کہ بڑے بڑے ڈاکٹروں کی پیش نہ چلتی تھی۔ درگاہ بازار اجمیر شریف میں مطب بھی فرماتے تھے۔ اس فن میں مہارت کے سلسلے میں آپ کی صاحبزادی فرماتی ہیں:

''آپ اعلیٰ درجہ کے حکیم بھی اور ڈاکٹر بھی تھے۔ دونوں (طریق علاج) میں اتنی مہارت حاصل تھی کہ ڈاکٹر حکیم وغیرہ آپ سے مشورہ لیتے——نباض اتنے کہ آپ نبض دیکھ کر یہاں تک فرما دیتے کہ یہ مریض اگر اتنے روز میں اچھا ہو گیا تو اس کی زندگی ہے ورنہ صحت مشکل ہے۔ آپ جیسے فرماتے ویسا ہی ہوتا۔''

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فقیہہ الہند محمد مسعود شاہ محدث دہلوی، ص ۷۰، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء

حضرت مولانا رکن الدین صاحب علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے:

''صاحبزادہ صاحب مریض کو نسخہ میں وہ دوا لکھتے ہیں جوان کو خدا کی طرف سے الہام ہوتی ہے۔''

یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

''آپ لوگ نہیں جانتے کہ یہ کیا ہیں، مجھ کو ان کی قدر ہے۔''

بلاشبہ اہلِ دل کی حقیقت سے اہلِ دل ہی واقف ہو سکتا ہے، دماغ والوں کو دل والوں کا حال کیا معلوم؟[۱]

آپ نے اس فن کو کسب و معاش کیلئے نہیں بلکہ خدمتِ خلق کیلئے استعمال کیا۔ اس کام کے لیے کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ دن میں یا رات میں جب بھی کوئی مریض آتا، اس پر توجہ فرماتے اور اگر اپنے ساتھ مکان پر لے جانا چاہتا تو حضرت فی الفور یا پیادہ اس کے ساتھ تشریف لے جاتے۔

آپ نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ سائل مستحق بھی ہے یا نہیں، ہر ایک کو اپنے ہی جیسا نیک اور سچا تصور کرتے اور اس کے کہے ہوئے پر یقین فرماتے۔ آپ جو نسخہ تحریر فرماتے وہ معمولی قیمت کی چند ادویہ پر مشتمل ہوتا، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماتا۔

مدرسہ سے ریٹائر ہونے کے بعد حضرت نے گزر معاش کے لیے ایک دواخانہ چلانے کی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی، اور کیسے ہوتی حضرت کو آخرت کی کمائی سے فرصت ہی نہ تھی، یہ کام واقعی ان کے بس کا نہ تھا۔[۲]

درس و تدریس:

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب عرصہ دراز تک مدرسہ معینیہ، درگاہ اجمیر شریف میں درس دیتے رہے۔ اس زمانے میں یہاں کے صدر مدرس مشہور فلسفی اور عالم مولانا معین الدین اجمیری تھے۔ آپ کے حلقۂ درس سے بہت سے علماء تربیت پا کر نکلے ہیں۔[۳]

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، ص ۷۹، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

۲۔ ایضاً: ص ۸۰ ۳۔ ایضاً: ص ۷۹

سندھ کے مذہبی اور سیاسی رہنما علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری آپ کے تلمیذ رشید تھے۔[۱]
مولانا عبدالمجید علیہ الرحمہ (استاد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف) شیخ الحدیث علامہ غلام جیلانی میرٹھی کے استاد تھے۔[۲]

مولانا انور شاہ کشمیری کے تلمیذ رشید مولانا مفتی محمود فرماتے تھے کہ مدرسہ معینیہ میں جس وقت وہ پڑھتے تھے تو حضرت مولانا عبدالمجید علیہ الرحمہ درس دیا کرتے تھے، بہت آہستہ آہستہ نرم لہجے میں۔ مدرسہ کے صدر المدرسین مولانا معین الدین اجمیری نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے مولانا کو برکت کے لیے مدرسہ میں رکھا ہے۔[۳]

حضرت کی تنخواہ جو مدرسے سے ملتی تھی، بہت قلیل تھی اور خاندان کے گزر معاش کے لیے ہرگز کافی نہ تھی۔ مگر واہ رے توکل کیا مجال کہ چہرے سے پریشانی ظاہر ہو۔ پورے سکون کے ساتھ معمولات کی ادائیگی میں لگے رہتے۔ لیکن بایں ہمہ وہ کونسا کام تھا جو آمدنی کی تقلیل کے سبب پورا نہ ہوا ہو۔

ع خدا خود میر سامان است ارباب توکل را[۴]

حسن اخلاق:

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب نے اپنی زندگی بے نیازانہ بسر کی۔ کسی سے کوئی غرض نہ رکھی اور سب کے دوست رہے۔

ع شمع محفل کی طرح سب سے جُدا سب کے رفیق

ہمیشہ بے لوث خدمت کی۔ آجکل کے اکثر علماء اور طلباء کی طرح حرص و آز سے ان کا دامن داغ دار نہ تھا۔ بے غرضانہ بسر کی۔ بڑی نرمی کے ساتھ گفتگو فرماتے، چھوٹا ہو یا بڑا، بات کرتے جاتے اور فرماتے جاتے "آیا خیال شریف میں"۔[۵] گویا یہ آپ کا تکیہ کلام تھا۔

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فقیہہ الہند محمد مسعود شاہ محدث دہلوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء۔ ص ۷۰

۲۔ انوار مظہریہ، ص ۶۱ — ۳۔ تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۸۵

۴۔ تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۸۰ — ۵۔ تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۷۹

آپ کے مزاج میں بے حد نرمی تھی۔ اشتعال انگیز حالات میں بھی ضبط وسکون قابل ستائش تھا۔ ذاتی معاملات پر تو آپ کو غصہ آتا ہی نہ تھا ــــــ البتہ عقائد کے خلاف کوئی صحبت ہوئی اور اشتعال انگیزی بھی ہوئی، اس وقت کسی قدر غصہ فرماتے وہ یہ کہ آواز میں کچھ تیزی ظاہر ہوتی، لیکن اس حالت میں بھی اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات آپ کی زبان مبارک سے کبھی نہ نکلی۔

کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ حضرت نے باوجود تبحر علمی کے کبھی فخر نہیں فرمایا۔ بزرگوں اور عالموں کی ہمیشہ تکریم فرماتے، چھوٹا ہو یا بڑا اسلام کرنے میں پہل کرتے۔ مجلسی زندگی کی طرف رغبت نہ تھی۔[۱]

آپ کے اخلاق کے نمایاں خدوخال آپ کی سادگی، حلم، اولاد کی محبت، شاگردوں کے ساتھ انس وشفقت، کسر نفسی، سائل کی حاجت روائی، مخالفین کے ساتھ نرم برتاؤ، میانہ روی خلوص اور توکل تھے۔[۲]

پروفیسر عبدالرشید صاحب نے آپ کے اخلاق وعادات پر خوب روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"حضرت کے اخلاق وعادات اخلاق نبوی کا نمونہ تھے، حضرت کا مطمع نظر عمر بھر اتباع سنت نبوی رہا۔ آپ کا ظاہر وباطن سوائے پیروی رسول ﷺ کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ کی اولاد کے ساتھ محبت وہ بے پناہ محبت یاد دلاتی تھی جو آقائے دوجہاں ﷺ کو اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے تھی۔ آپ کا شاگردوں کے ساتھ برتاؤ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے تعلقات کی حکایت کرتا تھا۔ غرض کہ ہر ہر قدم پر اتباع سنت، حضرت کے پیش نظر رہا۔"[۳]

---

[۱] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۸۱
[۲] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۸۰
[۳] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۷۹

بیعت و خلافت:

حضرت مولانا عبدالجید علیہ الرحمہ کی صاحبزادی فرماتی ہیں کہ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے بھتیجے حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز سے بیعت تھے، اور آپ سے اجازت بھی حاصل تھی۔ قبلہ مفتی صاحب نے اپنے سامنے دو اشخاص کو مرید کرا کر اجازت کا عملی آغاز فرمادیا تھا۔ مگر چونکہ آپ طبعاً منکسر المزاج واقع ہوئے تھے، اس لیے بعد میں شاذ و نادر ہی بیعت کیا ہو تو کیا ہو۔[۱]

شیخ یونس باڑی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت (شاہ محمد مسعود محدث دہلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس) نے اپنے صاحبزادگان میں صرف حضرت مولانا محمد سعید علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا مفتی احمد سعید علیہ الرحمہ کو ہی خلافت واجازت سے نوازا تھا۔ تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی حکیم عبدالجید محدث علیہ الرحمہ بھی اپنے والد سے بیعت تھے، لیکن ان کو خلافت و اجازت ان کے بھتیجے حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ نے عطا فرمائی۔[۲]

شیخ طریقت سے انسیت و محبت:

شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کو والدین کی رحلت کے بعد آپ ہی نے پالا اور آپ ہی سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل فرمائی مگر بیعت بھی انہی کے دست حق پرست پر ہوئے۔ اس سے قبلہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مقام و مرتبہ اور حضرت علامہ محمد عبدالجید علیہ الرحمہ کی فہم، فراست کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

قبلہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا مولانا عبدالجید علیہ الرحمہ سے دوہرا رشتہ تھا جیسا کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۸۲

۲۔ محمد یونس باڑی، شیخ انوار مظہریہ، ص ۶۱، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۲ء

"حضرت نے اپنے عم محترم اور خالو مولانا عبدالمجید علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۶۴ھ)
اور دہلی کے دیگر معاصرین علماء سے معقولات و منقولات کی تحصیل کی۔"[۱]

آپ کو اپنے بھتیجے اور شیخ طریقت حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے بے پناہ اُنسیت و محبت تھی۔ جب کبھی اجمیر شریف سے دہلی تشریف لاتے تو باوجود اس کے کہ آبائی مکان میں دونوں بھائی حضرت مولانا عبدالرشید صاحب اور مولانا حبیب اللہ صاحب موجود تھے مگر آپ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ہاں ہمیشہ قیام فرماتے اور آپ کی والدہ بھی بے پناہ محبت فرماتے۔[۲]

اپنا ذاتی کتب خانہ جو کہ متعدد نادر روزگار کتب پر مشتمل تھا، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو پیش کر دیا، جیسا کہ آپ کا ایک مکتوب شاہد ہے، آپ لکھتے ہیں:

۷۸۶

مورخہ ۲/اکتوبر ۱۹۴۳ء

میں نے اپنی تمام کتابیں اپنے برادرزادے مولوی مظہر اللہ اور ان کے بچوں پر وقف کر دیں۔ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں ـــــ ان میں جو کتابیں دوسروں کی ہیں، وہ ان کو دے دی جائیں ـــــ چار روپیہ بجلی کے تیل کے ادا کرنے ہیں، وہ کوشش کر کے مالک دکان تک پہنچا دیئے جائیں۔

فقط

عبدالمجید۔"

چند کرامات:

حضرت مولانا عبدالمجید علیہ الرحمہ سے بہت سی کرامات بھی ظہور میں آئیں۔ چند کرامات آپ کی صاحبزادی ممدوحہ نے بیان فرمائی ہیں:

۱۔ حیات مظہری مشمولہ "مکاتیب مظہری" ص ۲۲، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء

۲۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۸۳

۱

ایک مرتبہ کسی مریض کو دیکھنے رات کے ایک بجے تاراگڑھ گئے۔ لے جانے والا واپسی پر گھر تک تو پہنچانے آیا نہیں، راستے میں اندرکوٹ تک چھوڑ کر واپس چلا گیا اور مولانا عبد المجید صاحب تہارات کے وقت قبرستان سے گزر رہے تھے کہ اچانک کسی کی آواز آئی:

"اے اللہ کے بندے! مجھ پر رحم فرماؤ"—

انہوں نے چاروں طرف دیکھا، کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ ہر چند تلاش کیا لیکن کوئی کہنے والا نظر نہ آیا۔ ایک قبر دیکھی کہ اس کے اندر آگ جل رہی ہے، اس کے قریب گئے۔ یہ دیکھ کر پریشان ہوئے۔ اس قبر کے قریب بیٹھ گئے اور اس کی بخشش کے لیے دعا فرمانے لگے اور فرمایا:

"اے مولا میری دعا اس کے حق میں قبول فرما اور اس کو اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے میں بخش دے۔"

جب تک اس کی طرف سے اطمینان نہ ہوا، گھر واپس تشریف نہ لائے۔ اطمینان ہونے پر صبح چار بجے گھر تشریف لائے— والدہ صاحبہ ناراض ہونے لگیں، آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا کہ:

"اگر کسی کو میری ذات سے فائدہ ہو تو کیا حرج ہے؟"

اتنا فرمانے کے بعد اس لیے کہ آپ کی طبیعت نازک اور لطیف تھی، وہاں کے منظر کی تاب نہ لا سکے۔ آپ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ عطر وغیرہ سنگھایا گیا، بڑی دیر کے بعد طبیعت سنبھلی، والدہ صاحبہ نے دریافت کیا تو بتانے سے انکار فرمایا۔ والدہ صاحبہ کے بڑے اصرار کے بعد فرمایا کہ یہ "راز کسی سے نہ کہنا"۔ پھر جو کچھ آپ نے دیکھا تھا سب بتا دیا۔

۲

ایک مرتبہ پھر کسی مریض کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ واپسی میں قبرستان سے ہی گزر رہے تھے۔ دن کا وقت تھا۔ مریض کو دیکھ کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ ایک قبر کو دیکھا کہ اس کے اندر ہزاروں مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں اور سخت بدبو آ رہی ہے۔ وہیں تشریف فرما ہو گئے اور دعا میں مشغول ہو گئے۔ جب وہ مکھیاں ختم ہوئیں تب گھر تشریف لائے۔

۳

آپ کے نواسے محمد احمد کا انتقال ہوا تو اس کی قبر پر روز تشریف لے جاتے، واپسی پر اپنی صاحبزادی کے گھر تشریف لے جاتے۔ ایک روز انہوں نے عرض کیا کہ آپ قبرستان تشریف لے جاتے ہیں، آپ کو تکلیف ہوتی ہے، آپ نے فرمایا کہ:

''تم نہیں جانتیں اس کے پاس جا کر میرا دل خوش ہوتا ہے۔''

اچانک زبان مبارک سے نکل گیا کہ:

''ہم تو اس سے باتیں کر کے آتے ہیں، جب ہم اسکی قبر پر جاتے ہیں تو وہ قبر سے باہر آ کر ہم سے باتیں کرتا ہے۔''

اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔ پھر ہر چند پوچھا کہ کیا باتیں کرتا ہے، مگر آپ نے نہیں بتایا، اور فرمایا:

''نہ معلوم اس وقت کس خیال میں یہ کہہ گیا لیکن یہ بات تم اپنے ہی تک رکھنا۔''

۴

علالت کے زمانے میں دیکھا گیا کہ ہر وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بیٹھ رہا ہے اور اُٹھ رہا ہے۔ پلنگ کی حرکت سے آنے جانے والوں کا اندازہ ہوتا، آنے والوں کا سلام تو سنائی نہ دیتا لیکن جب آپ ان کے سلام کا جواب دیتے تو وہ اہل خانہ سنتے لیکن آنے والے نظر نہ آتے، واللہ اعلم یہ حضرات قوم اجنہ میں سے تھے یا ملائکہ مقربین تھے۔

اس قسم کی اور بہت سی کرامات ظہور میں آئیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی خود ایک زندہ کرامت تھی [1]

علالت و وصال:

وصال سے چند ماہ قبل آپ علیل ہوئے۔ اپنے مرض کی نوعیت اور مدت دونوں کی پیشن گوئی فرما دی تھی لیکن واہ رے اتباع سنت کا نشہ کہ حالت مرض میں بھی اپنے معمولات پر عمل پیرا رہے اور اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ![2]

---

[1] تذکرہ مظہر: ص ۸۴،۸۳

[2] عبدالرشید، پروفیسر: مکتوب محررہ ۳۱ رجولائی ۱۹۶۷ء از کراچی

مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مولانا منور احمد علیہ الرحمہ جو قبلہ مفتی صاحب کے ہونہار صاحبزادے تھے جب ان کا انتقال ہوا اور آپ تعزیت کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں سے واپس آنے کے بعد جو بیمار ہوئے تو پھر نہ اٹھے۔آپ کی صاحبزادی فرماتی ہیں:

"آپ اپنے پوتے کے انتقال میں دہلی تشریف لے گئے، جانے سے پہلے فرمایا:"میاں منور احمد کے بعد ہمارا بھی پیغام ہے، یہ صدمہ بڑا سخت ہے۔"

——— چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب دہلی سے واپس تشریف لائے تو اس کے دو چار روز کے بعد ایک دن آپ عشاء کی نماز کے لیے درگاہ شریف تشریف لے گئے، جاتے وقت آپ کو کوئی مرض یا تکلیف نہ تھی۔واپس آئے تو آپ کو بخار ہو گیا تھا۔آپ نے اپنی نبض دیکھ کر فرمایا کہ:

"مجھ کو بخار دق کا ہوا ہے، اگر یہ بخار اٹھارہ روز میں اتر گیا تو سمجھنا کہ اچھا ہو جاؤں گا ورنہ پھر اچھا نہیں ہو سکتا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ بخار نہیں اترا اور آپ چار مہینے دس دن بیمار رہے۔ ۱۱رشوال ۱۳۶۴ھ/۱۹/۱۹۴۵ء اجمیر شریف میں ۷۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔"[۱]

تارا گڑھ پہاڑ کے دامن میں اندر کوٹ کے قبرستان میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آمین![۲]

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادے:

① مولانا عبدالحمید ② حبیب الرحمٰن ③ عبدالودود

رحمہم اللہ جوانی ہی میں وفات پا گئے۔دو صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔[۳]

۱۔صد سالہ جنتری ۱۹۰۱ء تا ۲۰۰۰ء مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ۲۔تذکرہ مظہر مسعود، ص ۸۵

۳۔تذکرہ مظہر مسعود، ص ۸۵ ۴۔۱۹۶۹ء کی بات ہے جب "تذکرہ مظہر مسعود" شائع ہوا ——— طاہر

ہنگامہ ۱۹۴۷ء کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ اور سب اہل وعیال ہجرت کر کے پاکستان آ گئے تھے اور حیدر آباد سندھ میں مقیم ہو گئے تھے —— چھوٹی صاحبزادی حیدر آباد میں مقیم ہیں اور بڑی صاحبزادی جام شورو میں مقیم ہیں —— اللہ تعالیٰ ان کا مبارک سایہ قائم رکھے، آمین! دونوں شفقت و ہمدردی کا پیکر ہیں —— چھوٹی صاحبزادی کی اولاد میں چار لڑکیاں اور ایک لڑکا (عزیزم عبدالباقی سلمہٗ) اور بڑی صاحبزادی کی اولاد میں ایک لڑکا (عزیزم مکرم حسین سلمہٗ) اور ایک لڑکی بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں —— حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ بھی جام شورو میں مقیم تھیں۔ جون ۱۹۶۴ء میں انتقال فرمایا۔[1]

[1] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۸۵

فقیہہ عصر حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ

(۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء ـــــ ۱۷رشوال ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

ولادت:

حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد ابن شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ تقریباً ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔[۱]

تحصیل علم:

قاری فضل الدین مدرس مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری، دہلی سے قرآن مجید حفظ کیا اور علم تجوید و قرأت حاصل کیا۔ ماہ رمضان المبارک میں مسجد فتحپوری میں سالہا سال قرآن پاک سنایا۔ علوم دینیہ کی ابتدائی تعلیم والد ماجد مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) سے حاصل کی ـــــ اس کے بعد تقریباً ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء میں مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری، دہلی میں چوتھے درجے میں داخل ہوئے اور آٹھویں درجے تک (جو درجۂ تکمیل تھا) تعلیم حاصل کی۔ ۵رذوالحجہ ۱۳۵۱ھ/یکم اپریل ۱۹۳۳ء کو فارغ التحصیل ہوئے اور سندِ فراغت حاصل کی۔[۲]

فن طب:

علوم عقلیہ و نقلیہ میں سند فراغت اور دستار فضیلت کے بعد علم طب کی طرف متوجہ ہوئے اور حکیم جمیل الدین (استاذ حکیم اجمل خاں) سے "شرح موجز"، "شرح اسباب" اور "حمیات القانون" پڑھیں اور جمادی الآخر ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کو سند حاصل کی۔

اس کے بعد کچھ عرصہ حکیم محمد ظفر خاں (برادر کلاں حکیم محمد اجمل خاں) کے مطب میں عملی تجربہ کیا۔[۳] اور اس میں مرتبہ کمال پر پہنچے۔ بہت سے آزمودہ نسخے آپ نے تیار کر کے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ جب کوئی پریشان حال آتا تو آپ نسخہ بھی لکھ دیا کرتے تھے اور

---

[۱] تا [۳] محمد عبد الحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۵۲۲

اپنے پاس سے بھی بعض دوائیں دیا کرتے تھے۔[۱]

شادی:

علوم عقلیہ ونقلیہ اور طب کی تحصیل کے بعد شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خانوادہ میں آپ کا عقد مسنون ہو گیا۔[۲]

امامت:

جامع مسجد فتحپوری، دہلی کی امامت آپ کے جد امجد حضرت خواجہ شاہ محمد مسعود محدث اعظم دہلی علیہ الرحمہ کے دور سے چلی آ رہی تھی۔ جبکہ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمہ کو ان کے سسرال سے ملی تھی، جن کے یہاں شاہانِ مغلیہ کے دور سے یہ منصب چلا آ رہا تھا۔ پھر یہ منصب حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کو ملا اور ان کے دور میں حضرت مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ پندرہ سال کی عمر سے اس مسجد میں نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔[۳]

حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زیدلطفہٗ نے لکھا ہے:

"حضرت مفتی صاحب تقریباً ۲۶ سال مسجد جامع فتحپوری میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔"[۴]

جلوس عید میلادالنبی کی قیادت:

۱۹۳۲ء کی بات ہے کہ مولانا ناصر جلالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پیش کی کہ عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر جلوس نکالا جائے۔ حضرت علیہ الرحمہ اور حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تائید فرمادی۔ پھر کیا تھا بڑے اہتمام سے بارہ ربیع الاول کو فتح پوری سے ایک شاندار جلوس نکلتا جس کی قیادت حضرت علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ حافظ قاری مفتی مظفر احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے

---

[۱] محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۵۲۲

[۲] ڈاکٹر محمد زبیر، صاحبزادہ: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء، ص ۵۸

[۳] ڈاکٹر محمد زبیر، صاحبزادہ: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء، ص ۵۸/۵۹

[۴] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۳۶۹

اپنے پاس سے بھی بعض دوائیں دیا کرتے تھے۔[۱]

شادی:

علوم عقلیہ ونقلیہ اور طب کی تحصیل کے بعد شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خانوادہ میں آپ کا عقد مسنون ہوگیا۔[۲]

امامت:

جامع مسجد فتحپوری، دہلی کی امامت آپ کے جد امجد حضرت خواجہ شاہ محمد مسعود محدث اعظم دہلی علیہ الرحمہ کے دور سے چلی آرہی تھی۔ جبکہ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمہ کو ان کے سسرال سے ملی تھی، جن کے یہاں شاہانِ مغلیہ کے دور سے یہ منصب چلا آرہا تھا۔ پھر یہ منصب حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کو ملا اور ان کے دور میں حضرت مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ پندرہ سال کی عمر سے اس مسجد میں نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔[۳]

حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید لطفہٗ نے لکھا ہے:

''حضرت مفتی صاحب تقریباً ۲۶ سال مسجد جامع فتحپوری میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔''[۴]

جلوس عید میلاد النبی کی قیادت:

۱۹۳۲ء کی بات ہے کہ مولانا ناصر جلالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پیش کی کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پر جلوس نکالا جائے۔ حضرت علیہ الرحمہ اور حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تائید فرمادی۔ پھر کیا تھا بڑے اہتمام سے بارہ ربیع الاول کو فتح پوری سے ایک شاندار جلوس نکلا جس کی قیادت حضرت علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ حافظ قاری مفتی مظفر احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے

۱۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۵۲۲

۲۔ ڈاکٹر محمد زبیر، صاحبزادہ: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء، ص ۵۸

۳۔ ڈاکٹر محمد زبیر، صاحبزادہ: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء، ص ۵۸/۵۹

۴۔ مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۳۶۹

تھے، اگرچہ حضرت علیہ الرحمہ نے کبھی بہ نفس نفیس کسی بھی جلوس میں شرکت نہیں فرمائی۔[1]

خطابت:

پاکستان آنے سے پہلے تک حضرت علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی حافظ قاری محمد مظفر احمد شاہ صاحب نائب مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی پُراثر تقریر فرماتے تھے۔[2]

درس قرآن و تبلیغ وارشاد:

امامت وفتویٰ نویسی کے علاوہ آپ ایک عرصہ مسجد فتحپوری میں بعد نماز جمعہ درس قرآن بھی دیتے رہے۔ جس سے بے شمار لوگ مستفیض ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ نے تبلیغ وارشاد کا کام بھی جاری رکھا اور ہزاروں ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو مشرف با اسلام فرمایا۔[3]

شیخ یونس باڑی نے لکھا ہے کہ:

"آپ واعظ خوش بیان تھے۔"[4]

فتویٰ نویسی:

جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہو گئے تو فتویٰ نویسی کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کر دی گئی۔ آپ نے دارالافتاء فتح پوری میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کے زیر تربیت فن فتویٰ نویسی میں کمال حاصل کیا۔[5]

چنانچہ تقریباً ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء سے ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء تک برابر ۳۹ سال تک یہ فرائض کمال خوبی سے انجام دیتے رہے۔[6] کراچی میں اپنے دور کے مفتی اعظم شمار ہوتے تھے۔[7]

۱۔ انوار مظہریہ، ص ۳۷۵ ۲۔ انوار مظہریہ، ص ۳۷۴

۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۳۶۸

۴۔ محمد یونس باڑی، شیخ: انوار مظہریہ، ص ۱۱۱، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۱ء

۵۔ محمد یونس باڑی، شیخ: انوار مظہریہ، ص ۱۱۱، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۱ء

۶۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۵۲۲

۷۔ انوار مظہریہ ص ۳۷۵

حضرت مفتی صاحب کو فقہی مسائل پر پورا پورا عبور حاصل تھا۔۔۔۔۔ ۱۹۴۷ء میں چونکہ دہلی کی زمین مسلمانوں کیلئے تنگ ہو گئی تھی اس لیے آپ نے بھی مجبوراً پاکستان ہجرت فرمائی اور کراچی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں بیس سال فتویٰ نویسی، قضاۃ، طبابت اور تعویذات وعملیات وغیرہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ پاکستان کے ان چنیدہ اور متبحر علماء وفقہاء میں ہیں، فقہی مسائل پر جن کی مہارت مسلّم ہے۔

آپ نے بکثرت فتوے تحریر فرمائے، اگر جمع کئے جائیں تو کئی ضخیم مجلدات تیار ہو سکتی ہیں۔[1]

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اس میدان میں بھی آپ اپنے آباؤ اجداد کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ آپ کے فتوؤں کو دیکھ کر آپ کی فقاہت، جزئیات پر آپ کی دسترس، عقلی اور نقلی دلائل پر آپ کے عبور کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ علامہ عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو بس مفتی مظفر احمد صاحب کے فتوؤں پر بھروسہ ہے۔[2]

آپ کی اولاد امجاد کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے اور جدوجہد کر کے اس علمی سرمایہ کو جمع کیا جائے اور مجموعہ فتاویٰ مرتب کر کے شائع کرنا چاہیے۔ یہ اُن کا علمی ورثہ ہے۔

بیعت و خلافت:

آپ نے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی کمال حاصل کیا اور

● ۔۔۔۔۔ حضرت مولانا شاہ رکن الدین الوری قدس سرہٗ العزیز (م۔ ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) خلیفہ حضرت مفتی شاہ محمد مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ (م۔ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) کے دست مبارک پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت سے مشرف ہوئے اور شیخ طریقت کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔[3]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۳۶۹

[2] ڈاکٹر محمد زبیر، صاحبزادہ: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء، ص ۵۹

[3] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۳۶۹۔ تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۵۲۳

● ——— آپ کے والد ماجد مفتی شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرۂ العزیز نے بھی سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت واجازت سے نوازا۔[1]

● ——— پاکستان تشریف لائے تو آپ کے مرشدزادے، سندھ کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔[2]

● ——— ۶۸ ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء میں حضرت ضیاء معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے آغا جان حضرت خواجہ پیر غلام محمد مجددی علیہ الرحمہ جو ٹلیر میں رہائش پذیر تھے، ان سے بھی آپ کو چاروں سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔[3]

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ حدیث مصافحہ سے بھی مشرف ہو گئے تھے۔ جس جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کی اور حدیث حاصل کی۔ اس نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرۂ العزیز سے مصافحہ کیا اور حدیث سنائی۔

حضرت پیر صاحب علیہ الرحمہ نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو طلب کیا اور مصافحہ فرمایا، حدیث مذکور سنائی اور مبارک باد دی۔ یوں دو واسطوں سے حضرت مفتی مظفر احمد علیہ الرحمہ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصافحہ کی سعادت نصیب ہوگئی۔[4]

سیاسی و دینی خدمات:

دہلی سے ہجرت کر کے جب آپ کراچی تشریف لائے تو یہاں سب سے پہلے آپ نے کھوڑی گارڈن کی ایک چھوٹی سی مسجد سے خطابت کا آغاز فرمایا۔ اس کے بعد جامع مسجد آرام باغ میں آپ نے امامت فرمائی۔

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۳۶۹

[2] ڈاکٹر محمد زبیر، صاحبزادہ: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء، ص ۵۹

[3] ڈاکٹر محمد زبیر، صاحبزادہ: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء، ص ۵۹

[4] محمد یونس بازی، شیخ: انوار مظہریہ، ص ۱۱۲، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۲ء

اس کے بعد عیدگاہ میدان میں بھی برسوں آپ آنریری خطیب کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔

''جمعیت اہل سنت'' کے نام سے آپ نے ایک تنظیم بنائی اور اس کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا۔ اس وقت کے مقتدر علماء مولانا مفتی غلام محی الدین، صدر الافاضل کے بھتیجے مولانا ضیاء الدین سہروردی، مفتی غلام قادر کشمیری وغیرہ کے ساتھ مل کر اس پلیٹ فارم سے دینی، ملی اور سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا۔ اور مسلک حقہ اور دین متین کی ترویج واشاعت کیلئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

ختم نبوت کی تحریک میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حتیٰ کہ مفتی محمد عمر نعیمی اور مولانا عبدالحامد بدایونی وغیرہ کے ساتھ آپ گرفتار ہوئے اور سنٹرل جیل، کراچی میں ایک ساتھ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔[۱]

علالت و وصال:

آخر عمر میں عارضۂ قلب لاحق ہوگیا۔ ۱۷ رشوال ۱۳۹۱ھ/ ۶ رو سمبر ۱۹۷۱ء کو پاک بھارت جنگ کے دوران نماز تہجد پڑھ کر مسند پر لیٹ گئے۔ تسبیح ہاتھ میں تھی اور پڑھتے پڑھتے جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی علیہ الرحمہ نے تاریخ وفات کہی جس کا تاریخی شعر یہ ہے:

شرافت زسالِ وصالش بگفت

ولی ولایت بخلدِ بریں

۱۳۹۱ھ[۲]

حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کو پاپوش نگر (ناظم آباد، کراچی) کے قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔[۳]

۱۔ ڈاکٹر محمد زبیر، صاحبزادہ: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء، ص ۹۳

۲۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۵۲۳، ۵۲۲

۳۔ سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، ص ۶۵

تصانیف:

آپ کی تصانیف میں سے چند رسائل یہ ہیں:

❶ الدعاء للمجاہد لغیر المجاہد ❷ المجاہد

❸ عقائد و اعمال ❹ شمشیر صداقت

❺ ۴۰ سال پر محیط بے شمار منتشر فتاویٰ

۱۹۳۶ء سے قبل "المرشد" وغیرہ رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔[۱]

اولاد امجاد:

حضرت مفتی صاحب کے ہاں تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔ ایک صاحبزادی عالم جوانی میں انتقال کر گئیں ——— صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

● ——— محمد ظفر احمد، سب سے بڑے صاحبزادے ہیں، حافظ قرآن اور قاری ہیں۔ علم تجوید اور فن قرأت میں خاص کمال حاصل کیا ہے۔ آواز میں بڑا سوز و گداز ہے۔ ان خوبیوں کے ساتھ علوم جدیدہ سے بھی واقف ہیں اور بی۔ کام کیا ہے۔ جدید عربی سے بھی واقف ہیں۔ مطالعہ جاری ہے۔ مولیٰ تعالیٰ عزیز موصوف کے علم و عمر میں برکت و ترقی عطا فرمائے۔ آمین![۲]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کے ساتھ پورے قرآن حکیم کی انہوں نے تلاوت فرمائی جو کیسٹوں میں مارکیٹ میں آچکا ہے ——— مولانا حمزہ علی قادری نے نہایت ہی رواں ترجمہ پڑھا ہے۔[۳]

● ——— دوسرے صاحبزادے عزیزم محمد اظہر احمد صاحب ظفر صاحب سے ایک سال چھوٹے ہیں۔ یہ بھی ماشاء اللہ حافظ قرآن ہیں۔ بڑے ذہین و فطین ہیں۔ انہوں نے بھی بی۔ کام کیا ہے۔[۴] آجکل کراچی میں ہی تجارت کر رہے ہیں۔[۵]

۱۔ تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۵۲۳ ۲۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۷۱

۳۔ محمد عبدالستار طاہر، صوفی: تخصصات مسعود ملت، مطبوعہ لاہور جون ۱۹۹۴ء، ص ۱۸

۴۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۷۱ ۵۔ سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، ص ۲۵

● —— تیسرے صاحبزادے مولوی محمد نذر احمد انگریزی علوم کے ساتھ ساتھ جامعہ طبیہ، کراچی سے فن طب کی تحصیل کر چکے ہیں۔ جدید فارسی پر کافی عبور ہے[1]۔ فن طب میں بڑا کمال رکھتے ہیں۔ نبض شناس اور تجویز و تشخیص میں اسلاف کی یادگار ہیں۔[2]

صاحبزادیوں میں زبیدہ بیگم (زوجہ محی الدین فاطمی) عبیدہ بیگم (زوجہ مکرم احمد کلیمی)، وحیدہ بیگم مرحومہ، سالمہ بیگم اور عالمہ بیگم تولد ہوئیں (یہ سب کراچی میں مقیم ہیں)۔[3]

نمونۂ تحریر:

①

علم غیب کی دو قسمیں ہیں: ایک علم غیب ذاتی، دوسرا علم غیب عطائی۔

○ —— علم غیب ذاتی وہ ہے جو بغیر کسی کے بتائے خود اپنے آپ حاصل ہو۔ یہ سوائے خدائے قدوس کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یعنی اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمینوں کا علم غیب)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عندهٗ علم الساعة ینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذاتکسب غدا وماتدری نفس بای ارض تموت ط ان اللّٰه علیم خبیر ۵

"تحقیق اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، اور اتارتا ہے بارش کو اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے —— کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کونسی زمین میں مرے گا (یعنی کہاں مرے گا)۔ بے شک اللہ جانتا ہے (ہر ایک کو) اور ہر ایک کی خبر رکھنے والا ہے۔"

1۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۷۱

2۔ سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، ص ۶۵

3۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۵۴۹

○ ——— دوسری قسم علم غیب عطائی وہ ہے جو باعلام اللہ مخلوق کو بھی حاصل ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً ط

یعنی "اے محبوب! تم کو وہ چیزیں سکھائیں جن کو تم نہیں جانتے تھے، اللہ کا کتنا بڑا فضل تم پر ہے۔"[۱]

(۲)

قولہ تعالیٰ: یاایھاالنبی حرض المومنین علی القتال ۰ الآیۃ (پ۱۰)

"اے نبی (ﷺ) مسلمانوں کو لڑائی کا شوق دلاؤ۔"

اگر تم میں سے بیس مرد صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ سو پر غالب ہوں گے اور جو تم میں سے سو ہوں گے تو وہ ایک ہزار کفار پر غالب آئیں گے۔ یہ اس لیے کہ وہ کفار (یہ نہیں جانتے کہ مسلمانوں کا حمایتی اور مددگار اللہ ہے مگر کفار کا حمایتی اللہ نہیں) ہے۔ قولہ تعالیٰ:

ذلک بان اللہ مولی الذین امنوا وان الکافرین لامولیٰ لھم۔ (پ۲۶)

"بے شک اللہ ایمان والوں کا حمایتی و مددگار ہے اور کفار کا اللہ مددگار نہیں۔"

قولہ تعالیٰ: قاتلوا ھم یعذبھم اللہ بایدیھم ۔الآیۃ

"لڑو کفار سے (ہم تو یہ چاہتے ہیں) تاکہ تمہارے ہاتھوں اللہ ان پر عذاب کرے اور ان کو ذلیل ورسوا کرے اور ان پر تم کو غالب کردے اور مومنین کے قلبوں کو ٹھنڈا کردے اور ان کے دل کی جلن نکالے۔ جس کی چاہتا ہے توبہ قبول کرتا ہے اور وہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔"[۲]

○

جہاد وہ عظیم الشان شے ہے جس میں بندہ اپنی راحت و آرام، مال و اسباب یہاں تک کہ اپنی محبوب ترین جان قربان کردیتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی صرف رضامندی و

۱۔ ماہنامہ المرشد، دہلی جلد ۲، شمارہ ۴/۵۔ ماہ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ۔ ص ۱۷، ۱۸

۲۔ رسالہ "الجہاد" مولفہ حضرت مفتی صاحب، مطبوعہ مشہور آفسٹ پریس، کراچی، ص ۸

خوشنودی ہی منظور ہوتی ہے۔ وہ مالکِ کل اس قربانی کا عمدہ صلہ جنت اور اپنی خوشی و رضا عطا فرماتا ہے ——— لیکن اس سے زیادہ مہتمم بالشان چیز یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو ہمیشہ معصیات سے بچائے اور اطاعتِ الٰہی پر گامزن رہے۔ اسی بنا پر نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے جہاد سے لوٹتے وقت فرمایا:

رجعنا من الجهاد الاصغر الٰی جهاد الاکبر

''ہم لوٹ آئے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف۔''[1]

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

[1] رسالہ ''الجہاد''، ص ۱۱

فقیہ الملت مفتی محمد مشرف احمد رضوی مظہری علیہ الرحمہ

(م۔۱۴؍محرم ۱۴۰۲ھ/۱۲؍نومبر ۱۹۸۱ء)

ولادت اور تعلیم:

حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ ابن مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز (م۔۱۹۶۶ء) دہلی میں پیدا ہوئے ـــــ حفظ قرآن اور تجوید و قرأت کی تکمیل کے بعد ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں مدرسہ عالیہ مسجد جامع فتحپوری، دہلی سے علوم عقلیہ ونقلیہ میں سند تکمیل حاصل کی۔[1]

تدریس و خطابت:

قصبہ نوح میں گورنمنٹ ہائی اسکول میں استاد دینیات مقرر ہو گئے ـــــ چند سال یہاں گزار کر پھر دہلی تشریف لے آئے اور یہاں مسجد شیخاں، باڑہ ہندو راؤ میں خطیب مقرر ہوئے۔ سالہا سال فرائض خطابت اور امامت انجام دیتے رہے، ان کا لہجہ بہت دھیما اور تقریر فاضلانہ ہوتی تھی۔[2] اس کے علاوہ مطب بھی فرماتے تھے۔[3]

مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ فن قرأت، حفظ قران کریم، علوم عربیہ، بالتخصیص فقہ اسلامی پر کمال رکھتے تھے اور اپنی مثال آپ تھے۔ تقریباً تیس سال فتویٰ تحریر فرماتے رہے، جو نہایت فاضلانہ اور تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہوتے تھے۔

فتاویٰ نویسی:

آپ نے دار الافتاء فتح پوری میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کے زیر تربیت فن فتویٰ نویسی میں کمال حاصل کیا ـــــ پھر نائب مفتی

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۷۲ ۲۔ انوار مظہریہ، ص ۳۷۴

۳۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۷۲

اعظم کا منصب سنبھالا۔

حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد دارالافتاء کی مکمل ذمہ داری مولانا مفتی محمد مشرف احمد نے سنبھالی، اور مفتی اعظم کے منصب پر سرفراز رہے اور ساری عمر دین کی خدمت میں گزاری، فتاویٰ لکھتے رہے۔[1]

مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ فن قرأت، حفظ قرآن کریم، علوم عربیہ، بالتخصیص فقہ اسلامی پر کمال رکھتے تھے اور اپنی مثال آپ تھے۔ تقریباً تیس سال فتویٰ تحریر فرماتے رہے جو نہایت فاضلانہ اور تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہوتے تھے۔

تصنیف و تالیف:

فتاویٰ کے علاوہ مختلف علمی رسائل میں مضامین بھی تحریر فرماتے رہتے تھے۔ مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ کی علمی و فقہی اور مذہبی نگارشات کو جمع کیا جائے تو کئی ضخیم مجلدات تیار ہو سکتی ہیں۔☆

آپ نے تقریباً بیس سال تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی نگارشات کے مطالعہ سے زبان دانی اور بے پناہ قوت اظہار کے ساتھ ساتھ تبحر علمی اور تحقیقی شان کا اندازہ ہوتا ہے۔[2]

فن خطابت:

مسجد شیخاں، باڑہ ہندوراؤ، دہلی میں سالہا سال خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ کو تقریر کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ طبیعت نکتہ رس پائی تھی۔ کئی کئی گھنٹے فاضلانہ اور عالمانہ تقریر فرماتے۔ تبلیغ و ارشاد کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ آپ کے دست حق پرست پر بہت سے غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔[3]

بیعت و خلافت:

مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا رکن الدین علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۳۶ء) سے بیعت تھے۔

۱۔ محمد یونس باڑی، شیخ: انوار مظہریہ، ص ۱۱۱، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۱ء

☆ آپ کے ورثاء کو اس طرف متوجہ ہو کر اس علمی سرمائے کو ضیاع سے بچانا چاہیے۔

۲۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۴۷ ۳۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۴۷

خلافت واجازت دو بزرگوں سے حاصل تھی:

☆ — شیخ الاسلام علامہ مولانا مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔ [1]

☆ — مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمہ سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔ [2]

آپ کے مریدین ومعتقدین بکثرت ہیں۔

بارگاہ مرشد کا ادب:

احقر نے دیکھا کہ حضرت علیہ الرحمہ کے دوسرے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ الحاج حافظ قاری حکیم مفتی محمد مشرف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جن کے بچے ماشاء اللہ جوان تھے۔ ہندوستان میں اس دور میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ نائب مفتی اعظم تھے۔ طریقت میں دو بزرگوں سے مجاز تھے، صاحب ارشاد تھے اوران کے مرید بھی تھے ——— جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بڑے ادب سے سلام کر کے دوزانو بیٹھتے، حاضرین کے درمیان اس انداز سے جیسے کوئی عام آدمی ہو ——— جب حضرت علیہ الرحمہ کی نگاہ پڑتی اوراشارہ ملتا تو بات کرتے ——— اگر کسی وقت حضرت علیہ الرحمہ کھڑے ہوں تو دست بستہ سر جھکائے کھڑے رہتے۔ چلتے تو پیچھے پیچھے بولتے تو آہستہ سے ——— اگر یہ کہنا ہو کہ: ''آپ سے'' تو فرماتے: ''حضرت سے'' ——— گویا وہ بیٹے نہیں بلکہ وفادار مرید یا تابعدار خادم ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کی طرف پیٹھ نہ کرتے تھے، اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹتے تھے۔ [3]

فن طب میں مہارت:

علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے ساتھ ساتھ فن طب میں سند حاصل کی اوراس فن میں مہارت تامہ حاصل کی ——— آپ کے مطب سے بے شمار مریض فیض یاب ہوتے تھے۔

---

[1] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۷۴

[2] محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: مفتی اعظم اوران کے خلفاء، مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۰ء، ص ۵۸۰

[3] انوار مظہریہ، ص: ۱۶۸

طبیعت بے نیازانہ اور فقیرانہ پائی تھی۔علاج پُر تاثیر تھا۔[۱]

۱۹۳۲ء میں تحصیل علم کے دوران فن طب میں سند حاصل کی اور مہارت تامہ پیدا کی۔[۲]

یونس باڑی صاحب رقم طراز ہیں کہ آپ نے مستند طبیب کے طور پر لاکھوں بندگانِ خدا کو فیض یاب کیا۔راقم الحروف نے دہلی میں حکیم مفتی مشرف احمد کے مطلب میں کئی سال حاضری دی ہے ـــــــ ہر اتوار کی چھٹی میں احقر قبرستان شیدی پورہ اپنی والدہ ماجدہ (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے) کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے جاتا تھا۔واپسی پر باڑہ ہندوراؤ سے گزرتا اور حضرت مفتی صاحب کے مطلب میں حاضر ہو جاتا تھا۔انہیں بات کرنے کی فرصت نہ ہوتی تھی۔سلام وخیر وعافیت پر غنیمت ہوتی۔تقریباً ایک گھنٹہ حاضری رہتی۔

وہ اشراق کی نماز پڑھ کر مطلب شروع کرتے تھے اور ظہر کی اذان تک فرصت نہ ملتی تھی۔بعض عجائبات دیکھنے میں آئے۔نبض پر ہاتھ رکھا اور وہ سب کچھ بتا دیا کہ مریض خود حیران رہ جاتا۔نہ ان کا کوئی دواخانہ تھا نہ فیس لیتے تھے۔خالصاً اللہ کی رضا کے لیے صرف نسخہ لکھ کر دیتے تھے۔احقر کا خیال ہے کہ ان کی تشخیص وتجویز میں روحانیت غالب تھی۔ایک بار احقر کے دریافت کرنے پر فرمایا:

''فقیر کے ہاتھ میں نبض ہوتی ہے۔بتانے والا خود بتاتا ہے۔نسخہ لکھنے میں محض قلم میرے ہاتھ میں ہوتا ہے۔دوا وہی بتاتا ہے،وہی شفا عطا فرماتا ہے۔جو لکھوادے،حکیم وہ ہے،شافی وہ ہے،اسی سے امید رکھو۔[۳]

تعویذات وعملیات:

تعویذات وعملیات میں بھی کمال حاصل تھا[۴] ـــــــ عصر سے مغرب تک تعویذات عطا فرماتے۔روحانی علاج کرتے،اس کے لیے خود کچھ نہ لیتے۔البتہ یہ پابندی لگاتے کہ

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود،ص ۳۴۷

۲۔ محمد مسعود احمد،پروفیسر ڈاکٹر:تذکرہ مظہر مسعود،ص ۳۴۷

۳۔ محمد یونس باڑی،شیخ:انوار مظہریہ،ص ۱۱۱،مطبوعہ کراچی ۲۰۰۱ء

۴۔ تذکرہ مظہر مسعود،ص ۳۴۷

دو یا چار نمازیوں کو کھانا کھلانا یا کسی بھی مسجد میں کوئی رقم حسب توفیق دینا ـــــ سب سے نرالی بات یہ کہ کوئی کافر آئے تو اس کو وظیفہ لازمی بتاتے۔ وہ نرالا انداز ہوتا کہ تبلیغ کا پہلو آ جائے:

''تم سورج نکلنے سے پہلے نہا کر اور سورج ڈوبنے سے پہلے مغرب کی طرف منہ کر کے ہاتھ جوڑے کھڑے ہو جاؤ، اور یہ منتر (وظیفہ) پڑھو:

''اے مالک! تو ایک ہے۔ تیرا کوئی ساتھ نہیں۔''

گیارہ بار صبح، گیارہ بار شام کو ـــــ کسی کو اکیس بار ایک وقت۔[۱]

حج کی سعادت:

مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ بفضلہٖ تعالیٰ زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف تھے۔

انتقال پرملال:

آپ کا انتقال ۱۴/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۲/نومبر ۱۹۸۱ء کو ہوا۔ واقعہ یہ ہوا کہ ۱۳/محرم ۱۴۰۲ھ کو مفتیٔ اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کا وصال ہوا تو ان کے وصال پر ملال کی خبر بی بی سی لندن سے نشر ہوئی۔ آپ نماز فجر کے بعد اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے سورۂ یٰسین کی تلاوت فرما رہے تھے۔ یہ روح فرسا خبر سن کر آپ کی زبان مبارک سے یک لخت یہ جملہ نکلا:

''ایک ہی ساتھ جانے کا وعدہ ہوا تھا۔ ارے میرے مفتیٔ اعظم ہی جب نہ رہے تو میں یہاں رہ کر کیا کروں گا؟''

کلمۂ طیبہ پڑھتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون! مزار پُر انوار مسجد شیخاں باڑہ ہندو راؤ، دہلی میں مرجع خلائق ہے۔[۲]

اولاد امجاد:

مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ کے پانچ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں:

① سب سے بڑے صاحبزادے مولوی محمد میاں (جن کا اصل نام محمد آصف جاہ ہے)

---

[۱] انوار مظہریہ، ص ۱۱۲

[۲] مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، ص ۵۹۱

نے علوم عقلیہ ونقلیہ میں تکمیل کی سند مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری، دہلی سے حاصل کی ہے ـــــــ آپ بڑے ذہین وفطین اور فاضل وعالم جوان ہیں۔ حافظ قرآن ہیں اور علم تجوید وقرأت میں بھی پورا کمال حاصل ہے ـــــــ علوم مغربیہ میں بھی ادراک ہے ـــــــ فن طب میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ تشخیص وتجویز ماہرانہ ہے۔

(۲) دوسرے صاحبزادے مولوی احمد میاں ہیں ـــــــ حافظ قرآن ہیں، اور علوم عربیہ کی تحصیل باقی ہے۔

باقی صاحبزدگان محمد احسن، محمد اسلم، محمد اکرم[۱] بھی حافظ قرآن ہیں اور علوم عربیہ وفارسیہ حاصل کررہے ہیں۔

مفتی محمد مشرف احمد کی صاحبزادیوں میں عابدہ خاتون (زوجہ ڈاکٹر رضوان اللہ) زاہدہ خاتون، شاہدہ بیگم اور شاکرہ بیگم تولد ہوئیں ـــــــ عابدہ خاتون علی گڑھ میں مقیم ہیں، اور باقی سب دہلی میں مقیم ہیں۔[۲] ـــــــ مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ کے ایک داماد قاری ڈاکٹر محمد رضوان اللہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر تھے اور بڑی خوبیوں کے مالک۔[۳][۴]

رہنمائے تصوف:

شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ نے مئی ۱۹۶۰ء میں حضرت مولانا محمد مشرف احمد صاحب کے نام ایک خلافت نامہ تحریر فرمایا تھا۔ جس میں امامت، خانقاہ مسعودیہ کی جانشینی اور فتویٰ نویسی کی ذمہ داریاں آپ کو تفویض کی تھیں۔ اس کے علاوہ بعض نصائح بھی تحریر فرمائی تھیں۔ جو ہر انسان خصوصاً صاحب اقتدار شخصیتوں کے لیے مفید اور سبق آموز ہوسکتی ہیں۔ اصل تحریر فارسی میں ہے۔ یہاں بعض موعظتی نکات پیش کیے جاتے ہیں:

○ آں حضرت ﷺ کی اقتداء وپیروی میں مشغول رہیں۔

---

[۱] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۵۴۹
[۲] ایضاً، ص ۵۴۹، ۵۵۰ — [۳] ایضاً، ص ۳۷۵
[۴] ڈاکٹر صاحب نے "مولانا انور شاہ کشمیری" پر ڈاکٹریٹ کیا تھا ـــــــ خاہر

○ منعم حقیقی کی ذات کے سوا کسی سے کوئی غرض اور لالچ نہ رکھیں۔

○ اپنے دامن ہمت کو غبارِ مضرت سے آلودہ نہ کریں۔

○ خدا کے بندوں کی تربیت کے علاوہ ظاہر و باطن میں کوئی مطلوب و مقصود نہ ہو۔

○ حتی الامکان کوشش کریں کہ مقتدی و طالبین اور نسبی و دینی بھائی بہنیں خوش رہیں۔

بظاہر یہ باتیں معمولی نظر آتی ہیں لیکن بنظر عمیق دیکھا جائے تو اقتدار و حکومت کے بہت سے نکتے معلوم ہو جاتے ہیں:۔

(۱) عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اقتدار ملنے کے بعد انسان پابندیٔ شریعت اور پیرویٔ سنت کا خیال نہیں رکھتا۔ جس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔اس لیے تلقین فرمائی کہ آں حضرت ﷺ کی پیروی کا خیال رکھا جائے کہ:

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ

اقتدار و عہدہ مل جانے کے بعد بعض اوقات یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ انسان حرص و ہوا میں مبتلا ہو جاتا ہے اور یہ حرص اس کو جادۂ شریعت سے ہٹا دیتی ہے۔اس لیے فرمایا کہ اقتدار کو نعمت حق جل مجدہٗ سمجھتے ہوئے توجہ اسی ذات واحد کی طرف رکھیں کہ یہی توجہ تمام امراض روحانی کا علاج ہے۔ **واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً و لاتفرقوا**

(۲) ایک بڑی چیز جو اقتدار حاصل کرنے کے بعد پیدا ہو جاتی ہے، سیرت کی دو رنگی ہے۔ظاہر کچھ اور باطن کچھ۔اسی منافقت کو دور جدید میں ڈپلومیسی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جو جدید سیاست میں معیوب بھی نہیں۔لیکن اسلام دو رنگی کا داعی نہیں بلکہ یک رنگی کا معلن ہے۔

صبغۃ اللّٰہ و من احسن من اللّٰہ صبغۃ

ع یک رنگی و آزادی اے ہمت مردانہ

اسی لیے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے تلقین فرمائی کہ اصل مقصود و بندگانِ خدا کی فلاح و بہبود کے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔اخلاص ہی وہ شے ہے جس سے یک رنگی پیدا ہو سکتی ہے۔

(۳) صاحب اقتدار کو اگر کسی شخص سے مضرت و تکلیف پہنچتی ہے تو اسکی آتش انتقام بھڑک اٹھتی ہے۔ جو خامیِ سیرت کی علامت ہے۔ بسا اوقات یہ آگ خود اس کے جسم و جان کے لیے ہلاکت کا باعث ہو جاتی ہے۔ کسی کی ایذا رسانی پر انتقام نہ لینا بلکہ جذبۂ انتقام کو ظاہراً و باطناً جگہ نہ دینا عزیمت کی نشانی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ مقدسہ ہر آتش انتقام کو سرد کرنے کے لیے کافی ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے اسی عزیمت پسندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''دامن ہمت کو غبار مضرت سے آلودہ نہ کریں۔''

ع
یہی مقصود فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

(۴) اقتدار کے وقت ماتحتوں اور عزیزوں کو خوش رکھنا، بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس نفسیاتی کمزوری کا بھی حضرت علیہ الرحمہ نے پورا پورا خیال رکھا اور نصیحت فرمائی کہ زندگی ایسے گزرے کہ محبت کی فضا سازگار رہے، اور نفاق و بے چینی کی تلخیاں دور ہو جائیں۔ اپنے اور بیگانے سب خوش و خرم نظر آئیں۔

ع
آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں مروت، با دشمناں مدارا[۱]

نمونۂ تحریر:

○

''علامہ زمخشری جنات کے وجود کے قائل نہ تھے۔ زمانہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ کا تھا۔ جنات آپ کی خدمت میں آکر مستفیض ہوا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے جنات سے دریافت فرمایا: ''آج کل کیا کیا ہو رہا ہے؟'' اس کے جواب میں علامہ زمخشری کا ذکر آیا۔ عرض کیا ''حضور زمخشری قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہے ہیں، جو نصف تک پہنچ گئی ہے۔'' آپ نے فرمایا کہ ''جو کچھ لکھا ہے۔ وہ یہاں لے آؤ'' چنانچہ وہ لے آئے۔ آپ نے اس کی نقل کروا

---

[۱] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۲۷۲، ۲۷۳

کے اپنے پاس رکھ لی اور اصل کو وہیں رکھوادیا۔ پھر علامہ زمخشری جب آئے تو آپ نے وہ نقل دکھائی۔ دیکھتے ہی حیرت میں رہ گئے۔ کہنے لگے:

''اگر یہ تفسیر اپنی بتاتا ہوں تو تعجب یہ ہے کہ میرا نسخہ دوسرے تک پہنچا کیسے؟ حالانکہ میں نے اس کو نہایت حفاظت کے ساتھ مقفل کر کے رکھا ہے۔ اور اگر کسی دوسرے کی کہوں تو معانی کثیرہ، الفاظ کثیرہ اوران کی وضع وترتیب کس کس چیز میں اور کہاں تک نوادر مانوں، عقل کچھ کام نہیں کرتی۔''

آپ نے فرمایا: ''یہ تفسیر تمہاری ہی ہے جنات نے لا کر دی ہے''، تو پھر علامہ زمخشری کو جنات کے وجود کا قائل ہونا پڑا۔ (روح البیان، ص ۱/۴)

○

''واضح ہو کہ خطیب کا سامعین کا مواجہ میں ہونا مسنون ہے اور یہ آلہ (لاؤڈ اسپیکر) خطیب کی مواجہت میں بلاضرورت حائل ہو کر سنت مواجہت کا مزاحم ہوتا ہے۔ اس طرح سامعین کا خطیب کے مواجہ ہونا مسنون ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ خطیب سے دائیں بائیں جانب ہیں، ان کا بھی خطیب کی جانب رُخ کرنا سنت ہے۔ اس آلہ کے استعمال کی صورت میں سنت بھی مفقود ہوتی ہے کہ اب خطیب کی جگہ خود یہ آلہ اس کا قائم مقام ہوگیا ہے۔ اگرچہ سامعین کی طرف روگرداں ہے، مگر خطیب کے فرائض تو وہی انجام دے رہا ہے، نیز خطیب کا کھڑا ہونا بھی سنت کے درجہ میں ضروری ہے۔ اس آلہ کے ہوتے ہوئے یہ ضرورت بھی ایک حد تک باقی نہ رہتی۔ خطیب کا منبر پر ہونا بھی مسنون ہے۔ جس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ خطیب کے مشروع وغیر مشروع حالات کا دور تک معائنہ ومشاہدہ ہو سکے اور اس کے جذبات عالیہ قوم پر اثر انداز ہوسکیں۔ یہ آلہ اس سنت کے بھی بعض مقاصد میں مزاحم ہے۔[1]

چند مکاتیب مشرف:

بطور نمونہ تحریر مشتے از خروارے ——— حضرت مسعود پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

[1] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۷، ۳۷۵، ۳۷۶، بحوالہ رسالہ ''قصد السبیل'' ص ۱۴، ۱۵

دامت برکاتہم العالیہ کے نام لکھے گئے مکتوبات میں سے چند مکتوب:

①

عزیز مجبور ابریز تر ورمقصود وقلب تقو راخی مسعود با حمد رب غفور سلمۃ الودود

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دستی ونکسی تہنیت نامہ پہنچا۔ آنکھیں کھل گئیں کہ عید ایسی جیتی جاگتی گونا گوں جلوے دکھاتی یہ رنج والم کیف وسرور کے نغمے گاتی بجاتی آئی ہے۔ انتخاب عجیب وانشاء غریب کا کیا کہنا۔ طبقۂ غربائے مساکین متفق اللسان ہیں کہ غریبوں کی کیا عید، عید تو دولت مندوں کی ہے کہ ہزاروں ہزار کیف وسرور سے معمور اور بھرپور ہوتی ہے، اور کوئی کہتا ہے کہ سب سے زیادہ پُر لطف عید آفت رسیدہ اور غمزدہ کی ہے جو عید کے دن دولتِ صبر وشکر سے نوازا گیا۔ گویا قول ایک تہنیۂ مکنونہ ابلغ من التصریح ہے۔ مگر عزیز من! وطن واصل مسکن دہی کی رہائش کو غربت سے تعبیر کرنا ایک غیر معمولی محزون ومکنون غم واندوہ کا نشان ہے۔ جب تک غم واندوہ کی بیخ کنی نہ ہو جائے صبر وشکر کی تکمیل نہیں ہوتی۔ حقیقی صبر وشکر کی نشانی رضا وخوشی ہے۔ دیکھو ایک شاعر کیا کہتا ہے: ؎

هنيئا لارباب النعيم نعيمها

وللعاشق المسكين ما يتجرع

اس شعر میں بھی رضا کا پہلو کما حقہ روشن نہیں۔ دوسرے عاشق نے اس کو خوب واضح کر دیا ہے، کہتا ہے:

ع اس کو دیکھو جس کی نظروں میں یہ غم آ کر بسے

زخم یہ وہ ہے کہ صحت پر یہ کہہ کہہ کر ہنسے

تازہ دارد زخم دل فیض نمک دان کسے

سبز شد نخل مرا داز آپ پیکان کسے

اس عیب جوئی سے آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ مہ جبینوں کے رُخ روشن پر اگر کوئی کالا داغ ہوتا ہے تو وہ بدنما نہیں معلوم ہوتا بلکہ حسن دوبالا کر دینے والا ہوتا ہے۔ انقلاب حاضرہ

کی ایک نیرنگی جو کسی وقت آپ کے پیش نظر کی گئی تھی۔ غالباً اس کو آپ نے فراموش فرما دیا۔ ورنہ آپ کو موازنۂ عید غریب وعید وطن کے تصور و تحریر کی زحمت نہ ہوتی۔ غم واندوہ کے خیالات سے خالی الذہن ہو کر اور مکین و مکان کی اصلیت و تبعیت کا فیصلہ کر کے دونوں ملکوں میں اپنے احباب واقرباء کا جائزہ لیا جائے تو غریب وطنیت کا مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ مکان مکین کا تابع ہے نہ مکین مکان کا۔ جو مقام مقیمینی و مطمئنی اعزاء واقربا سے پُر ہو یقیناً وطن سکونت ہے، اور جو مقام ان سے خالی ہو، گزرگاہ عُربا ہے۔ دونوں ملکوں کے اعزاء واقرباء سب کے جائزہ کا مختصر واجمالی خاکہ یہ ہے کہ بہن بھائی وہاں بھی اور بہن بھائی یہاں بھی۔ علیٰ ہذا القیاس خالہ ماموں یہاں، نانی وہاں دادی یہاں، والد ماجد وہاں دو پھوپھیاں یہاں۔

لــــذكـــومثـــل خـــسـط الانـيـثــــن

فــان لــم يــكـو نــار جـلـين فـرجـل و امـراتـان

وہاں بہنوئیوں کا وجدان یہاں فقدان، وہاں احباب کی کثرت، یہاں قلت، وہاں جاگیردار، یہاں کرایہ دار، وہاں عزت یہاں عسرت، وہاں ذلت یہاں رجا، یہاں خوف وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

ایسی صورت میں احدالوطنین میں ترانہ غربت کیسے موزوں ہو سکتا ہے، خصوصاً جبکہ اس کو دلربائی حاصل ہو کہ وطن آخر سے ہزار ہا فرزندان وطن برابر کھنچے چلے جا رہے ہیں۔ اور جو کھنچ نہیں سکتے ان کی آنکھیں اسی دلربا وطن کی طرف لگی ہوئی ہیں اور دل بھی عالم چناں میں اسی وطن کے احباب کے سایہ شب و روز گل گشت کرتا رہتا ہے۔ ایسے دلربا اور پُر فضا وطن کی عید کی ہمسری بھلا اُجڑے ہوئے دیار کی عید کب کر سکتی ہے۔ مگر نہیں یہاں برابری اور ہمسری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ زندہ دل حضرات کی شان کے لائق ایسے ہی اجڑے وطن کی عید ہے۔

كــل حـــزب بــمـــا لــديــهـم فــرحـون

تہنیت نامہ کے آخر میں حد سے زیادہ تاخیر جواب کی شکایت نہایت دل لبھانے

والے انداز میں کی گئی ہے۔ یہ شکایت ایک حد تک تو بجا و درست ہے۔ لیکن اہم ضروری معروفیتوں کے آگے ایسی شکائتوں کے کوائف وغیرات مستور بماند ہو جاتے ہیں۔ لیکن باوجود اسکے میں بسا ئیمن مکاتیب کی دلچسپ سیر و تفریح کے سایہ سایہ ایسے امر ضروری کا متلاشی رہتا تھا جس کو ضروری مشاغل پر تقدم حاصل ہو۔ اگر کسی گلزار مکتوب میں کوئی بھی گل مقصود ایسا ہوتو فوراً بلا تاخیر منتظر جواب اپنے مقصود سے مسعد ہوتا مگر سوائے دلچسپ ملاقات وعلیک سلیک کوئی امر ضروری الجواب میں نے نہ پایا۔ رہی معنوی ملاقات وعلیک وسلیک تو یہ بالواسطہ تمیں تو بالواسطہ حاصل ہوتی رہی۔ اس لیے آتش شوق واشتیاق فرو ہوتی رہی۔ ماہ صیام کی آمد پر تفسیر و حدیث کے مطالعہ و بیان کے سلسلہ و مشغلہ سے فرصت ملی تو احباب واقرباء کے چند خطوط کے جواب لکھنے کیلئے نکالے۔ خیال تھا کہ ۱۵ تاریخ تک تھوڑی تھوڑی فرصت میں سب کی شکایت کا تدارک ہو جائے گا۔ مگر اب کے سال خلاف معمول پہلے ہی سے خطوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور بعد انصرام ماہ صیام سب سے پہلے برادر معظم جناب بھائی محمود صاحب کے مکاتیب ثلاثہ کا جواب پیش کرنا تھا۔ مگر افسوس کہ ایک کا بھی جواب مکمل نہ دے سکا۔ بعد ازاں آپ کی جانب رفع شکایات کے لیے متوجہ ہوا۔ فیصلہ شدہ حتمی اور یقینی امر تھا۔ حسن اتفاق کہ اسی وقت تہنیت نامہ پہنچا جس نے جواب کو بھی اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

یہ سب طول طویل قصہ آپ کے انتظار جواب کی کلفت دور کرنے کے لیے لکھا گیا مگر آپ یہ بتائیں کہ جواب کا انتظار زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے یا کسی مقصود مسعود کی آمد کا انتظار! اگر اہل انصاف کے سامنے یہ مسئلہ رکھا جائے تو وہ یقیناً یہی فیصلہ صادر فرمائیں گے کہ ثانی الذکر کے انتظار کی تکلیف، اوّل الذکر کے انتظار کی تکلیف سے دوچار نہیں، بلکہ ہزار درجہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے —— للہ آپ اپنے صحیح اور واقعی ارادۂ آمد سے مطلع فرمائیں۔ مختلف ارادت کے تواتر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین پاکستان فولادی ارادوں کیلئے مقناطیس بن گئی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تو پھر آپ کی آمد ایک خواب پریشاں نظر آتی ہے۔ آپ اپنے خط میں مکرمہ معظمہ

جنابہ دادی صاحبہ کی خیریت سے ضرور مطلع فرمائیں اور ان کی خدمت بابرکت میں ہم سب کا سلام و نیاز پیش فرمائیں۔ اور پھوپھا صاحب و عمتیق محترمین کی خدمت میں بھی جمیع اہل خانہ ہم سب کی جانب سے حسب مراتب سلام و دعا پیش فرمائیں۔

والسلام۔ احقر

بروز جمعہ ۵ رشوال المکرم ستمبر ۱۹۴۹ء[1] مشرف احمد عفی عنہ

(۲)

اخی الاغر جبین اعز زاد علماء حکماء و کمامن العبرالی الرضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مرقع رنج وملال موصول ہوا۔ دل بے قرار، سینہ فگار، آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ نامہ غم و اندوہ نے تمام مشاغل سے ہمہ وجوہ یکلخت اپنی طرف جذب کرلیا۔ اور اس امر پر مجبور کردیا کہ جلد از جلد تسلی نامہ ارسال کیا جائے۔ عزیز من! یہاں سب کی ظاہراً و باطناً ہر طرح یہی کوشش ہے کہ آج آپ حضرات سے جلد ملاقات ہو۔ لیکن جب تک اس میں کامیابی نہ ہو اس وقت تک آپ حضرات کی دوری مقتضائے مشیت ہے۔ جس پر ہزار ہا نزدیکیاں اور کروڑ ہا ملاقاتیں قربان ہیں کہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ عقلاً و نقلاً ہر طرح مسلم ہے۔ قدرت بچہ سے ماں کا دودھ چھڑاتی ہے تو ساری دنیا بلکہ سارا عالم اسی ظلم عظیم میں بھی طفل کے لیے صدہا حکمتیں مضمر پاتا ہے۔ بلکہ آئندہ وہی طفل اس ظلم ناگوار کو سراہتا ہے اور اپنی طفلی پر مسکراتا ہے۔ عزیز من! ذرا اس حدیث قدسی کو تو دیکھو یہ تمہارے لیے کیسی بشارت عظمیٰ ہے:

انا عند المنکسرۃ قلوبھم

اگر احباب کا قرب نہیں تو اس کا نعم البدل تو دیکھو کیسا عظیم الشان نصیب ہوا، اور امام الناصحین علامۂ اجل حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا ظاہری مطلب سقیم ہے جو تمہارے قلب حزیں کی علیہ شکایت کی شکایت کرتا ہے۔

---

[1] بمطابق "جہانگیر صد سالہ جنتری" مطبوعہ لاہور، ۵ رشوال المکرم ۶۸ ۱۳ھ کو یکم اگست ۱۹۴۹ء بروز پیر ہے۔

اے وارث جد امجد مسعود احمد! حبیب احمد اس شعر:

؎ دوستاں را۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کو میزان قرآن میں تولو اور محک فرقان پر کھو تو اس کا جوہر اصل آشکارا ہو،

قال اللّٰہ تعالیٰ و لایحسبن الذین کفروا انما علی لھم

خیر لانفسھم انما علی لھم لیزدادو اثمار لھم

عذاب مھین O

و قال تعالیٰ:

ام نجعل الذین امنوا عملوا الصّٰلحت کالمفسدین فی

الارض ام نجعل المتقین کالفجار

بھلا نوازش خداوندی سے دشمنانِ دین کو کیا تعلق۔ اسکی نوازش تو دوستوں ہی کے ساتھ مخصوص ہے:

قال علیہ السلام و اذا احب اللّٰہ عبدا ابتلاء ہ فان جبن اجتباہ و ان

رضی اصطفاہ او کما قال علیہ السلام

قلت فرصت کے سبب گو زیادہ کچھ نہ لکھا جا سکا۔ تاہم مولائے تعالیٰ کے لطف و کرم سے امید واثق ہے کہ یہ عجالۂ مختصر نشتر انقلاب کے زخمی دل و خستہ جگر کے لیے مرہم کا فوری ثابت ہو گیا۔ اور آپ سے بھی زیادہ عزیز فاضل بے عدیل مولوی منظور احمد سلمہٗ ، اللہ تعالیٰ دعا فاقا و دا بقاؤ اس شربت روح افزا سے خاص کیف و سرور حاصل کریں گے۔ گو انہیں تحریر میں مخاطب نہیں کیا گیا مگر انداز تحریر سے وہ تاڑ لیں گے کہ مضمون مکتوب میں وہ خصوصاً مضمون دلحوظ ہیں۔ اب آخر میں آپ حضرات سے رخصت ہوتے ہوئے ان بے قرار خورد و کلاں کو سلام و دعا لکھ رہا ہوں۔ جن کو آپ کے مکتوب نے تڑپا دیا۔ یہ سلام و دعا مع الآداب والاکرام سب سے پہلے دادی صاحبہ دام مجدہا، پھر پھوپھا صاحب کے، پھر محسنین محترمین، پھر درجہ بدرجہ سب کی خدمت میں تحریر ہے۔ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ والسلام علیکم و قلوبنا الیکم۔ گو جواب تام

مشاغل چھوڑ کر لکھ لیا تھا مگر مشاغل نے ایک اژدھام کیا۔ اس لیے اس کی روانگی میں ایک روز کی تاخیر ہو گئی۔ آپ کا خط جمعہ کی شام کو موصول ہوا اور یہ اتوار کو روانہ ہو رہا ہے۔

شنبہ ۲۰؍ربیع الثانی [1] احقر

مطابق ۱۹؍فروری ۱۹۴۹ء مشرف احمد عفی عنہ

(۳)

اخی المحبوب عزیز الوجود مولوی مسعود احمد صاحب سلّمہٗ الودود

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قلبی و قلمی نقش و نگار اور فرح و انبساط سے آراستہ آپ کا عید کارڈ مردہ دلوں میں روح انبساط پھونکنے والا موصول ہوا۔ گو باسی سہ باسی کے بعد موصول ہوا۔ مگر اس میں آزاد فضا کا جوش و خروش کسی قدر تھا، میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس کو پڑھ کر اس قدر باسی عید کس قدر تازہ ہو گئی۔ گویا کہ میں نے اسی وقت عید منائی۔ فجزاکم اللّٰہ خیراً۔

اس میں شک نہیں کہ یوم عید وہ عظیم الشان تحفۂ ربانی ہے جس کے شکریہ میں اگر مومن عزیز و اخوان جی جان وتن دولت سب ہی کچھ قربان کر دے تو یہ قربانیاں اس بے بہا نعمتِ عظمیٰ کا شکریہ نہیں ہو سکتیں۔ فالحمدللّٰہ حمداً یوافی نعمۃ و لکافی

مزید یہ صرف آپ ہی کے دل ناصور کا ظہور نہیں بلکہ انسان ضعیف البیان کی طینت کا اقتضاء ہے۔ جس میں اس انیسِ مطلق جل جلالہٗ کی حکمت یہ ہے کہ انسان خالی الیف و انیس کی جدائی سے شکستہ خاطر ہو، افسردہ دل ہو، عندالمنکسرۃ قلوبھم، کا مژدۂ ربانی فتح روح کا کام ہے۔ اور اسے فانی کے نعم البدل باقی کے قرب خاص و انس خاص سے وہ کیف و سرور حاصل ہو جس پر باسی عید نہیں بلکہ تازہ عیدیں ہزار ہا قربان۔

ع اتصال بے تکلیف بے قیاس

ہست رب الناس را با جان ناس

---

[1] بمطابق ''جہانگیر صد سالہ جنتری'' یہ سن ہجری ۱۳۶۸ھ ہے۔

اس دورِ انقلاب کی تجربہ کاری تو دیکھو کس قدر باطن ہیں کہ بے وطن غریب الوطن رنجور بلاؤں سے چور نظر آرہے ہیں۔ اور کس قدر بے وطن ہیں کہ باوطن بحال حسن نعم و الالٰہ سے مخمور و پُر سرور نظر آرہے ہیں۔ آپ نے جانا کہ عید اپنے پُر شکوہ و پُر شوکت طریقہ پر گزر گئی۔ مگر اس کا پتہ اسی وقت چلا جب آزاد فضا کا ایک جھونکا آیا۔ گویا یہاں کے حالات کچھ بھی سہی مگر طبیعت یہی چاہتی ہے کہ آپ جلد سے جلد دہلی پہنچیں۔

شنبہ ۱۰ رشوال المکرم ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۰ء [1]

فقط والسلام مع الاشتیاق التام

احقر

مشرف احمد عُفی عنہ [2]

---

[1] محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۰ء، ص ۵۸۲ تا ۵۹۱

[2] بمطابق "جہانگیر صد سالہ جنتری" ۱۰ رشوال المکرم ۱۳۶۹ھ کو ۲۶ ر جولائی ۱۹۵۰ء بدھ ہے۔

الحاج قاری حافظ مولانا محمد احمد مظہری علیہ الرحمہ
(م۔ یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/۲۲/اکتوبر ۱۹۷۱ء)

حضرت الحاج علامہ مولانا حافظ قاری محمد احمد نقشبندی مجددی امام شاہی جامع مسجد فتح پوری دہلی، مستند عالم دین، خوش نوا مقرر، باوقار امام تھے ——— بے نیازانہ طبیعت پائی تھی۔ خوش مزاج ایسے کہ جو اُن سے ملتا وہ چاہتا کہ یہ صحبت کبھی ختم نہ ہو ——— قلندرانہ جھلک بھی تھی۔ جو ملتا، فریفتہ ہو جاتا۔ وہ سب کے محبوب تھے۔[۱]

ولادت اور تعلیم:

آپ کی ولادت دہلی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد مفتی شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز (م۔ ۱۹۶۶ء) سے حاصل کی۔

خاص امتیاز:

برادران گرامی اور برادر نسبتی قاری سید محمد حفیظ الرحمٰن (م۔ ۱۹۸۴ء) سے تجوید و قرأت کی تحصیل کی اور قرآن پاک حفظ کیا ——— اور اس میں وہ کمال پیدا کیا کہ باید و شاید۔ سالہا سال مسجد جامع فتحپوری، دہلی میں رمضان المبارک میں قرآن پاک سناتے رہے۔ دور و نزدیک سے سننے کیلئے لوگ آتے تھے اور ہزاروں کے اجتماع میں بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ہر شخص تلاوت قرآن سے محظوظ و مسرور ہوتا۔ بلند آہنگی کے علاوہ آواز میں سوز و گداز تھا ——— آپ کے بکثرت تلامذہ ہیں۔[۲]

قرآن کریم پڑھنے والے شاگردوں کی ایک فوج تھی۔ بیشتر حافظ تھے۔ شاگرد کیا تھے، فدائی تھے ——— پڑھائی میں غفلت برداشت نہ تھی۔ یوں ان سے ایسا لاڈ کرتے کہ اولاد اور شاگرد سے یکساں شفقت فرماتے۔ آواز میں اللہ تعالیٰ نے ایسی کرامت دی کہ ہزاروں

۱۔ انوار مظہریہ، ص ۱۱۳۔ ۲۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۷۶

کے مجمع میں بغیر لاؤڈ اسپیکر کے قرآن کریم واضح سنا جاتا تھا۔ رمضان المبارک میں پورے شہر میں سب سے زیادہ تراویح پڑھنے والے آپ کے پیچھے نماز پڑھتے۔ ان کے پڑھنے میں ایک سوز تھا، ایک درد تھا۔

پانچوں وقت جامع مسجد فتح پوری میں نماز بھی پڑھاتے تھے اور باقی تمام وقت قرآن کریم کی خدمت میں ایثار کرتے۔ اس لیے باقی کاموں کے لیے وقت نہیں مل سکتا تھا۔ اصل تو ان کو قرآن سے عشق تھا۔ صبح فجر کے بعد شاگرد آجاتے۔ دوکان جانے تک وہ گھیرے رہتے تھے۔ مغرب کے بعد سے رات گئے تک حفاظ کا سبق سنتے رہتے تھے۔[1]

آپ نے قرآن پاک کی تعلیم سے فارغ ہوکر علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی طرف باقاعدہ توجہ کی۔ والد گرامی قدس سرہٗ العزیز سے شرف تلمذ حاصل کیا اور مدرسہ نعمانیہ، دہلی میں داخل ہوکر ایک عرصہ تک تعلیم حاصل کی ۔۔۔۔۔ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں سند تکمیل حاصل کی۔

سلسلۂ معاش:

حضرت مولانا محمد احمد صاحب نے علم کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا بلکہ معاش کیلئے ڈینٹل سرجری سیکھی اور اس میں وہ کمال حاصل کیا کہ دہلی کے ماہرین ڈینٹل سرجن آپ کی طرف رجوع کرتے رہے۔[2]

شیخ یونس بازی صاحب نے لکھا ہے:

"آپ کا ذریعہ معاش دندان سازی تھا اور اپنے فن میں یکتا تھے۔"[3]

امامت و خطابت:

حضرت مولانا موصوف نے نوعمری ہی سے مسجد جامع فتحپوری میں امامت کے فرائض انجام دینے شروع کردیئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ شاہی امام و خطیب تھے اور حضرت مولانا محمد مظفر احمد (م۔ ۱۹۷۱ء) صاحب نائب امام تھے ۔۔۔۔۔ تقسیم ہند کے بعد جب حضرت مولانا محمد مظفر احمد صاحب پاکستان تشریف لے آئے تو حضرت مولانا

---

[1] انوار مظہریہ، ص ۱۱۳ [2] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۲۷۷ [3] انوار مظہریہ، ص ۱۱۳

محمد احمد صاحب نیابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ کچھ عرصہ بعد قبلہ مفتی صاحب کافی ضعیف ونحیف ہو گئے تو امامت و خطابت کا سارا بار حضرت مولانا موصوف کے دوش پر آ گیا۔ چنانچہ آپ نے اس فرض کو بحسن وخوبی انجام دیا اور تیس سال کے طویل عرصہ تک اس فرض کو انجام دے کر حق خدمت ادا کیا۔

مولانا موصوف چونکہ اپنی فنی مشغولیات میں منہمک رہے، اس لیے تقریر و تحریر کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے، لیکن تقسیم ہند کے بعد چونکہ ذمہ داریاں زیادہ ہو گئیں تھیں، اس لئے اس طرف بھی توجہ کی ——— آپ کبھی کبھی تقریر فرماتے۔ زبان نہایت صاف اور شستہ تھی۔ موزوں و مناسب حال اشعار سے مرصع اور ادبی رنگ لیے ہوئے، دہلی کی ٹکسالی زبان بولتے۔ اظہار بیان پر بڑی قدرت تھی اور طبیعت میں گداز عشق بھی!

پہلی تقریر:

ایک بار کوئی عالم اپنے وقت پر نہ پہنچ سکے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''مولوی محمد احمد کو کہو وہ تقریر کریں۔''

ایسے عظیم مجمع میں تقریر کرنے کا پہلا اتفاق تھا۔ تعمیل حکم ہوئی۔ بہت آسان بڑی دل پذیر نصیحتیں، دوستانہ لہجہ لوگوں نے پسند کیا۔ ناظم جلسہ عبدالرشید صاحب نے دوسرے روز لوگوں کے تاثرات حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت شریفہ میں عرض کیے تو فرمایا:

''الحمدللہ! اس فکر سے نجات ملی۔ اب کوئی نہ آیا تو گھر کے افراد سنبھال لیں گے۔ مولوی محمد احمد کو مبارکباد دینا اور فقیر کی طرف سے کہہ دینا آئندہ آپ تیاری کر لیا کریں اور تقریر کیا کریں۔''[1]

فتاویٰ نویسی:

حضرت مولانا الحاج حافظ قاری محمد احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی فتویٰ دیتے تھے، لیکن باقاعدہ دارالافتاء کی ذمہ داری قبول نہیں فرمائی تھی۔[2]

---

[1] انوار مظہریہ، ص ۳۷۴/۳۷۵ [2] انوار مظہریہ، ص ۳۷۵

بیعت وخلافت:

مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت تھے اور ایک عرصہ صحبت شیخ سے مستفیض ہوتے ــــــ اسی لئے بصیرت قلبی سے بہرہ یاب ہوئے [۱]

والد ماجد ہی سے خلافت بھی ملی تھی ــــــ آپ نے چند اصحاب کو بیعت بھی فرمایا [۲]

زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ سے مستفیض ہوئے۔

استقامت وپامردی:

آپ کی سیرت کا ممتاز جوہر استقامت و پامردی ہے۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء میں فسادات کے دوران جبکہ مسجد جامع فتحپوری، دہلی دشمنوں کے نرغے میں تھی، آپ اپنے والد ماجد مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی رفاقت میں رہے اور بڑی استقامت کے ساتھ امامت کے فرائض انجام دیتے رہے اور حق خدمت ادا کیا۔

اولاد امجاد:

آپ کے پانچ صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادوں میں:

● ــــــ سب سے بڑے مولوی مفتی محمد مکرم احمد سلمہٗ حافظ قرآن ہیں۔ اور اس وقت جامع مسجد فتحپوری کے شاہی امام وخطیب ہیں۔ عربی میں ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ بڑے ذہین اور نیک و صالح ہیں۔ اپنے دادا مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں۔ آپ مفتی صاحب کی صحبت کیمیا اثر سے ایک عرصہ مستفیض ہوتے رہے۔ اسی لئے طبیعت نے قبلہ مفتی صاحب کی بعض خوبیوں کو قبول کیا ہے۔ [۳]

● ــــــ دوسرے صاحبزادے مولوی محمد معظم احمد سلمہٗ بھی حافظ قرآن ہیں اور مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری سے علوم عربیہ کی تحصیل کر چکے ہیں۔ [۴]

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۷۸ ۲۔ انوار مظہریہ، ص ۱۱۳

۳۔ آپ کو قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے اجازت وخلافت حاصل ہے ــــــ ح۔ق

۴۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۳۷۹ تا ۳۸۰ ملخصاً

● ——— دیگر صاحبزادوں میں بشیر احمد، مبشر احمد اور محمود احمد ہیں۔ صاحبزادیوں میں عشرت بیگم مرحومہ، شمیمہ بیگم، سلیمہ بیگم، فہمیہ بیگم، وسیمہ بیگم اور رضیہ بیگم شامل ہیں۔[۱]

وصال:

مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ کا وصال یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۱ء کو دہلی میں ہوا۔[۲]

نمونۂ تحریر:

تصنیف وتالیف میں آپ کی کوئی قابل ذکر یادگار نہیں۔ البتہ نمونہ کے طور پر ان کی تحریر کا یہاں ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے ——— چند سوالات کے جوابات میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ بعنوان:

"دارالافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ"

دہلی سے شائع ہوا تھا۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب نے ان جوابات کی تصدیق فرماتے ہوئے تحریر فرمایا تھا:

"سبحان اللہ سبحان اللہ! کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس میں کسی مشکک کے لیے تشکیک کی گنجائش رکھی ہو۔ جو اللہ کے بندے تعصب ونفسانیت سے پاک ہیں، ان کے لیے تو وضوح حق کا ان جوابات میں کافی سامان موجود ہے۔ رہے وہ لوگ جو آیۂ کریمہ:

کلا بل ران علیٰ قلوبهم ما کانوا یکسبون

کے مصداق ہیں تو ان سے تو قبول حق کی امید رکھنا محالات سے ہے۔ اس حقیقت کو دیکھتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ یہ اجوبہ جہاں حق کو ظاہر فرما رہے ہیں وہاں ہدایت وضلالت کے مظاہر کی شناخت کے لیے بھی ایک کسوٹی کی حیثیت رکھتے

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۵۵۱

۲۔ محمد عبدالستار طاہر: منزل بہ منزل، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء، ص ۳۴

ہیں۔علاوہ ازیں نہ صرف عوام ہی کو گمراہی سے بچا رہے ہیں بلکہ علمائے معاصرین کے لیے بعض تنبیہات ان میں مضمر ہیں۔ اور اس کا تو صراحت کے ساتھ اظہار فرمایا ہے کہ علماء کو چاہیے کہ مسئول عنہ کی موافقت یا مخالفت کا اثر ہرگز ہرگز اظہار حق سے ان کو باز نہ رکھے۔ یہ ایسی زریں تنبیہ وہدایت ہے کہ جو ان کے حرز جاں بنانے کے قابل ہے، چنانچہ نصوص قطعیہ کا بھی یہی ارشاد ہے:

فقال تعالیٰ ولایجرمنکم شنأن قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلو هو اقرب للتقویٰ واتقوا اللّٰه ان اللّٰه خبیر بما تعملون

امید ہے کہ حضرت کا یہ فتویٰ عوام کی غلط فہمیوں کو دور کرنے والا اور جن خواص کی قسمت میں ہدایت لکھی ہے، ان کے عناد کو رفع کرنے والا ہوگا۔

نہایت درجہ افسوس ہوتا ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ جب کسی کے مخالف ہوتے ہیں یا اس کے مقابل اپنا کوئی فائدہ دیکھتے ہیں تو شمہ برابر بھی خوف خدا نہیں رہتا۔ ان پر وہ بہتان باندھتے ہیں جس سے مخلوق کی نظر میں وہ ذلیل ہو جائے، خواہ اپنا دینی نقصان کچھ بھی کیوں نہ ہو۔"[1]

(ص ۲۳، ۲۴)

[1] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۷۹، ۳۸۰

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد مظہری

سجادہ نشین خانقاہ مظہریہ، شاہی امام مسجد فتحپوری، دہلی

"نبیرۂ امام الاصفیاء حضرت علامہ شاہ مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ والرضوان، شاہی امام حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی کی متنوع اور پرکشش شخصیت ارباب علم و فن کے درمیان ہمیشہ نمایاں رہی ہے۔ کیونکہ اس خاکدانِ گیتی پر ایسی بہت کم شخصیات جنم لیتی ہیں جو بیک وقت دینی و عصری علوم میں یکساں مہارت کاملہ رکھتی ہوں۔

جہاں حضور مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند اور صدر الافاضل علیہم الرحمہ والرضوان کی بابرکات بارگاہوں کی صحبت نے انہیں،

- ــــــ قرآن کریم کا مکمل حافظ،
- ــــــ درس گاہ نظامیہ کا باوقار مدرس،
- ــــــ دارالافتاء کا ماہر مفتی،
- ــــــ نکتہ رس خطیب اور بارعب امام

بنادیا ــــــ وہاں خاندانی وجاہت اور دانشورانِ قوم کی رفاقت نے انہیں عصری درس گاہوں اور جامعات کی طرف بھی متوجہ کیا ــــــ واضح رہے کہ آپ کے خانوادے کو علمی و روحانی امتیاز حاصل ہونے کی وجہ سے سلطنتِ مغلیہ نے جامع مسجد فتح پوری دہلی کی شاہی امامت سونپی، جس کے موجودہ شاہی امام آپ ہی ہیں۔[1]

ولادت:

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب ۱۹۵۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔

والد گرامی:

آپ کے والد ماجد حافظ قاری مولانا مفتی محمد احمد علیہ الرحمہ (م۔ یکم رمضان المبارک

ا۔ خوشتر نورانی علیگ: مدیر ماہنامہ جام نور دہلی شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء

۱۳۹۱ھ/۲۱/اکتوبر ۱۹۷۱ء) مسجد فتحپوری کے شاہی امام وخطیب تھے۔آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد ماجد شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۶۶ء) سے بیعت تھے،اور انہی کے خلیفہ مجاز تھے۔

فیض جد أمجد:

مفتی محمد مکرم احمد جتنا عرصہ اپنے دادا جان کی صحبت میں رہے،حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی اولاد واعزاء میں سے کسی نے اتنے عرصے صحبت نہیں اٹھائی۔ براہ راست حصول فیض کا یہ اعزاز صرف مفتی مکرم صاحب ہی کو حاصل ہے——ان کو شیر خوارگی میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی گود میں بیٹھنے اور دوش اقدس پر سوار ہونے کی سعادت حاصل ہوئی——پھر مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی آغوش میں ان کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا——فیض کا یہ سلسلہ ۱۹۵۱ء تا ۱۹۶۶ء (سولہ برس) برابر جاری رہا——علم التوقیت اور علم الفرائض حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے سیکھے۔

جیسا کہ آپ نے اپنے ایک گرامی نامہ میں ارشاد فرمایا:

''احقر نے عمر کا ایک لمبا عرصہ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں اور آپ کی مشفقانہ تربیت میں گزارا ہے۔سالہا سال تک حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے ساتھ صبح بعد نماز فجر چائے سے لے کر عشاء کے کھانے تک توجہات اور انمول نعمتوں سے نوازا ہے۔اور اسی کا فیض آج ہر لمحہ میرے ساتھ ہے۔''[۱]

اسی طرح ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

''احقر العباد نے حضرت قبلہ جد امجد علیہ الرحمہ کے ساتھ بچپن گزارا،اور آپ ہی کی تربیت میں قرآن کریم پڑھا،حفظ کیا۔اردو عربی اور فارسی پڑھی——فتاویٰ کی مشق بہت بچپن سے ہی حضرت نے شروع کرادی تھی۔اپنے پاس آنے والوں کو گاہے بگاہے تعویذ کے لیے اس ناچیز کے پاس بھیج دیا کرتے تھے——

[۱] مکتوب گرامی محررہ،۷ار نومبر ۱۹۹۰ء از دہلی بنام مولانا جاوید اقبال مظہری،کراچی

مرچوں پر پڑھ کر دم کرنے کی دعا تو بہت بچپن میں یاد کرا دی تھی اور حضرت کے پاس مرچیں میں ہی پڑھتا تھا ـــــ جمعہ کو حجرہ شریف میں حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کی موجودگی میں ختم خواجگان حضرت علیہ الرحمہ کے داہنے برابر میں بیٹھ کر میں ہی پڑھاتا تھا۔

فتویٰ کی مہر مفتی بننے سے بہت پہلے حضرت نے ناچیز کو عطا فرما دی تھی ـــــ ۱۹۶۵ء میں پاکستان میں قیام کے دوران حضرت نے نازلی ہوٹل میں لاہور اور راولپنڈی احقر کو ساتھ رکھا اور وہاں تعویذات دینے کا حکم دیا ـــــ ۱۹۶۶ء میں حضرت علیہ الرحمہ نے خود حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ میں اور حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے آستانہ پر احقر کو پیش کیا اور دوران سفر میری اقتداء میں نمازیں ادا فرمائیں[۱] ـــــ آستانہ محبوب الٰہی علیہ الرحمہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ میں تو متعدد بار گئے۔ گویا ہر پہلو سے تربیت فرمائی، اور تربیت کے کمال کا امتحان بھی لیا ـــــ لاہور سے واپسی پر حضرت نے ہوائی جہاز سے اپنی معیت میں سفر کرایا ـــــ میری عمر کے بہترین چودہ سال حضرت کی خصوصی تربیت میں گزرے۔ مجھے ان پر ناز ہے اور قیامت کے لیے وہی مبارک لمحے میرے لیے سرمایۂ حیات ہیں۔"[۲]

تحصیل علم:

- ـــــ اوائل عمر میں ۱۹۶۲ء میں مدرسہ عالیہ عربیہ فتحپوری، دہلی میں درجہ ثانیہ میں داخل ہوئے اور نومبر ۱۹۶۸ء میں سند فراغت حاصل کی۔
- ـــــ درس نظامی میں فرسٹ کلاس میں کامیابی حاصل کی اور پورے مدرسہ میں اول رہے۔

۱۔ اس سفر کی تفصیلی سرگزشت ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب نے اپنے عم محترم حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد زیدت معالیہم کے نام ایک مکتوب گرامی محررہ ۲۱ رجنوری ۲۰۰۲ء میں بیان فرمائی ہے ـــــ یہ سفرنامہ "المظہر" کراچی میں "مفتی اعظم کا آخری سفر سرہند شریف ۱۹۶۶ء" کے زیر عنوان شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ مکتوب گرامی محررہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۶ء از دہلی بنام مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی

- درس نظامی کی تکمیل کے دوران دورۂ حدیث کے بعد علم حدیث وتفسیر میں تخصص (Specialization) کیا اور درجہ اول حاصل کیا۔
- جدید عربی ادب میں جامعہ ازہر، مصر کے استاذ جمال مناع علی مصری سے استفادہ کیا اور امتحان میں اول درجہ پایا۔
- ۱۹۷۰ء میں پنجاب یونیورسٹی، بھارت سے مولوی فاضل (آنرز ان عربک) کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور پوری یونیورسٹی میں اول رہے۔
- جامعہ ملیہ اسلامیہ بورڈ سے ۱۹۷۲ء میں ہائر سیکنڈری کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔
- بعد ازاں ۱۹۷۵ء میں دہلی یونیورسٹی، دہلی سے بی۔اے آنرز، عربی کا امتحان دیا اور بہترین طالب علم قرار دیئے جانے پر یونیورسٹی میڈل حاصل کیا۔
- ۱۹۷۷ء میں دہلی یونیورسٹی، دہلی سے ایم۔اے عربی کیا۔ اور بہترین طالب علم قرار دیئے جانے پر یونیورسٹی میڈل حاصل کیا۔
- ۱۹۹۴ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی، نئی دہلی سے جدید عربی ادب میں ڈاکٹریٹ کیا۔ ڈاکٹریٹ کے لیے آپ نے: "المسرحیہ الشعریۃ لعزیز عبادہ" پر ایک ضخیم مقالہ لکھا جو کئی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ کو پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری ۹ راگست ۱۹۹۴ء کو ملی۔

اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ کرام میں یہ شخصیات قابل ذکر ہیں:

- مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (م۔۱۹۶۶ء)
- قاری حافظ محمد احمد علیہ الرحمہ (م۔۱۹۷۱ء)
- قاضی سجاد حسین
- مفتی عبدالدائم الجلالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سند دار الافتاء مدرسہ عالیہ عربیہ فتحپوری دہلی

الحمد للہ الذی متعنا بنعمۃ الاسلام وعلمنا الفقہ والکلام والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد المبعوث رحمۃ لجمیع الانام وعلی آلہ النبلاء الکرام واصحابہ الہداۃ الاعلام وکل من دعا الی الحق بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ الی یوم القیام۔ اما بعد!

جناب مولانا مفتی مکرم احمد صاحب امام شاہی مسجد فتحپوری نے [illegible] میں مدرسہ عالیہ فتحپوری سے اول نمبر میں سند فراغت حاصل کی اور فقیر کی نگرانی میں کتب فتاویٰ کا مطالعہ شروع کر دیا اور تقریباً [illegible] سال مطالعہ کتب اور افتاء مسلک حنفی میں مشغول رہے اب جناب مفتی صاحب میری نگرانی کے محتاج نہیں رہے جس مسئلہ میں [illegible] حنفی کی ضرورت [illegible] ہے اس میں آپ کا افتاء صحیح اور علماء احناف کا متفق علیہ ہوتا ہے۔

دستخط سید عبد الدائم الجلالی

مہر دار الافتاء

سید عبد الدائم الجلالی
مفتی مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی
۳۰ جمادی الثانی [illegible]

تصدیق از حضرت شیخ الحدیث وصدر المدرسین مدظلہ العالی
مدرسہ عالیہ عربیہ فتحپوری دہلی

قاضی سجاد حسین

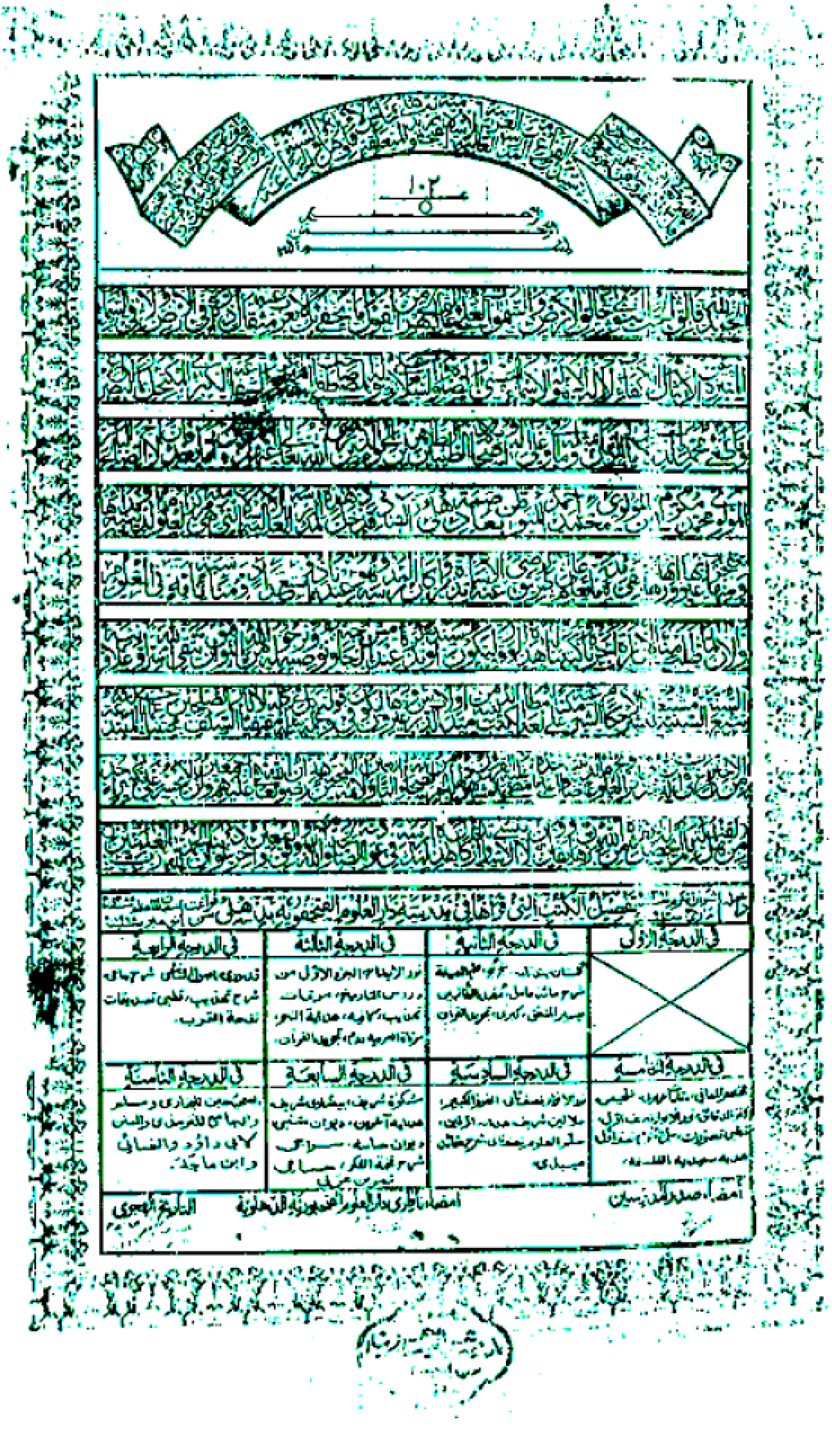
١٠٢
تفصيل الكتب التي قرأها في مدرسة دار العلوم الفخرية
في الدرجة الأولى
في الدرجة الثانية
في الدرجة الثالثة
في الدرجة الرابعة
گلستان بوستان ... شرح مائة عامل، نفحة العرب، تيسير المنطق، كبرى، تجويد القرآن
نور الإيضاح، الجزء الأول من دروس التاريخ، مرقات، تهذيب، كافية، هداية النحو، ... تجويد القرآن
قدوري، أصول الشاشي، شرح جامي، شرح تهذيب، قطبي، تصديقات، نفحة العرب
في الدرجة الخامسة
في الدرجة السادسة
في الدرجة السابعة
في الدرجة الثامنة
مختصر المعاني ... نور الأنوار ...
نور الأنوار ... الفوز الكبير، جلالين شريف ... سلم العلوم ... ميبذي
مشكوة شريف، بيضاوي شريف، هداية آخرين، ديوان متنبي، ديوان حماسة، سراجي، شرح نخبة الفكر، حسامي
صحيحين البخاري ومسلم والجامع للترمذي والسنن لأبي داود والنسائي وابن ماجه
إمضاء صدر المدرسين
إمضاء ناظم دار العلوم الفخرية
التاريخ الهجري

नामांकन संख्या DC–11429
Enrol. No.

अनुक्रमांक 6214
Roll No.

दिल्ली विश्वविद्यालय

निष्ठा धृतिः सत्यम्

कला-निष्णात, 1977.

प्रमाणित किया जाता है कि सन् 1977 में, परीक्षा के उपरांत कला-निष्णात की उपाधि के योग्य सिद्ध होने पर मोहम्मद मुकर्रम अहमद को 1978 के दीक्षांत-समारोह में उक्त उपाधि प्रदान की गई ।

विषय अरबी

श्रेणी प्रथम

University of Delhi

MASTER OF ARTS, 1977.

This is to certify that *Mohammed Mukarram Ahmed* having been examined in 1977, and found qualified for the degree of Master of Arts was admitted to the said degree at the Convocation held in 1978.

Subject *Arabic*

Division *First*

कुल-सचिव,
दिल्ली विश्वविद्यालय
Registrar,
University of Delhi.

दिल्ली, दिनांक 4 मार्च, 1978
Delhi, dated the 4th March, 1978

कुलपति,
दिल्ली विश्वविद्यालय
Vice-Chancellor,
University of Delhi.

✪ قاری نصر اللہ خاں

✪ قاری محمد میاں

فتویٰ نویسی:

فتویٰ نویسی میں آپ نے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے علاوہ اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے بھی استفادہ کیا —— اور ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۹ء تک ۱۲ سال دارالعلوم فتحپوری میں مفتی عبدالدائم الجلالی (مفتی دارالعلوم فتحپوری) کے زیر نگرانی فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کے والد گرامی حافظ قاری مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد وقف بورڈ، دہلی نے آپ کو ان کا جانشین تسلیم کرتے ہوئے مسند امامت و خلافت پر فائز کیا۔ اور ۱۹۷۱ء تا حال ۲۰۰۴ء عرصہ ۳۳ سال سے سے آپ مسجد فتحپوری کے شاہی امام وخطیب کے جلیل القدر منصب پر فائز ہیں۔

آپ کو فقیہانہ بصیرت حاصل ہے —— فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

بیعت وارادت:

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد مسلکاً سنی حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی ہیں —— آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے جد امجد مفتی شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ العزیز سے بیعت ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ایک مکتوب گرامی میں لکھا ہے:

> ''احقر کو حضرت علیہ الرحمہ سے مرید ہونے کا شرف حاصل ہے اور راہِ سلوک کی منازل بھی حضرت نے خود طے کرائی تھیں اور دہلی کے سب ہی مزارات پر اور حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ پر حضرت نے خود ہی پیش فرمایا تھا، وصال سے پانچ ماہ قبل، آج بھی وہی فیض جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری وساری رکھے۔ آمین!''[1]

[1] مکتوب گرامی محررہ ۲۷ رمئی ۱۹۹۴ء از دہلی بنام مولانا جاوید اقبال مظہری

اپنے وقت کے جلیل القدر عالم و عارف سید امام علی شاہ علیہ الرحمہ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ کے لیے دعا فرمائی:

"جو لوگ تمہارے دامن سے وابستہ ہیں وہ ہمیشہ مقبول و محمود ہیں۔"

اور یہ بھی فرمایا:

"بہت سے طالب تیرے وسیلے سے پستیوں سے نکل کر بلندیوں تک پہنچیں گے۔"[1]

یہی سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ ڈاکٹر مفتی مکرم صاحب کے دادا پیر ہیں، حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ کے دامن سے وابستہ ہو کر جن بلندیوں تک پہنچے، اس کا اندازہ تو اہل دل ہی کو ہو سکتا ہے ـــــ اور جو حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دامن سے وابستہ ہیں، ان کے عرفان اور رفعتوں کو زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی رہا ہے۔

اجازت و خلافت:

اپنے پیر و مرشد حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے وصال کے وقت مفتی مکرم صاحب لڑکپن میں تھے۔ آپ کو چار اصحاب علم و فضل سے اجازت و خلافت حاصل ہے:

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

1. احقر کو بیعت اور زبانی اجازت کا شرف حضرت قبلہ جد امجد (مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ العزیز) علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہے۔ اویسی نسبت قائم ہے۔ دو تین ماہ میں ایک مرتبہ ضرور زیارت ہو جاتی ہے اور حضرت قبلہ مسائل کو رہنمائی فرما کر حل فرما دیتے ہیں۔ وصال کے بعد بھی وہ عنایتیں جاری ہیں جو حیاتِ ظاہری میں فرماتے رہے ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک"![2]
2. حضرت شاہ سید عبدالغنی مجددی خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، اندور صوبہ مدھیہ پردیش (بھارت) کے سجادہ نشین اور عارف کامل، آپ نے ۱۹۷۶ء میں چہار سلاسل طریقت سلسلہ عالیہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ میں اجازت و خلافت

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: ماہ و انجم، ص ۳۷، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء

[2] ای۔ میل مرسلہ ۱۱ مارچ ۲۰۰۲ء بنام مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی

سند خلافت

الحمد لله رب العالمین حمداً یوافی نعمه و یکافی مزیده والصلوٰة علی
رسوله محمد و آله و صحبه اما بعد فقیر المفتقر الی الله الغنی
بدیع الملت حاجی شاه سید عبد الغنی محمدی آل قادری که رشتهٔ حیات بقبضهٔ قدرت
اوست و آب و دانه ... بموافقت قابلیت آن آب و دانه کم و بیش می رساند که
چون فقیر سالها ... مفتی مکرم احمد (امام شاهی جامع مسجد فتحپوری دہلی) نقشبندیه و چشتیه
و قادریه و سهروردیه ... اجازت بیعت عطا نموده شد ... صدق و صفا
یعنی ... بنا بر تلقین
و خرقهٔ تبرک ... از سر بر کرده و داخل طریقهٔ چشتیه و قادریه و سهروردیه و نقشبندیه ... خرقهٔ تبرک
... چشتیه و قادریه و سهروردیه و نقشبندیه ... باشند
و در ... مشائخ ...
... لا اله الا الله ... محمد عبده و رسوله ... صلی الله علیه و سلم
... از فقیر ...
...
...
... و ادائے نماز جمعه و جماعت
و اذان و نماز تهجد و اشراق و چاشت ... ایمان است و سبب تاریکی قلب
... چشتیه و قادریه و سهروردیه و نقشبندیه
... خلق الله ...
... الله ...
بحق یا الله یا الله و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه و آله و اصحابه اجمعین

خادم الفقراء ... شاه سید عبد الغنی محمدی

خلافت یافته از خاندان عالیه چشتیه قادریه سهروردیه و نقشبندیه

... ۹ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ ... ۱۹۷۲ء بروز جمعرات

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده
وعلی آله وازواجه واصحابه وسلم

اما بعد - عزیزم مولانا حافظ قاری مفتی محمد مکرم احمد سلمه الله تعالی که صالحیت از ناصیهٔ او هویداست در صحبت جد امجد خود عارف کامل، عالم با عمل مفتی اعظم هند حضرت شاه محمد مظهر الله قدس سره العزیز تربیت یافته و از شرف بیعت مشرف شده باوج کمال رسیده — از جد امجد و والد ماجد خود مولانا حافظ قاری محمد احمد علیهما الرحمه قرآن حکیم خوانده و حفظ نموده — از مدرسه عالیه مسجد جامع فتحپوری، دهلی و از جد امجد خود علوم منقوله و معقوله تحصیل کرده در نوزده سالگی با امتیاز خاص بر سند فراغت حاصل نموده — در علوم جدیده هم سندهائے عالیه دارد — در مدرسه عالیهٔ مذکوره دوازده سال مشق فتوی نویسی بهم رسانیده اجازت فتوی نویسی گرفته بر مسند افتاء نشست — و بعد از وفات والد ماجد خود بر منصب امامت و خطابت مسجد جامع فتحپوری، دهلی هم فائز گشت و از شیخ کامل حضرت سید عبد المغنی شاه قدس سره العزیز اجازت بیعت و خلافت در چهار سلاسل هم گرفته — چون از این چندین نعمتها سرفراز شده رجوع بفقیر آورده نیز هم اجازت و خلافت سلسلهٔ عالیه نقشبندیه مجددیه مسعودیه می‌دهم و امیدوار است که بر جادهٔ شریعت و طریقت استقامت ورزند و طالبان شریعت و سالکان طریقت را بموعظت و حکمت هدایت و ارشاد نمایند — در قول و عمل و ظاهر و باطن شریعت را نگاه دارند که لذت قول و عمل در اتباع سنت سنیه است — و بزرگان خود را ادب ملحوظ دارند و عجز و انکسار طریقهٔ خود انگارند که افتقار اهل طریقت را موجب افتخار است —

اللهم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی حبه . اللهم فکما رزقتنی مما احب فاجعله قوة لی فیما تحب . اللهم وما زویت عنی مما احب فاجعله فراغا لی فیما تحب —

احقر محمد مسعود احمد عفی عنه

ٹھٹھہ - سندھ - پاکستان

٦ ربیع الاول ١٤٠٤ھ
١٢ دسمبر ١٩٨٣م
یوم دوشنبه

عطا فرمائی۔ حضرت شاہ سید عبد الغنی مجددی علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت ملنے کا حال یوں بیان فرماتے ہیں:

''ہمارے ہاں نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ سلسلہ کی اجازت ہے۔ قبلہ سید عبد الغنی نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ تقریباً پچاس برس متواتر حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے عرس مبارک کے حاضر باش تھے۔ جب بھی دہلی تشریف لاتے تو حضرت قبلہ جد امجد علیہ الرحمہ سے ضرور فیض یاب ہوتے تھے۔

ایک روز حضرت کے وصال کے بعد مزار مبارک پر حاضر تھے اور حالتِ مراقبہ میں تھے کہ حضرت نے ان کو حکم دیا کہ:

''میاں مکرم کی تربیت میں کرچکا ہوں، آپ ان کو خلافت دے دیں۔''

وہ فرما رہے تھے کہ:

''میں نے اس کو بے ادبی سمجھا کہ آپ کو پوتے جانشین کو میں خلافت دوں'' تو حضرت نے تاکید فرمائی، اور حضرت نے اجازت دی کہ آپ اپنے خانقاہی سلسلہ سہروردیہ کی اجازت بھی دے دیں ـــــــ اس طرح یہ چار سلسلے ہمارے ہاں آئے، اور احقر نے انہی چار سلسلوں کی اجازت مسرور میاں کو بحکم جد امجد دی ہے۔''[1]

● آپ کے عم محترم و محتشم حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اعزاز فضیلت، ایم۔اے (گولڈ میڈلسٹ)، پی۔ایچ۔ڈی نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں ۱۲؍دسمبر ۱۹۸۳ء میں اپنی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے انہیں جو سند خلافت عطا فرمائی، اس میں ڈاکٹر مفتی مکرم صاحب کا تعارف اس طرح کرایا ہے:

''مفتی محمد مکرم احمد کے چہرے سے نیک بختی ہویدا ہے۔ انہوں نے اپنے جد امجد مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز کی صحبت میں

۱۔ مکتوب گرامی محررہ ۲۷ مئی ۱۹۹۲ء از دہلی بنام مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی

تربیت پائی اور شرف بیعت سے مشرف ہو کر اوجِ کمال تک پہنچے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد احمد صاحب سے قرآن پڑھا اور حفظ کیا۔ اپنے جد امجد سے اور مدرسہ عالیہ فتحپوری، دہلی سے منقولات و معقولات کی تکمیل کی۔ علوم جدیدہ کی سندیں بھی حاصل کیں۔ مدرسہ عالیہ میں بارہ سال فتویٰ نویسی کی مشق حاصل کی اور مسندِ افتاء پر سرفراز ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد مسجد فتحپوری کی امامت و خلافت کے منصب پر فائز ہوئے اور حضرت عبدالغنی شاہ نقشبندی مجددی سے سلاسل اربعہ میں اجازت و خلافت حاصل کی۔[۱]

● سید احمد ظفر ایم۔ اے آل الگیلانی خادم سجادۃ جدہ قطب دائرۃ العرفان حضرت الشیخ السید عبدالقادر الگیلانی و متولی الاوقاف القادریہ صاحب نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں ۲؍ستمبر ۲۰۰۱ء میں اجازت عطا فرمائی، نیز ظاہری و باطنی فضائل کی ترقی کے لئے دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

ترجمہ سند اجازت و خلافت:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے، صلوٰۃ وسلام ہو اس ذاتِ اقدس پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں، اور آپ کی آل پاک، ازواجِ مطہرات اور صحابۂ کرام پر۔

امابعد! عزیزم مولانا حافظ قاری مفتی محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ جن کے چہرے ہی سے نیکی اور صلاحیت ظاہر ہے، انہوں نے اپنے جد امجد، عارف کامل، عالم باعمل، مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ العزیز سے تربیت پائی اور شرف بیعت سے مشرف ہو کر اوجِ کمال کو پہنچے۔ اپنے جد امجد اور والد ماجد مولانا حافظ قاری محمد احمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے قرآنِ پاک پڑھا اور یاد کیا، مدرسہ عالیہ جامع مسجد فتحپوری، دہلی اور اپنے جد امجد سے علوم عقلیہ اور نقلیہ حاصل کر کے انیس سال کی عمر میں خاص امتیاز کے ساتھ سند فراغت حاصل کی، علوم جدیدہ

---

[۱] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: ترجمہ سند خلافت و اجازت محررہ ۶؍ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

میں بھی عالی سندیں رکھتے ہیں۔

مدرسہ عالیہ مذکورہ میں بارہ سال فتویٰ نویسی کی مشق کے بعد فتویٰ نویسی کی اجازت حاصل کر کے مسندِ افتاء پر فائز ہوئے، اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد جامع مسجد فتحپوری، دہلی کی امامت و خطابت کے منصب پر فائز ہوئے، شیخ کامل حضرت سید عبدالغنی شاہ قدس سرہٗ العزیز سے چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت اور خلافت حاصل کی۔ اتنی نعمتوں سے سرفراز ہونے کے بعد انہوں نے فقیر کی طرف رجوع کیا تو فقیر بھی انہیں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مسعودیہ کی اجازت وخلافت دیتا ہے اور امیدوار ہے کہ وہ شریعت وطریقت کے راستے پر استقامت اختیار کریں گے، طالبانِ شریعت اور سالکانِ طریقت کو حکمت وموعظت کے ساتھ ہدایت اور راہ نمائی کریں گے، قول وعمل میں شریعت کے ظاہر و باطن کو پیش نظر رکھیں گے، کیونکہ قول وعمل کی لذت سنتِ مبارکہ ہی کی پیروی میں ہے، اپنے بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھیں گے اور عاجزی وانکساری کو اپنا طریقہ بنائیں گے کیونکہ اہل طریقت کے لئے فقیری باعث فخر ہے۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس ہستی کی محبت مرحمت فرما جس کی محبت مجھے نفع دے، اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے میری محبوب چیزیں عطا فرمائی ہیں مجھے وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو تجھے محبوب ہیں۔ اے اللہ! تو نے جو مجھ سے میری پسندیدہ چیزیں روک دی ہیں تو مجھے ان کاموں کے لئے فارغ فرما دے جو تجھے محبوب ہیں۔[۱]

۶؍ربیع الاول ۱۴۰۴ھ/۱۲؍دسمبر ۱۹۸۳ء بروز پیر   احقر محمد مسعود احمد، ٹھٹھہ، سندھ پاکستان

خلفاء کرام:

آپ کے خلفاء میں آپ کے عم زاد بھائی جانشین مسند عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ مسعودیہ شہزادۂ مسعود ملت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد صاحب مدظلہ العالی کا نام نامی اسم گرامی شامل ہے۔ آپ نے صاحبزادہ صاحب کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں دسمبر ۱۹۹۲ء میں اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔[۲]

۱۔ مترجم، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری گیٹ، لاہور

۲۔ آر۔ بی۔ مظہری: شاہی امام، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۵ء

میاں مسرور احمد صاحب مدظلہ العالی کے علاوہ آپ کے خلفاء کرام میں آپ کے دو چھوٹے بھائی بھی شامل ہیں:

۱ حافظ قاری محمد معظم احمد، دہلی

۲ حافظ ڈاکٹر محمود احمد، دہلی [۱]

مزید خلفاء کرام کے نام یہ ہیں:

۳ صوفی قیام الدین مظہری، علی گڑھ

۴ نذر الاسلام صوفی، اودے پور

۵ ڈاکٹر انیس الزماں، ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

۶ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نور القادری نقشبندی، مجددی، کشن گنج، بہار

۷ ایم۔ اے رزاق، ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

۸ محمد اسعد صدیقی، اندور (بھارت)

۹ مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی

آپ فرماتے ہیں کہ احقر کے خلفاء کے نام جو مجھے یاد ہیں، وہ یہ ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ایک دو ہو سکتے ہیں۔'' [۲]

دینی خدمات:

آپ اپنے اسلاف کرام کے امتیازات کا جیتا جاگتا مظہر ہیں۔ یوں تو آپ کے شب و روز بلاشبہ دین کی خدمت میں گزرتے ہیں، درس و تدریس، فتویٰ نویسی، امامت وخطابت جیسے امور میں مصروف ہیں۔ علاوہ ازیں:

★ آپ کی سرپرستی میں عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سالانہ محفل بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مسجد فتحپوری، دہلی میں منعقد کی جاتی ہے۔

۱۔ مکتوب گرامی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد محررہ ۲۶ ستمبر ۱۹۹۱ء بنام مفتی محمد مکرم احمد صاحب

۲۔ ای۔ میل ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد مرسلہ ۱۱ مارچ ۲۰۰۶ء بنام مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی

★ اپنے جد امجد اور والد ماجد علیہ الرحمہ کے اعراس اور ماہانہ گیارہویں شریف کا خود اہتمام کرتے ہیں۔

★ اس کے علاوہ ختم خواجگان شریف کی محفلیں اور نماز جمعہ کے بعد محفل ذکر حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ارشاد کے مطابق انجام دیتے ہیں۔

برادران و همشیرگان:

آپ پانچ بھائی اور چھ بہنیں ہیں۔ بھائیوں میں:

★ حضرت ممدوح مفتی محمد مکرم احمد

★ حافظ قاری مولوی محمد معظم احمد، بی کام۔ ایم بی اے، درس نظامی

★ حافظ قاری ڈاکٹر محمد بشیر احمد، بی۔ یو۔ ایم۔ ایس، جرنلزم کورس

★ حافظ قاری محمد مبشر احمد، بی۔ اے

★ حافظ قاری ڈاکٹر محمد محمود احمد، بی۔ اے، بی۔ یو۔ ایم۔ ایس

آپ سب بھائی حافظ قرآن ہیں ـــــ مولانا معظم احمد صاحب مسجد فتحپوری کے نائب امام اور نائب مفتی ہیں۔

ہمشیرگان میں عشرت بیگم مرحومہ، شمیمہ بیگم، وسیما بیگم، فہیمہ بیگم، سلیمہ بیگم اور رضیہ بیگم شامل ہیں[1]

شادی:

آپ کی شادی ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔ نکاح مسنون خانقاہ عالیہ شاہ ابوالخیر کے سجادہ نشین حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی علیہ الرحمہ (م۔ ۲ر دسمبر ۱۹۹۳ء) نے پڑھایا۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ہیں، جو اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہیں:۔

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۵۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

★ حافظ مولوی قاری محمد انس احمد

★ حافظ قاری محمد سعد احمد

★ محی الدین عرف حماد احمد

نگارشات:

مفتی مکرم احمد صاحب اپنے اسلاف کی بہت سی خوبیوں کا تسلسل ہیں۔ آپ کی سیرت میں اسلاف کی بہت سی خوبیوں کی مماثلت ہے۔ انہی خوبیوں میں قلم کا ساتھ بھی ہے۔ جو گویا وراثت میں ملا ہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں اور مقالات بھی تحریر فرمائے جن میں ''فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کا تقابلی جائزہ'' کو مقبولیت حاصل ہوئی۔

آثار علمیہ

① مقالۂ ڈاکٹریٹ: (غیر مطبوعہ)

''عزیز اباظہ کے منظوم ڈراموں کا تنقیدی مطالعہ''

② غیر مطبوعہ عربی کتب:

نمبر شمار	عنوان
۱	العطایاالنبویه فی الفتاویٰ الرضویه دراسة تحلیلیة (زیرطبع)
۲	مجددالالف الثانی الشیخ احمدالسرهندی ــــــ حیاة و آثار
۳	حیاة الدکتور محمدمسعود احمد

③ اردو سے عربی مطبوعہ تراجم:

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مقام اشاعت
۱	التعظیم و التوقیر	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی
۲	العلم بالغیب	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی
۳	عروس الاعیاد	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی

۴	نکهات لنسبه		دہلی
۵	الوساله		دہلی

(۴) اردومطبوعہ کتب:

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی مطالعہ	کراچی	
۲	چند مقبول دعائیں	دہلی	
۳	خزینۃ الاعمال	دہلی	
۴	فضائل اعمال	دہلی	

(۵) اردومطبوعہ مقالات:

نمبر شمار	عنوان	جریدہ	شمارہ
۱	غیب داں نبی	ماہنامہ کنز الایمان، دہلی	دسمبر ۲۰۰۲ء
۲	رسول مکرم، سراپا لطف وکرم	ماہنامہ کنز الایمان، دہلی	اپریل ۲۰۰۳ء
۳	امام ربانی اور امام اہل سنت	ماہنامہ کنز الایمان، دہلی	جون ۲۰۰۳ء
۴	مفتی اعظم کا آخری سفر سرہند شریف ۱۹۶۶ء	مجلّہ المظہر، کراچی	۲۰۰۳ء
۵	صحو وسکر —— مکتوبات امام ربانی کے آئینے میں	مشمولہ ''جہانِ امام ربانی'' جلد دوم، کراچی	۲۰۰۴ء

(۶) زیرتدوین:

نمبر شمار	عنوان
۱	اعلیٰ حضرت کی عربی ادبی خدمات

ایک تفصیلی انٹرویو:

مفتی مکرم احمد صاحب سے مولانا خوشتر نورانی علیگ مدیر ماہنامہ "جامِ نور" دہلی نے ایک انٹرویو لیا۔ جو عصر حاضر کے تناظر میں بہت سی تلخیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ بھرپور راہنمائی بھی کرتا ہے۔ موصوف کے زریں خیالات ملاحظہ فرمائیں:

سوال: (۱) آپ کافی عرصے سے اس شاہی جامع مسجد فتحپوری سے لوگوں کی بھلائی اور ان کی اصلاح وفلاح کے لئے خدمات انجام دے رہے ہیں، اس دوران آپ مسلم معاشرے کی ترقی اور فلاح و بہبود میں کس چیز کو سب سے زیادہ موثر مانتے ہیں؟

جواب: تقریباً ۳۱، ۳۲ سال سے میں اس مسجد کی امامت، خطابت اور دیگر ذمہ داریوں کو اللہ کے فضل وکرم سے انجام دے رہا ہوں، میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ روز بہ روز اسلامی معاشرے میں تنزلی آرہی ہے اور مسلمانوں کا جو معیار زندگی ہے خواہ وہ مذہبی ہو یا سماجی برابر گرتا جارہا ہے، مجھے اس موقع پر آقائے دو جہاں حضور ﷺ کا وہ خطبہ یاد آرہا ہے جس میں آپ نے مسلمانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

> "دیکھو مجھے تم سے یہ ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد کافر ومشرک بن جاؤ گے بلکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ بیماریاں تمہارے اندر نہ آجائیں کہ جن کی وجہ سے کتنی قومیں ہلاک ہوگئیں۔"

> آقائے دو جہاں نے فرمایا تھا کہ ایک ہے گھمنڈ اور ایک ہے پیسے کی محبت یا دنیا کی محبت۔"

آج جو چیز ہمارے معاشرے کے اندر بہت زیادہ آگئی ہے، وہ یہ کہ نماز کی طرف اپنی باتوں کی طرف اور تعلیم واخلاق کی طرف دھیان بہت کم رہ گیا ہے اور ہر ایک انسان یا تو دنیاداری یا پیسے کی طرف دوڑ رہا ہے اور اس کے اندر ایک عجیب سا غرور اور گھمنڈ آگیا ہے، جس کی وجہ سے وہ معاشرہ میں بالکل ایک بیکار سا ممبر بن کر رہ گیا ہے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ معاشرے کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے بہت ضروری ہے کہ ہم حضور ﷺ کے راستے پر چلیں اور کتاب وسنت کے مطابق اپنی زندگی ڈھالیں تاکہ ہماری دنیا وآخرت دونوں سنور جائیں۔

سوال (۲): تاریخ ہند میں جنگ آزادی کی تحریک میں بے شمار علماء ومشائخ کے بے بہا کارنامے ملتے ہیں اس کے باوجود ان کے اسمائے گرامی کو موجودہ سیاست میں عمداً نظر انداز کیا جارہا ہے۔اس کے اسباب کیا ہیں؟

جواب :اس کے اسباب تو بہت سے ہیں، کچھ اسباب تو یہ ہیں کہ جو اسمائے گرامی جن کو سیاست میں نظر انداز کیا جارہا ہے ان کے عقیدت مندوں اوران کے ماننے والوں نے بھی اس طرف دھیان نہیں دیا، انہوں نے خود بھی ان کو بھلا دیا، نہ تقریروں میں نہ تحریروں میں اور نہ ہی کتابوں میں کسی کو بتایا کہ تحریک آزادی میں ان کا کیا رول رہا ہے اور دوسری بات یہ کہ جن علمائے کرام کو نظر انداز کیا گیا ہے وہ زیادہ تر علمائے اہل سنت ہیں۔ ایک طبقہ تو ایسا ہے جو علمائے اہل سنت کو مشہور نہیں ہونے دینا چاہتا اور سب سے زیادہ یہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو ہی وہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان کا نام لے یا ان کی شہرت ہو، تو اس میں کچھ کمی تو ہماری خود ہی کی ہے اور کچھ کمی ان لوگوں کی ہے جو حقائق کو نظر انداز کر کے یہ چاہتے ہیں کہ سارا کریڈٹ ہم لے لیں اور ایسا لگے کہ ہندوستان کو آزاد کرانے میں ہمارا ہی کردار ہے اور دوسرے لوگ یا تو بیکار ہیں یا وہ آزادی نہیں چاہتے یا دہ پاکستان نواز ہیں، اس طرح کے مختلف الزامات لگا کر انہوں نے علمائے اہل سنت کو قعر گمنامی میں ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن بہر حال سچائی تو بہت دنوں تک چھپی نہیں رہ سکتی، مجھے امید ہے کہ اب جیسے آپ ماہنامہ ’’جامِ نور‘‘ نکال رہے ہیں اور جو ہمارے اہل سنت کے ادارے ہیں انہوں نے اس طرف توجہ کی ہے تو یہ کمی پوری ہو جائے گی اور ہم یہی چاہتے ہیں کہ بغیر کسی کو الزام دیئے ہم ایک اچھی شروعات کریں اور اچھی تعبیر کریں کہ جس کی وجہ سے سارے لوگ خود بخود نا کام ہو جائیں گے اور وہ لوگ جو مذہبی صحافت میں ہیں اور رسائل وجرائد نکال رہے یں اور وہ لوگ جو اسٹیج پر تقریریں کرتے ہیں وہ دوسروں کو الزام نہ دے کر اس طرف توجہ دیں۔

سوال (۳): کیا واقعی آج کے اس ہندو دور میں اپنے مذہب وملت کی بقاو تحفظ کیلئے علماء کو میدانِ سیاست میں آنے کی ضرورت ہے؟

جواب: ہاں بالکل ضرورت ہے، علمائے کرام کو میدانِ سیاست میں بھی آنے کی ضرورت ہے مگر جھوٹ اور مکروفریب والی سیاست نہیں بلکہ سیاست کا مطلب یہ ہے کہ سیاسی شعور پیدا ہو، اب خواہ وہ ائمہ کرام ہوں، علمائے عظام، مذہبی و تعلیمی ادارے یا مدارس اسلامیہ ہر ایک کو اس طرف توجہ دینی چاہیے ہماری میدان سیاست سے لاتعلقی کی وجہ سے دوسرے لوگ بہت آگے بڑھتے جارہے ہیں۔ بہت سارے لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ سو سال پیچھے کی سوچتا ہے، جب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا قیام عمل میں آرہا تھا اور سرسید احمد خاں نے ایک چھوٹا سا مدرسہ شروع کیا تو مسلمانوں نے انگریزی کی بہت زبردست مخالفت کی اب سو برس کے بعد وہی مسلمان انگریزی کی طرف زیادہ توجہ دے رہا ہے، آج کمپیوٹر اور سائنس کا دور ہے جب دوسرے لوگ اس میدان میں آگے بڑھ چکے ہیں تب سو برس کے بعد ہم کمپیوٹر اور سائنس کی طرف توجہ دیں گے۔ آج ہمارے مقابلے کے جو افراد اور تنظیمیں ہیں وہ بہت آگے ہیں مگر ہمارے بے حسی ہمیں خواب غفلت سے بیدار ہونے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔ نتیجتاً مسلمان ہر چیز میں پیچھے رہ گئے ہیں تو میرا ماننا یہ ہے کہ علمائے کرام کو سیاست سے دور نہیں رہنا چاہے بلکہ وہ مسلمان جو سیاسی میدان میں تجربہ رکھتے ہیں جن کے دل میں کافی درد ہے ان کے ساتھ مل کر ایک شوریٰ بنانا چاہیے، یہ ضروری نہیں کہ شوریٰ ہی ہو بلکہ شوریٰ کی طرح مل بیٹھ کر سب لوگ سوچیں کہ اس نیا کو کیسے پار لگایا جائے۔

سوال (۴): آج جب کہ موجودہ عصری نصاب تعلیم وغیرہ میں خود ساختہ تاریخیں شامل کی جا رہی ہیں اور کسی حد تک اس میں ترمیم وتبدیلی بھی کی جارہی ہے جس میں مذہب اسلام کی شبیہ کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسے میں علماء کرام کا کردار کس طرح ہونا چاہیے؟

جواب: اس میں علماء اور دانشوران ملت دونوں کو زبردست سوجھ بوجھ رکھنے کی ضرورت ہے، ایک تو یہ کہ ابھی تک ہمارے یہاں مسلمانوں میں ایسی کوئی جماعت یا کمیٹی نہیں ہے جو نصاب کو پڑھ سکے حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ مسلمانوں سے متعلق جو نصاب آرہا ہے اسکو متعلقہ کوئی جماعت یا کمیٹی پڑھ لے اور اگر اس میں کوئی خامی ہو تو اس کی طرف بھرپور توجہ دلائے، آپ کو

تعجب ہوگا کہ آگرہ یونیورسٹی کے اندر B.A.II year اسلامک اسٹڈیز (Islamic Studies) کا ایک سوال تھا مجھے بروقت حوالہ تو یاد نہیں ہے کہ وہ کس کتاب میں تھا مگر اس پر تحریک اسلام کی طرف سے وزیراعظم کو میمورنڈم وغیرہ دیا گیا تھا اور اس پر زبردست احتجاج بھی ہوا تھا، سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے مشہور پیغمبر کون کون ہیں؟ جواب تھا: "موسیٰ، عیسیٰ، چوسا" ابراہیم اور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو جواب میں لفظ "چوسا" بڑھادیا، اور بڑھانے کے بعد اپنی تعلیمی گائیڈ میں اس کی تشریح یوں کی کہ چوسا چوسنا سے بنا ہے جیسے آم وغیرہ کو چوستے ہیں اور وہ نبی بہت خوبصورت گوراچٹا تھا اور بہت ہی عیاش تھا، نعوذ باللہ اور کیا کیا لکھا ہوا تھا۔ آگرہ بھی بہت دور نہیں ہے اور یونیورسٹی میں نصاب شامل ہوجانا بھی آسان بات نہیں ہے مگر ابھی بھی وہ کمیاں پائی جارہی ہیں اگر کسی ایک بات کی طرف یا کسی خامی کی طرف توجہ دلا دو تو ہنگامہ کرتے ہیں مگر ہونا چاہیے کہ اگر جیسے ہی کوئی نصاب سامنے آئے ہماری کوئی کمیٹی ہو جو اس کو پڑھے تاکہ ہمیں اندازہ ہوجائے کہ اس میں کیا ہے اور خامیوں پر بروقت نوٹس لے سکیں اور اس کی خبر گیری کر سکے۔ اگر ہم نے ایسا کرلیا تو ہم مسلمانوں کی رہنمائی بھی کرسکتے ہیں اور حکومت کو آگاہ بھی کر سکتے ہیں، ایسے ہی وہ افراد جو اسلامی نظریات کو نصاب کی شکل میں غلط رواج دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ باز رہیں گے، بس ہمارے علمائے کرام اور مسلمانوں کو بہت زیادہ چوکنا رہنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ لوگ مذہب اسلام کی ساخت کو مسخ نہ کرسکیں اور مسلمانوں کی کردار کشی بھی نہ ہو مگر ایسا لگتا ہے کہ آزاد ہندوستان میں ابھی ہم نے کوئی کام کرنے کی شروعات ہی نہیں کی۔

سوال (۵): ہندوستان میں ۲۰ رکروڑ مسلمانوں کی آبادی ہے مگر نہ ہی ہماری کوئی سیاسی جماعت ہے اور باتفاق رائے نہ ہی ہم کسی کو اپنا قائد ماننے کو تیار ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی تعلیم سے ہم اب تک نابلد ہیں اور نہ ہی اس کی طرف ہمارا کوئی دھیان ہے اور جب تک یہ نہ ہو میں سمجھتا ہوں کہ انسانی کردار سنبھل نہیں سکتا اور یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: من اصبح ولم یھتمہ بامور المسلمین فلیس منا او کماقال صلی اللہ علیہ وسلم،

آج کل انسانوں کو اپنی فکر رہتی ہے، روزی روٹی کی فکر رہتی ہے، جب کہ حضور فرما رہے ہیں کہ ہر ایک کو قوم کی، مسلمانوں کی، امت کی فکر رکھنی چاہیے، تو جب تک اس طرح کا رجحان پیدا نہیں ہوگا اور یہ جبھی ہوگا جب آپس میں اتحاد و اتفاق اور محبت ہو۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم والی بات ہو اور جذبہ ہو، آج کل جگہ جگہ دشمنی ہے، منافقت ہے، پڑوسی پڑوسی کو نہیں دیکھ سکتا جس کی وجہ سے لوگ نہ خود ہی کامیاب ہیں اور نہ دوسروں کو کامیاب ہونے دیتے ہیں اور کسی کو اپنا قائد ماننا تو بہت مشکل ہے، اگر آپ شمالی ہند میں بنالیں گے تو لوگ اسے جنوبی ہند میں نہیں مانیں گے، جنوبی ہند میں بنالیں گے تو کہیں اور اسے نہیں مانیں گے تو قائد تسلیم کرنا تو بہت مشکل ہے لیکن ہم یہ مانتے ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی قائد مانا جائے اور سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اخلاص اور باہمی محبت و یگانگت کے ساتھ اگر ہم کوئی کام کریں گے تو اس میں مجھے لگتا ہے کہ ہمیں کامیابی ضرور ملے گی۔

سوال (۷): مذہب اور سیاست بظاہر دونوں الگ الگ معلوم ہوتے ہیں مگر جب ہم عہد رسالت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید آج انہیں جدا جدا نام دے دیا گیا ہے، آپ کس حد تک اس فکر سے اتفاق رکھتے ہیں؟

جواب : مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں ہے، مذہب کے اندر مجموعی طور پر تمام چیزیں آجاتی ہیں، مذہب میں معاشیات، معاشرت، سماجیات اور مذہبیات سب کچھ موجود ہے، ہاں مکر و فریب والی سیاست سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ سیاست پر مذہب کی بندش ضرور ہونی چاہیے تاکہ انسان دوسروں کو دھوکہ نہ دے سکے اور اللہ سے ڈرتا بھی رہے، یہ بہت ضروری ہے اس لئے ہم یہ نہیں مانتے کہ مذہب اور سیاست الگ الگ دو چیزیں ہیں۔

سوال (۸): آج کے اس مادی دور میں مسلم طبقہ کا رجحان مذہبی تعلیم سے ہٹتا جا رہا ہے اور وہ عصری تعلیم کو ہی اپنی کامیابی و کامرانی کا محور تصور کرتے ہیں، آخر اس کے اسباب کیا ہیں؟

جواب : اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مدارس کی تعلیم سے روزی روٹی نہیں مل رہی ہے

اور نہ ہی عزت مل رہی ہے بلکہ زندگی کے ہر میدان میں ناکامی ہو رہی ہے، عام لوگوں میں یہ رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ ایک بچہ مدرسہ میں جتنا وقت گزارتا ہے اتنے میں دوسرا بچہ B.A یا M.A کر لیتا ہے تو یہ سراسر عمر کا ضیاع ہے، ہمیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگوں میں یہ رجحان پیدا کریں کہ مذہبی تعلیم ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم بھی، اس کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ مدارس کے نصاب میں تبدیلی ہو، گو کہ اس کا بنیادی ڈھانچہ وہی رہے لیکن جدید علوم جیسے سائنس، حساب، ہندی، اور انگلش وغیرہ کو شامل کیا جائے تاکہ مدارس کے طلبہ کو عصری علوم کی شدھ بدھ ہو جائے اور زبان دانی کی طرف توجہ دی جائے تاکہ ہمارے طلبہ میں عربی، فارسی اور انگریزی میں لکھنے، پڑھنے اور بولنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے، اگر ایسا ہو جائے تو ان کے لیے معیشت کی راہیں اور بھی آسان ہو جائیں گی، ہمارے مدارس میں ایسا نہیں ہو رہا ہے اس لئے لوگوں میں مدارس میں ہمارے بچوں کی عمر ضائع ہو رہی ہے اس لئے مدارس کے نصاب میں جدید علوم کی شمولیت کے ساتھ ساتھ زبان دانی اور (Direct Method) کی طرف توجہ ضرور ہو تاکہ عام لوگوں میں مدارس کے تئیں یہ رجحان ختم ہو سکے، جنوبی ہند کی درسگاہوں میں میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ وہاں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم پر بھی توجہ ہے اسلئے لوگ وہاں مدارس کے اندر اپنے بچوں کو داخل کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتے، ہمیں بھی ایسا ہی کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال (۹): موجودہ دور میں مذہب اسلام اور اللہ کے مقدس کلام کے تئیں غیروں کے تیور نہایت جارحانہ ہوتے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں مذہب اسلام اور قرآن کریم کی تعلیمات کے صحیح خدوخال کو کس طرح سے عام کرنا چاہیے؟

جواب: اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مقدس کی تعلیمات اور اس کے صحیح خدوخال سے پہلے ہم خود واقف ہو جائیں اور جب تک کوئی شخص خود واقف نہیں ہوگا، وہ دوسروں کو اس سے کس طرح واقف کرائے گا اور اس کا دفاع کرے گا، یہ تو ایک طرح کا ٹیم ورک ہے، کچھ لوگ بہت چھوٹے پیمانے پر اسکو کہیں کہیں انجام دے رہے ہیں مگر جہاں ہم بیس کروڑ مسلمانوں کی بات کرتے ہیں تو کم سے کم دس یا بیس لاکھ ایسے افراد ہونے چاہئیں جو

تن من دھن سے قرآن کے دفاع اوراس کے صحیح خدوخال سے منکرین و متعصبین کو آشنا کرانے میں لگے رہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جن لوگوں کے تیور مسلمانوں کے تئیں جارحانہ ہورہے ہیں، وہ اسی وجہ سے ہورہے ہیں کہ ان کو صحیح جواب نہیں مل رہا ہے اور نہ ہی صحیح رہنمائی، آج اگر کوئی شخص قرآنی آیات کو غلط ڈھنگ سے پیش کررہا ہے تو اس کو بٹھا کر یا کسی چینل یا اخبار کے ذریعہ یا خطوط کے ذریعہ ہمیں آگاہ کرنا چاہیے، تو اگر ہم طریقے سے کام کریں تو مجھے لگتا ہے کہ اس میں ہمیں کامیابی ملے گی اور دوسری سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر آج ہم اپنے مذہب پر پوری طرح عمل پیرا ہوتے تو یہ نوبت آتی ہی نہیں، آج ہماری مسجدیں خالی ہیں، رمضان شریف میں لوگ مسجدوں میں آتے ہیں اور عید کے بعد پھر یہی مسجدیں ویران ہوجاتی ہیں تو مسلمانوں میں مذہبی رجحان کم ہوگیا ہے، دوسرے مذاہب کے لوگوں میں بھی یہی بات تھی مگر ان لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ مذہب سے وابستگی میں ہماری کامیابی ہے اور ان لوگوں نے اپنے اندر بیداری لائی اور اس کمی کو پورا کرلیا، ہمیں بھی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر بیداری لائیں اور مذہب اسلام کے دامن سے پوری وابستہ ہوجائیں اور جن لوگوں کے تیور جارحانہ ہوتے جا رہے ہیں ہم ان کا بھی حکمت عملی سے جواب دیں۔

سوال (۱۰): موجودہ دور میں علماء کرام کا میدان دعوت وتبلیغ میں اثر رسوخ کے گرتے ہوئے فیگر کے کیا اسباب ہیں؟

جواب: سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آج ہمارے علماء تعلیم کچھ اور دے رہے ہیں یا تقریریں کچھ اور کررہے ہیں اور ان کا اپنا عمل کچھ اور ہے۔ جس کی وجہ سے عوام میں ان کا اثر نہیں پیدا ہورہا ہے عملاً ہمارے علماء اس قدر پیچھے ہیں کہ لوگوں میں ان کے لئے جو عقیدت ہونی چاہیے وہ نہیں ہے اگر علم وعمل میں یکسانیت ہو، قول وفعل میں تضاد نہ ہو، دین کے لیے اخلاص و ایثار کا جذبہ ہو تو ہم دعوت وتبلیغ کے میدان میں ضرور موثر کردار ادا کرسکتے ہیں اور ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ہم نہایت حکمت اور تدبر کے ساتھ مسلمانوں کو ان کے مزاج کے مطابق سمجھائیں، اگر کسی صاحب کی داڑھی نہ ہو اور آپ اسے دیکھتے ہی ڈانٹنے لگیں، تو اس کے اندر نفرت سی پیدا ہوجائے گی پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے ایک کتاب تحریر فرمائی ہے

''محبت کی نشانی'' جوداڑھی کی فضیلت پر مشتمل ہے، انہوں نے اس کتاب کونہایت خوبصورت پیرائے میں ترتیب دیا ہےاوراس بات پرزوردیا ہے کہ یہ(داڑھی) حضورسرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہےاورجن کوحضور سے محبت ہے وہ ضرورسنت رسول کواپنائے گا اور داڑھی بھی رکھے گاتو اس طرح کی دعوت سےلوگوں کے دل پرایک اچھااثر ہوتا ہےاوراس کا نتیجہ مثبت ہوتا ہے۔آج ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے علماء بے جا تشدداورانتہاپسندی بھی آگئی ہے جونہایت نقصان دہ ہے ہمیں ان چیزوں سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے اور نہایت حکمت ودانائی سے دین کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کی ضروت ہےتا کہ اچھی تاثیر پیدا ہوسکے۔

سوال (۱۱): مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات اوراس کی اصل روح کی تازگی برقرار رکھنے کے لئے ہمیں کن اقدامات کوعملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے؟

جواب: لوگوں میں اسلامی روح پھونکنے کے لیے ہمیں زندگی کے ہرشعبے میں بیداری لانے کی ضرورت ہے اوراستقلال وثابت قدمی سے کام کرنے کی بھی ضرورت ہے۔آج کل جو ہمیں فرقہ پرست طاقتیں کامیاب نظرآرہی ہیں وہ ان کا آج کا مشن نہیں ہے بلکہ پچاس سال قبل جو انہوں نے بنیادڈالی تھی آج وہ اس میں کامیاب ہیں تو ہمیں بھی اسی طرح کام کرنا چاہیے، ہمارے لئے بہترین مثال علیگڑھ مسلم یونیورسٹی ہے،آج اس نے تمام مسلمانوں کا نام اونچا کیا ہوا ہےتو سوسال قبل جس ننھے پودے کولگایا گیا تھا آج وہ ایک تناوردرخت بن گیا ہے۔تو آج اگرہم حوصلے اورثابت قدمی سے کام کریں تو ہمیں کامیابی ضرورنصیب ہوگی، اگرہم 24 گھنٹوں میں سے 12 گھنٹے اپنے نجی کاموں میں لگاتے ہیں تو ملت اورمسلک کے کاموں میں ہمیں بلاشبہ تین یا چار گھنٹے ضرورصرف کرنا چاہئیں اورہندی،انگریزی،عربی اور دیگرمشہورزبانوں میں تحریروں،تقریروں،جرائداورمجلات کے ذریعہ ہمیں اپنے مشن کوآگے بڑھانا چاہیے اوراسلامی لٹریچرکومفت تقسیم کریں اوراس کوگھرگھر پہنچادیں،اگرہم خلوص کے ساتھ ان تمام اقدامات کوعملی جامہ پہنالیں گےتو مجھے امید ہے کہ ہمیں کامیابی ضرورملے گی۔

الحاج مولانا حافظ قاری سید محمد حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ
(۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء ـــــ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء)

حضرت مولانا الحاج قاری سید محمد حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے فرزند نسبتی ہیں۔ عاشق رسول اور صاحب استقامت تھے[1]۔ بہترین عالم، مبلغ و مدرس اور مرشد تھے۔[2]

خاندانی پس منظر:

آپ کا تعلق شہر سمانہ کے سادات عظام سے ہے۔ اجداد میں شاہ بہلول، حضرت شاہ عثمان اور حضرت شاہ اسمٰعیل رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات اب بھی سمانہ میں مرجع خلائق ہیں۔[3]

والد گرامی:

قاری صاحب کے والد ماجد کا اسم گرامی قاری محمد عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ تھا۔ آپ قاری عبدالرحمٰن امی کے قابل فخر شاگرد تھے۔ سبعہ قرأت پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا۔ آپ کے دم قدم سے ہزاروں حفاظ اور قرا ءمدرسہ رحمانیہ، کھرڑ سے فیض یاب ہو کر نکلے۔ ان میں امراء بھی تھے، غرباء بھی، بینا بھی، نابینا بھی!

آپ کی شادی آپ کی عم زاد سے ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ ہوئی۔[4]

آپ کے ہزاروں تلامذہ پنجاب وغیرہ کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں ـــــ

آپ نہ صرف ایک باکمال قاری تھے بلکہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے ایک برگزیدہ اور باکرامت

۱۔ انوار مظہریہ، ص ۱۲۴ ۲۔ انوار مظہریہ، ص ۲۷۵

۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۴۰۷

۴۔ سید محمد عارف، پروفیسر ڈاکٹر: عاشق رسول، مطبوعہ بہاولپور ۱۹۹۷ء، ص ۲۵

بزرگ تھے۔ شہر سمانہ اور گردونواح میں سینکڑوں گاؤں آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے۔ پاکستان میں بھی آپ کے ہزاروں مریدین و معتقدین پھیلے ہوئے ہیں۔[۱]

حضرت قاری عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ کا وصال ۱۹۴۸ء میں بہاولپور میں ہوا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۸۰ برس بتائی گئی تھی۔[۲]

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں بمقام خان پور ضلع انبالہ میں ہوئی۔[۳]

آپ اپنے والد کے چوتھے بیٹے تھے۔

ابتدائی تعلیم:

قاری حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ نے اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔[۴]

اپنے والد گرامی سے عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی۔[۵] اور انہیں سے قرآن پاک حفظ کیا اور سبعہ قرأت میں مہارت تامہ پیدا کی۔[۶]

قرأت قرآن کا کمال یہ تھا کہ روانی سے پڑھتے ہوئے بھی ہر حرف کی آواز الگ سنائی دیتی، اور اتنی سہولت سے الفاظ کی ادائیگی کرتے کہ کانوں کو سُر درملتا۔ سُننے والا وجد میں آجاتا ـــــ بس یوں معلوم ہوتا کہ پانی کی ہلکی ہلکی لہریں ہیں جو دل و دماغ کو سکون بخش رہی ہیں۔ ہلکے سروں کی نغمگی، روح تک اتر جانے والی![۷]

فقہ و حدیث وغیرہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔ کچھ عرصہ لاہور میں مدرسہ حزب الاحناف میں مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری صاحب سے بھی انہیں علوم کی تحصیل کی۔[۸]

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۰۷ ۲۔ عاشق رسول، ص ۲۱

۳۔ عاشق رسول، ص ۲۵۔ (''تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۰۶ میں ہے کہ تقریباً ۱۹۱۳ء میں کھرڑ، خان پور، ضلع انبالہ میں ولادت ہوئی)۔

۴۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۰۷ ۵۔ عاشق رسول، ص ۲۶

۶۔ عاشق رسول، ص ۲۶ ۷۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۰۷

۸۔ عاشق رسول، ص ۲۷

ابتدائی حالات:

قاری صاحب بچپن ہی سے عبادات وریاضات کی طرف مائل تھے۔ایام شیر خوارگی میں آپ کے والد مرحوم نماز تہجد کے وقت ایک درویش (جن کو بابا ٹونڈہ کہتے تھے) کی گود میں لٹا آیا کرتے تھے وہ ذکر جہری فرمایا کرتے تھے۔انہیں کی صحبت کی اعجاز تھا کہ جب قاری صاحب نے زبان کھولی تو ذکر اسم ذات جاری تھا۔

بچپن کے ایام میں کبھی کھیل کود کی طرف رغبت نہ ہوئی بلکہ نہر کے کنارے جب کوئی کھیل کھیلتے تو یہی کہ گیلی مٹی سے مسجدیں بنایا کرتے تھے جو بعد میں حقیقت بن کر سامنے آئیں چنانچہ آپ نے بکثرت مساجد تعمیر کرائیں۔صرف پاکستان میں بائیس مساجد کا یا تو سنگ بنیاد رکھا ہے یا تعمیر کرائی ہیں۔[۱] تعمیر مساجد میں آپ کے ذوق وشوق کو دیکھ کر آیت قرآنی یاد آتی ہے: **انمایعمر مساجد اللّٰہ من امن باللّٰہ والیوم الآخر** [۲]

سراپا:

قاری صاحب کا سراپا کیا بیان کیا جائے ——— رنگ گورا، قد درمیانہ، گٹھا ہوا جسم، (آخری عمر میں تو نحیف ونزار ہو گئے تھے مگر نور کا پتلا معلوم ہوتے تھے) آنکھیں بڑی بڑی، بھرواں داڑھی، پٹے بال ——— شیخ وقت تھے مگر مشیخانہ طمطراق اور ظاہری سج دھج سے کوسوں دور، غرور وتکبر نام کو نہیں تھا ——— سادہ زندگی مگر عشق رسول ﷺ سے مالا مال![۳]

عقد مسنون:

قاری صاحب کے والد گرامی کا دہلی میں قیام کے دوران حضرت مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کے ہاں آنا جانا رہتا تھا۔آپ قبلہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے بہت متاثر تھے۔

قاری صاحب کی دین داری اور اتباع شریعت کے باعث قبلہ مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی صاحبزادی فاطمہ بیگم سے ۱۹۳۲ء میں عقد مسنون ہوا ——— مفتی صاحب سے اس

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۷۰۴۔ (نوٹ: پروفیسر عارف صاحب نے ''عاشق رسول'' ص ۵۸ پر لکھا ہے کہ قاری صاحب نے تیس بتیس مساجد تعمیر کرائیں ——— طاہر

۲۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۷۰۴   ۳۔ عاشق رسول، ص ۱۶

ظاہری تعلق کے ساتھ قاری صاحب نے ان سے روحانی فیض بھی حاصل کیا۔ وہ ان کی سیرت وکردار کے بے حد معترف تھے۔[1]

اہل اللہ سے اُنس و محبت:

تعلق مع اللہ ہی کی وجہ ہے کہ آپ کو حضرات اہل اللہ سے بے پناہ اُنس و محبت تھی، کلفتیں اٹھا کر، سختیاں جھیل کر مزارات پر حاضر ہوتے اور مستفیض ہوتے۔[2]

قرآن کریم کی محبت سے بھرپور (گھر کا) و مقدس ماحول تھا جس کے زیر اثر ان کے دل میں عشق الٰہی اور محبت رسول ﷺ کے چراغ روشن ہوئے۔ اسی حوالے سے اولیاء اللہ سے والہانہ عقیدت و محبت پیدا ہوئی:

★ — سرہند شریف ان کے قصبے سے زیادہ دور نہ تھا، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مزار پر (باقاعدگی سے) حاضری دیتے۔

★ — اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کے عُرس میں شرکت کیلئے جاتے۔

★ — دہلی میں بائیس خواجاؤں کی چوکھٹ پر حاضری ان کا معمول رہا۔

★ — حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہا سے خصوصی عقیدت تھی۔

★ — پاکپتن شریف میں حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری تو ان کا عمر بھر معمول رہا[3]۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ پاکپتن شریف میں حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمہ کے مزار پر تو ہر سال بلاناغہ تقریباً نصف صدی تک حاضری دیتے رہے۔

★ — لاہور میں ان کے لیے صرف اسلئے کشش تھی کہ وہاں حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔

۱۔ عاشق رسول، ص ۳۱ تا ۳۲ ملخصاً

۲۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۰۷ — ۳۔ عاشق رسول، ص ۴۸

★ــــ وہ کسی ایسے شہر میں جانا پسند نہیں کرتے تھے جو روحانی طور پر کسی ولی کامل کے وجود سے محروم تھا ـــــ کراچی کا شہر انہیں اس لیے پسند تھا کہ وہاں جا کر دیارِ حبیب کی قربت کا احساس ہوتا تھا ـــــ ملیر میں ان کے پھوپھا حضرت بابا ولایت علی شاہ قلندر ایک صاحب کرامت بزرگ تھے، جنہوں نے سترہ حج کیے۔

★ــــ گولڑہ شریف جاتے تو حضرت پیر غلام محی الدین سے شرف نیاز حاصل کرتے اور وہ خود بھی خصوصی محبت فرماتے تھے۔[۱]

عشق رسول ﷺ:

ان کی زندگی کا مرکز ومحور عشق رسول ﷺ کا جذبہ ہے اور یہ زندگی کی تمام اعلیٰ اقدار کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ان کی محبت کا یہ عالم کہ جہاں سرکارِ دو جہاں کا ذکر آیا اور ان کی آنکھوں سے عقیدت کے موتی چھلک پڑتے ـــــ

انہوں نے زندگی بھر اپنے متعلقین، مریدین اور شاگردوں کو عشق رسول ﷺ کا درس دیا ـــــ وہ فنافی الرسول تھے۔[۲]

حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب "عاشق رسول" کی تقریظ میں رقم طراز ہیں:

"جب ذکر رسول ﷺ ہوتا تو آنکھیں نمناک واشکبار ہو جاتیں، سینہ فرط محبت سے جوش مارتا، ہچکیاں بندھ جاتیں مگر آہ وبکا نہ فرماتے:

ع اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد آواز نیامد

محبت رسول ﷺ ان کی دولت تھی ـــــ محافل میلاد النبی ﷺ اور نعت خوانی کی مجلسیں ان کی روحانی غذا تھیں ـــــ انہوں نے کبھی ایسے عقیدے والوں سے التفات روا نہ رکھا، جن میں گستاخی سرکار دو عالم ﷺ کا ذرہ برابر شائبہ ہوتا۔ محبت رسول ﷺ ہی ان کی دوستی کی کسوٹی

۱۔ عاشق رسول، ص ۶۹/۷۰ ۲۔ تقریظ "عاشق رسول"، ص ۷

تھی، اور یہی رشتوں کا معیار!!

قاری صاحب کی زندگی قابلِ رشک ہے کہ ساری زندگی دین و مسلک کی خدمت میں گزاری، سلسلے کو خوب پھیلایا اور تبلیغ و ارشاد کا حق ادا کر دیا اور اس میں حضور ﷺ کے اس اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھا کہ آپ نے دشمنانِ اسلام کے بھی قریب جا کر پیار سے اسلام کا پیغام پہنچایا اور ان کے دلوں کو نرما کر اسلام کا گرویدہ و جانثار بنایا ــــــ [۲]

ان کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ انہوں نے زندگی کا ہر لمحہ اطاعت اور محبت رسول ﷺ میں گزارا ــــــ کوئی قدم بھی اتباعِ نبوی کے ارادے سے خالی نہ تھا۔ اور کوئی عمل بھی ایسا نہ تھا جس میں عشقِ رسول ﷺ کا عکس نہ ہو۔ اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے!

ان کی گفتگو اور تقاریر کا ایک ہی موضوع اور ایک ہی محور تھا، اور وہ تھا عشقِ رسول!

"اے لوگو! اگر تم اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو
رسول کی اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔"

اور "اے ایمان والو! اگر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے تو
آؤ میرے محبوب کے دربار میں۔"

تقریر کا آغاز عام طور پر مذکورہ بالا مفاہیم کی آیات سے ہوتا تھا ــــــ اور جب عشقِ رسول ﷺ میں ڈوب کر گفتگو اور تقریر کا ایک ایک بول دل کی گہرائیوں سے نکلتا تو دل تک پہنچتا ــــ انہوں نے اپنے دائرہ اثر میں اجڑے ہوئے دلوں کو اطاعتِ الٰہی اور حبِ رسول ﷺ کے جذبے سے آباد کیا۔

حضرت قاری صاحب کسی ایسے طرزِ فکر سے کبھی متفق نہ ہو سکے جس میں عظمتِ رسول ﷺ کے گھٹنے کا ذرہ برابر بھی احتمال ہو ــــــ وہ تو اس حکمِ الٰہی کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھتے کہ:

"اے لوگو! نبی کے سامنے اپنی آواز اونچی نہ کرو ــــــ اگر تم نے ایسا کیا تو
تمہارے سارے اعمال اکارت کر دیئے جائیں گے۔"

---

[۱] تقریظ "عاشقِ رسول"، ص ۱۰ [۲] عاشقِ رسول، ص ۱۵

درود وسلام کی محفلیں ہوتیں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مشہور سلام سے درودیوار گونج اٹھتے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کبھی یہ سلام پڑھا جاتا:

یانبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک
یاحبیب سلام علیک — صلوٰۃ اللہ علیک

نعتیں پڑھی جاتیں تو حضرت قاری علیہ الرحمہ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی [1]

ان کی ساری زندگی اتباع رسول ﷺ میں گزری۔ انہوں نے دل کی گہرائیوں سے سرکار دوعالم ﷺ کی اتباع میں پوشیدہ لذت کو محسوس کرلیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اپنے ایک مکتوب میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع کی فضیلت کا ایک شمہ اور ایک ذرہ بھی تمام دنیا کی لذتوں اور اُخروی انعامات سے بہتر ہے۔''

دیکھا جائے تو اتباع کا سرچشمہ عشق رسول ﷺ کا جذبہ ہے۔ جس سے حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ چمک رہا ہے—— یہی ان کا درس تھا اور یہی ان کی پکار!—— ساری عمر وہ اسی طرف لوگوں کو بلاتے رہے۔[2]

قاری محمد حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ کے برادر نسبتی حضرت مسعود ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے ان کے اس جذبے کی عکاسی ان الفاظ میں کی ہے:

''وہ عاشق رسول تھے اور محافل میلاد النبی ﷺ کے دلدادہ—— نعت خوانی کی مجلس میں نعتیں سن سن کر ایسی رقت طاری ہو جاتی کہ پورا وجود لرزہ براندام ہو جاتا۔ دل بریاں، زبان خاموش اور آنکھوں سے آنسو رواں—— وہ بڑے ذوق وشوق سے صلوٰۃ وسلام

---

[1] عاشق رسول، ص ۷۸ — [2] عاشق رسول، ص ۷۸

پڑھتے اور ہر محفل میں اس کا خاص اہتمام کرتے ـــــــ ان کی محبت کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ وہ محبت رسول میں ایسے فنا ہو گئے تھے کہ یہی محبت ان کے تعلقات کا پیمانہ بن گئی تھی۔ وہ اسی سے محبت کرتے تھے جو رسول ﷺ سے محبت کرتا تھا۔ وہ عاشق رسول کے خادموں کے خادم تھے اور منکرین رسالت مآب ﷺ کے لیے،

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں [۱]

حج کی سعادت:

اللہ کے محبوبوں سے محبت سے ان کے دل میں سب سے بڑے دربار یعنی خانہ کعبہ اور روضۂ رسول ﷺ کی تڑپ پیدا ہوئی۔ وہ جو کسی شاعر نے کہا ہے:

ـــ مدینے جاؤں، پھر آؤں مدینے، پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

یہ کیفیت حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی دیکھی گئی ـــــــ حج سے واپس آ کر وہیں کی لگن لگ جاتی۔ ذکر ہے تو وہیں کا، فکر ہے تو وہیں کا۔ حج میں گزرے ہوئے ایک ایک لمحے کا ذکر اشتیاق سے کرتے اور چشم گریاں اور دل بے تاب سے یہی کہتے نظر آتے:

ـــ اک تشنۂ دیدار پہ ہو جائے کرم اور
اک بار بلا لیجئے اے شاہِ اُمم اور [۲]

قاری صاحب کے والد گرامی نے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہیں بہت سے حجوں کی سعادت نصیب فرمائے ـــــــ یہ تب کی بات ہے جب آپ پیدل ہی اس سفر مقدس کے لیے نکل کھڑے ہوئے تھے ـــ باپ کے دل سے نکلی ہوئی یہ دعا حرف بہ حرف پوری ہوئی اور قاری صاحب نے ساری زندگی تنگی و ترشی میں بسر کرنے کے باوجود چار مرتبہ حج کیا۔ [۳]

★ ـــــ پہلا حج ۱۹۵۱ء میں بذریعہ بحری جہاز "سفینۂ عرب" کیا۔
★ ـــــ دوسرے حج کی سعادت بذریعہ ہوائی جہاز ۱۹۶۵ء میں حاصل ہوئی۔

۱۔ عاشق رسول، ص ۶۵/۶۶ ۲۔ عاشق رسول، ص ۴۰ ۳۔ عاشق رسول، ص ۳۰

★ —— آپ نے تیسرا حج ۱۹۷۰ء میں حج بدل کے طور پر کیا۔

★ —— اور چوتھا حج ۱۹۷۴ء میں ''سفینۂ حجاج'' نامی بحری جہاز کے ذریعہ کیا۔ اس سفر میں آپ کی اہلیہ محترمہ بھی ساتھ تھیں —— ان دنوں آپ کے بڑے صاحبزادے پیرزادہ سید محمد طاہر مدظلہ العالی ملازمت کے سلسلہ میں حرمین شریفین میں مکیں تھے۔[۱]

بیعت و اجازت و خلافت:

قاری صاحب علیہ الرحمہ دو سلسلہ ہائے طریقت میں بیعت تھے اور دونوں ہی میں اجازت و خلافت حاصل تھی —— سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد قاری محمد عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ سے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں،

★ —— حضرت شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۳۶ء)

★ —— مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۶۶ء)

سے بیعت تھے۔ جیسا کہ قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد زید لطفہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''قاری صاحب کے والد گرامی قاری محمد عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے شیخ طریقت تھے۔ قاری صاحب کو اس سلسلے میں انہی سے اجازت و خلافت حاصل تھی —— وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شیخ وقت شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۳۶ء) سے بیعت تھے مگر اجازت و خلافت حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے حاصل تھی۔''[۲]

قاری صاحب کے احوال میں ایک اور جگہ آپ نے لکھا ہے کہ:

''سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت و خلافت کی یہ صورت ہوئی کہ ۱۹۵۰ء میں جب قاری صاحب پہلی مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو واپسی میں دوران سفر رات خواب میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند علیہ الرحمہ کی زیارت ہوئی۔ جو خلافت و اجازت کی طرف مشیر تھی۔ چنانچہ جب یہ خواب حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں دہلی عرض کیا گیا تو آپ نے اجازت و خلافت سے نوازا۔''[۳]

---

[۱] ۔ عاشق رسول، ص ۳۷ تا ۴۲ ملخصاً [۲] ۔ تقریظ ''عاشق رسول''، ص ۱۱ [۳] ۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۲۰۸

القابات از شیخ مجاز:

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے فرزند نسبتی کے نام محررہ مکاتیب میں نت نئے القابات رقم فرمائے، جن سے آپ کی غایت درجہ محبت وشفقت جھلکتی نظر آتی ہے:

۱ عزیز القدر رخجستہ سیر سلمکم اللہ تعالیٰ (مرسلہ ۲ رنومبر ۱۹۴۷ء)

۲ اعزی قاری صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ واوصلکم الٰی غایۃ ما تتمنا کم (موصولہ ۳۰ ردسمبر ۱۹۴۷ء

۳ عزیز القدر رخجستہ سیر قاری صاحب رفع اللہ قدر کم (موصولہ ۱۹۴۸ء)

۴ جامع شریعت وطریقت عزیز خجستہ سیر وہ رحمٰن تمہارا حفیظ رہے۔ (مرسلہ ۱۸ ردسمبر ۱۹۵۰ء)

۵ عزیز القدر رخجستہ سیر اوصلکم اللہ تعالیٰ الی غایۃ ماتیمنا کم (مرسلہ یکم مئی ۱۹۵۱ء)

۶ عزیز وافر تمیز اوصلکم اللہ تعالیٰ الٰی غایۃ ما تتمنا کم (مرسلہ ۲۰ رمئی ۱۹۵۱ء)

۷ عزیز وافر تمیز رفع اللہ قدر کم ومنزلتکم (مرسلہ ۷ رجون ۱۹۵۱ء)

۸ ربیع فوادی ومنتہائے مرادی سلمکم (موصولہ ۱۹۵۳ء)

۹ رفیع المکان محبوب رب السبحان مولٰنا حفیظ الرحمٰن سلمہم المنان (مرسلہ ۲۱ رفروری ۱۹۵۳ء)

۱۰ ربیع فوادی ومنتہائے مرادی حبیب سبحان میاں حفیظ الرحمٰن سلمہم القوی المنان (موصولہ ۷ راکتوبر ۱۹۵۳ء)

۱۱ اعزی ارشدی رزقکم اللہ عافیۃ (موصولہ ۱۵ ر جولائی ۱۹۵۷ء)

۱۲ عزیزی ارشدی سلمہم الولی القوی (موصولہ اپریل ۱۹۵۸ء)

۱۳ اعز عزیزاں سلمہم القوی المنان وعافاہم عن سائر الطغیان (موصولہ ۲۰ راکتوبر ۱۹۶۰ء)

۱۴ غرہ صبح سعادت تتمہ مساء ہدایت سلمہ المولی بالکرامت (مرسلہ ۲۷ رمئی ۱۹۶۳ء)

۱۵ عزیز خجستہ سیر قاری صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین (موصولہ ۱۰ راکتوبر ۱۹۶۴ء)

۱۶ الزکی المخلص العزیز رفع اللہ قدر کم (موصولہ ۱۹ رمئی ۱۹۶۵ء)

۱۷ مظہر عنایات فراواں مصدر توجہات بے پایاں (موصولہ ۱۲ رستمبر ۱۹۶۶ء)[۱]

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: مکاتیب مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء

قابل رشک پیر:

حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالیہ نے تقریظ ''عاشق رسول'' میں قاری صاحب علیہ الرحمہ کا قابل رشک وصف بیان فرماتے ہوئے لکھا:

''کوئی پیر ایسا نہ دیکھا جو مریدوں کی خدمت کرتا ہو۔ قاری صاحب مریدین کی خدمت کرتے تھے۔ ان کی ناگوار باتوں کو نظر انداز کر دیتے، جب وہ ان کے دولت کدہ پر آتے تو ان کی ہر طرح خاطر اور دلداری کرتے۔

ان کے مرید بھی ان کو بہت چاہتے تھے۔ بہت کم ایسے مریدوں کو دیکھا جو اپنے مرشد کے لیے بیقرار اور اشکبار ہوتے ہوں، جیسے ان کے لیے ہوتے تھے ——— مریدین کی دعوت پر وہ جب بھی تبلیغ دین کے لیے تشریف لے جاتے تو کسی کے گھر پر نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ کسی نہ کسی مسجد میں قیام رہتا۔ (ص ۵۸)

وہ خود بھی انتہائی سادہ اور مخلص اور ان کے مرید بھی سادگی اور عقیدت اور محبت سے سرشار تھے۔''

علالت اور وفات:

حضرت قاری صاحب تقریباً پچاس برس کی عمر میں مرض ذیابیطس کا شکار ہوئے۔ اور آخر دم تک اسی سے نبرد آزما رہے۔ لیکن عبادت اور ریاضت کا سلسلہ آخری لمحے تک جاری رہا ——— رمضان شریف کے روزے آخر وقت تک نہیں چھوڑے۔ آپ نے آخری چند برس گھر میں نماز تراویح کا اہتمام کیا ———

آخر کار ۲۸ ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ / ۲۶ اگست ۱۹۸۴ء بروز پیر رات سوا دس بجے وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[۱]

اولاد امجاد:

تقریظ ''عاشق رسول'' میں حضرت مسعود ملت نے تحریر فرمایا ہے کہ:

۱۔ عاشق رسول، ص ۸۷

''حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کا گلشن جس طرح سرسبز وشاداب ہوا، قاری صاحب کی زوجہ محترمہ راقم کی بہن کا نام بھی فاطمہ ہی ہے۔ الحمدللہ ان کا بھی گلشن ایسا ہرا بھرا ہوا کہ آج ان کے بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں، پرنواسے پرنواسیاں.......... پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں آباد ہیں۔''[1]

قاری صاحب علیہ الرحمہ کی اولاد امجاد میں چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں ''تذکرہ مظہر مسعود'' ص ۵۵۰ پر حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی اولاد امجاد کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

''حضرت کی دوسری اہلیہ نور جہاں بیگم کے بطن سے دو صاحبزادیاں

★ فاطمہ بیگم (زوجہ سید حفیظ الرحمٰن) اور

★ عائشہ بیگم (زوجہ مولوی شفیق احمد مرحوم) ہوئیں۔

——اول الذکر کے بطن سے چار صاحبزادے

★ محمد طاہر[2] ★ محمد عارف ★ محمد زاہد ★ محمد ذاخر[3]

اور چار صاحبزادیاں:

★ حافظہ بیگم (زوجہ سید محمد مستقیم)

★ حامدہ بیگم مرحومہ (زوجہ اکرام الحق)

★ رابعہ بیگم (زوجہ اقبال حسن انصاری)

★ طاہرہ بیگم (زوجہ حافظ عبدالقدیر)

تولد ہوئیں۔ ان چاروں صاحبزادیوں کی اولاد کی تفصیل بالترتیب حسب ذیل ہے:

★ محمد عظیم، مظہر قیوم، محمد تسنیم، احمد وسیم، ندیم اور عارفہ بیگم —— یہ سب شکارپور میں مقیم ہیں۔

---

[1] تقریظ ''عاشق رسول''، ص ۱۵

[2]-[3] آپ کو قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے خلافت واجازت حاصل ہے۔ طاہر

★ احترام الحق، اسرار الحق، عرفان الحق اور صبیحہ بیگم ــــ یہ سب کراچی میں مقیم ہیں۔

★ شہزادا اقبال، فرخ اقبال، فرزانہ جبیں، دردانہ جبیں اور گل رعنا ــــ یہ سب راولپنڈی میں مقیم ہیں۔

★ محمد عاصم، محمد ہاشم، فرحت، رفعت، ثریا اور رخشندہ گوہر ــــ یہ سب احمد پور شرقیہ میں مقیم ہیں۔[۱]

قاری صاحب کے صاحبزادگان میں:

○ ــــ پیرزادہ سید محمد طاہر نقشبندی مجددی مظہری، ایم۔اے ــــ سب سے بڑے صاحبزادے ہیں اور حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں۔ قاری صاحب کے بعد وہی صاحب سجادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری رکھے۔

○ ــــ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف مظہری ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی ــــ

آپ قاری صاحب کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ بھی شیخ الاسلام حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہا الرحمہ سے بیعت ہیں۔[۲]

○ ــــ ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ر مارچ ۱۹۴۶ء[۳] ۱۰ر ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ[۴] کو ہوئی۔

○ ــــ تحصیل علم:

★ ۱۹۶۶ء میں ایم۔اے اردو کیا۔ ★ ۱۹۹۲ء میں ڈاکٹریٹ کی۔

○ ــــ تدریسی خدمات:

آپ اس وقت صادق ایجرٹن کالج، بہاولپور میں شعبۂ اردو میں سینئر پروفیسر ہیں۔[۵]

شعبۂ تدریس میں آپ کا تجربہ اس طرح سے ہے:

★ ڈگری سطح پر ــــ ۳۰ سال ★ یونیورسٹی سطح پر ــــ ۵ سال

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۵۵۰ ۲۔ تقریظ "عاشق رسول"، ص ۱۵

۳۔ مکتوب محررہ ۲۳ر مئی ۱۹۹۹ء از پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف بنام محمد عبدالستار طاہر، لاہور

۴۔ جہانگیر صد سالہ جنتری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ۵۔ تقریظ "عاشق رسول"، ص ۱۵

★ اردو کے ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے ۹ سال (۱۹۹۰ء سے)[۱]

○ ——— مقالہ ڈاکٹریٹ:

آپ نے ۱۹۹۲ء میں پی۔ایچ۔ڈی، کیا۔ مقالہ کا موضوع تھا:

''شاہد احمد دہلوی ——— حالات وآثار''

تین سو صفحات پر مشتمل اس مقالۂ ڈاکٹریٹ کو انجمن ترقی اردو، کراچی شائع کر رہی ہے۔[۲]

حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی نے آپ کے اس تحقیقی کام کو یوں سراہا:

''میاں عارف سلمہٗ نے اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور سے ڈاکٹریٹ کرلی ہے ——— انہوں نے شاہد احمد دہلوی، پر بہت ہی نفیس کام کیا ہے۔''[۳]

○ ——— ادبی خدمات:

آپ صادق ایجرٹن کالج، بہاولپور کے ترجمان مجلّہ ''نخلستانِ ادب'' کے نگرانِ اعلیٰ ہیں۔ ''نخلستان ادب'' کی دو خصوصی اشاعتیں قابلِ ذکر ہیں:

☆ سینچری نمبر ۱۹۸۷ء ☆ پاکستان گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۹۷ء

○ ——— نگارشات:

رسائل واخبارات میں آپ کے مضامین ۱۹۶۱ء سے گاہے بگاہے شائع ہو رہے ہیں ——— آپ نے ریڈیو پاکستان سے ایک طویل عرصہ پروگرام کے تحت مختلف موضوعات پر مضامین پڑھے۔ جن میں سے بیشتر ریڈیو کے رسالہ ''آہنگ'' میں شائع ہوئے ——— آپ کے آثار علمیہ کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے:

نمبر شمار	عنوان	جریدہ/مقام اشاعت	شمارہ
۱	غالب حریص لذت آزار	ماہنامہ ادبی دنیا، لاہور	نومبر دسمبر ۱۹۶۹ء

۱۔ مکتوب محررہ ۲۳ مئی ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر ۲۔ ایضاً

۳۔ مکتوب از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی بنام پروفیسر فیاض کاوش، میر پور خاص، سندھ، محررہ ۲۴ دسمبر ۱۹۹۲ء

نمبر شمار	عنوان	جریدہ/ مقام اشاعت	شمارہ
۲	مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری	ماہنامہ قومی زبان، کراچی	
۳	تذکرۂ مسعود	مشمولہ ''سیرت مجدد الف ثانی، کراچی	۱۹۷۶ء
۴	مولانا محمد حسین آزاد کے سفر اور	ماہنامہ قومی زبان، کراچی	جنوری ۱۹۸۱ء
۵	جاوید اختر کی افسانہ نگاری	ماہنامہ محفل، لاہور، عید الفطر نمبر	۱۹۸۷ء
۶	اقتباس کی تشریح ــــ کیوں اور کیسے؟		۱۹۹۴ء
۷	محمود نظامی، صاحب طرز سفر نامہ نگار	سہ ماہی الزبیر، اردو اکیڈمی بہاولپور (سفر نامہ نمبر)	۱۹۹۸ء
۸	رموز اوقاف		زیر ترتیب ۱
۹	طاقِ نسیاں	اردو اکیڈمی، بہاولپور	۱۹۹۹ء ۲

نمونۂ تحریر

''اچھے لوگوں کا ذکر اچھائی اور نیکی کے فروغ کا سبب بنتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں اچھائی کا دور دورہ ہو، اور یہاں لوگ اطمینان، سکون اور چین سے رہ سکیں تو ہمیں اچھے لوگوں کا ذکر کرتے رہنا چاہیے۔ خود خالق دو جہاں نے قرآن پاک میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ذکر کرنے کا بار بار حکم دیا ہے ــــ کیونکہ ان نفوس قدسیہ کے ذکر سے ان سے محبت بڑھتی ہے، اور ان کے حوالے سے زندگی کی اعلیٰ اقدار سے محبت پیدا ہوتی ہے

۱۔ مکتوب از پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف بنام محمد عبدالستار طاہر، لاہور، محررہ ۲۳ رمئی ۱۹۹۹ء

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۹ رجولائی ۱۹۹۹ء

——— وہ اقدار ہماری دنیا کو بھی حسین بناتی ہیں اور وہی ہماری آخرت کو بھی حسن بخشتی ہیں۔ گویا اہل اللہ کا ذکر اس دنیا میں شیطانیت اور ابلیسیت کے خلاف ایک جہاد ہے۔ غالباً اسی لیے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کا فرمانا ہے کہ:

''اولیاء اللہ کی حکایات اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔''

دورِ جدید کی یہ قباحت انسانیت کو لیے ڈوب رہی ہے کہ ہمارے اخبار و رسائل اچھائیوں کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے ——— رات دن برائیوں کو اچھالنا ان کا مشغلہ ہے۔ کیونکہ واقعہ جتنا زیادہ شرمناک ہوگا، اتنی ہی اخبار کی چلت اور فروخت زیادہ ہوگی ——— اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

ع حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

اور حیا نہ ہو تو دلوں میں چین اور اطمینان کہاں رہ سکتا ہے؟ ——— حقیقت یہ ہے کہ جس قوم میں بے حیائی پیدا ہوئی اسے تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا ——— قومِ لوط کی تباہی سے لے کر موجودہ دور میں بیروت کی تباہی تک سب کچھ ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔

لیکن آج ہم اسلاف کی سیرتوں کے روشن چراغ گُل کر کے یورپ اور امریکہ کے مریض معاشروں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، جن کا انجام اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں، لیکن اسلام ہمیں ہمیشہ انجام اور آخرت پر نظر رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ جو لوگ زندگی کی اس حقیقت کو سمجھ جاتے ہیں کہ:

ع کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

وہ وقتی لذتوں کے پیچھے نہیں بھاگتے ——— کیونکہ یہ حقیقت سورج کی طرح واضح اور روشن ہے کہ وقتی لذت کا نتیجہ دائمی اذیت، اور وقتی اذیت برداشت کر لینے کے بعد دائمی راحت مقدر بنتی ہے ——— تہذیبِ جدید نے ہمیں وقتی لذتوں کے پیچھے بھگا بھگا کے بے حال کر دیا ہے۔ جو لوگ حقیقت میں کامیاب رہے وہ وقتی لذتوں سے دور رہے اور ہمیشہ کا سکون و اطمینان اس دنیا سے لے گئے۔ لیکن جو وقتی لذتوں کے پیچھے بھاگے ان کی روحیں تا ابد

بے چین و بے قرار بھٹکتی پھرتی ہیں ـــــ لہٰذا ایسے بندگان خدا کا ذکر اس دور میں سکون قلبی کا سبب بنے گا جنہوں نے اپنی زندگیاں انسانی فلاح و بہبود میں گزاریں ـــــ کیسی ہی مشکلیں آئیں انہوں نے اللہ و رسول کے احکام کے مطابق زندگی بسر کی۔

رضائے الٰہی اور اطاعت خداوندی ہی زندگی میں دائمی سکون کا سبب ہے۔ ورنہ ہوس کی کوئی حد نہیں ـــــ جب کوئی شخص اس دلدل میں پھنستا ہے تو ایسا کہ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ٹھہرتا ہے، دنیا میں بھی نقصان اور آخرت میں خسران مبین! [۱]

○ ـــــ تیسرے صاحبزادے سید محمد زاہد ـــــ پی۔ آئی۔ اے میں ملازم ہیں۔ [۲]

○ ـــــ چوتھے صاحبزادے سید محمد فاخر چشتی نقشبندی

تبلیغ و ارشاد کے کام میں مصروف ہیں۔ [۳] آپ کی ولادت ۱۹۵۴ء میں گلی حلوائیاں والی، بہاولپور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر والد گرامی اور والدہ ماجدہ سے حاصل کی ـــــ مزید برآں ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی ـــــ آپ اپنے نانا جان مفتی اعظم محمد مظہر اللہ شاہ دہلوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں بیعت ہوئے ـــــ آپ اپنے والد گرامی کے سلسلہ چشتیہ صابریہ کے سجادہ نشین ہیں۔ [۴]

آپ کے ماموں جان ذی وقار پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید لطفہٗ نے ۳ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ/ ۱۸ جولائی ۱۹۹۹ء کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ مسعودیہ میں اجازت و خلافت سے نوازا اور سند بھی مرحمت فرمائی۔ [۵]

سید فاخر صاحب کے تفصیلی حالات احقر راقم السطور کی مرتبہ کتاب ''خلفائے مسعود ملت'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ پیش لفظ ''عاشق رسول'' ص: ۵ تا ۷، مطبوعہ بہاولپور ۱۹۹۷ء

۲۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۱۰

۳۔ تقریظ ''عاشق رسول''، ص ۱۵

۴۔ مکتوب سید محمد فاخر، بہاولپور موصولہ ۲۱ راگست ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر

۵۔ مکتوب گرامی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بنام محمد عبدالستار طاہر۔

صاحبزادہ ڈاکٹر مفتی ابوالخیر محمد زبیر

حضرت قبلہ کے محبوب نواسے ہیں، علماء وفقہائے پاکستان کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں۔[1]

نام والقاب:

آپ کا اسم گرامی محمد زبیر ہے اور کنیت ابوالخیر۔ یہ کنیت آپ کے نانا مفتی اعظم مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ نے عطا فرمائی۔ گھر کے بڑوں اور بزرگوں میں "ننھے میاں" اور گھر سے باہر صاحبزادہ زبیر کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

خاندان:

آپ کا خاندان کئی واسطوں سے صحابی رسول اور میزبان مصطفیٰ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اسی لیے "انصاری" کہلواتے ہیں۔

والد گرامی:

ملک کے نامور عالم دین، پاکستان کے مفتی اعظم، سندھ کی عظیم دینی درسگاہ رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، حیدرآباد سندھ کے شیخ الحدیث مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ آپ کے والد گرامی ہیں ——— آپ بڑے باکمال روحانی بزرگ تھے۔ مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ شاہی امام جامع فتحپوری، دہلی کے داماد تھے۔ اور حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود دامت برکاتہم العالیہ کے بہنوئی ——— آپ کا مزار حیدرآباد میں راجپوتانہ ہسپتال کے قریب جام شورو روڈ پر مرجع خلائق ہے۔

آپ کی علمی، دینی اور روحانی خدمات کا ایک جہاں معترف ہے ——— آپ مشہور زمانہ کتاب "رکن دین" کے حصص "کتاب الصیام"، "کتاب الحج" اور "کتاب الزکوٰۃ"

---

[1] تذکرۂ انوار مظہریہ، ص ٢٧٦

جیسی بلند پایہ تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں ـــــ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ بھی مرتب کیا جانا چاہیے۔ مفتیِ اعظم ہونے کے ناطے مجموعہ فتاویٰ کا نہ ہونا بہت بڑی کمی کا باعث ہے۔ آپ کے متوسلین کو اس علمی سرمایہ کو منظر عام پر لانا چاہیے۔

داداجان:

پاک و ہند کے عظیم روحانی بزرگ حضرت خواجہ شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۳۶ء) آپ کے دادا ہیں۔ جن کی لکھی ہوئی مشہور زمانہ کتاب ''رکنِ دین''، ''کتاب الصلوٰۃ'' آج بھی روزِ اول کی طرح مقبول عام ہے۔

آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ تینوں سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی، لیکن غلبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو حاصل تھا۔ آپ نے الور جیسے کفرستان میں اسلام کی روشنی پھیلا کر دل و نظر منور کر دیئے۔

ناناجان:

آپ کے نانا جان مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ ہیں جو شاہی مسجد فتحپوری، دہلی کے شاہی امام اور ہندوستان میں اہل سنت و جماعت کے مفتی اعظم تھے، آپ کا علمی اور روحانی مقام اتنا بلند تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح اور قائد ملت لیاقت علی خان جیسی شخصیات بھی آپ کی بارگاہ میں حاضری کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھتی تھیں۔ ملک کے مایہ ناز اور قابل صد فخر محقق و مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد آپ ہی کے فرزندِ ارجمند ہیں۔

تانابانا:

صاحبزادہ صاحب پر اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی لطف و کرم ہے کہ اس نے آپ کو ددھیال اور ننھیال دونوں بلند پایہ علمی اور روحانی گھرانے عطا فرمائے۔

ایک روز بندیال میں زمانہ تعلیم کے دوران استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۹۹ء) نے صاحبزادہ زبیر صاحب سے دریافت فرمایا کہ:

کیا واقعی حضرت شاہ محمد رکن الدین علیہ الرحمہ آپ کے دادا تھے؟

انہوں نے عرض کیا: "جی ہاں!" پھر فرمایا کہ:

"کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ آپ کے نانا تھے۔"

انہوں نے عرض کیا:

"جی ہاں یہ بھی بالکل صحیح ہے، لیکن آپ اتنے تعجب سے کیوں دریافت فرمارہے ہیں۔"

علامہ صاحب نے فرمایا:

"ہماری دادی کے پاس "رکن الدین" رسالہ ہوا کرتا تھا، وہ اسی سے مسئلے نکالتی تھیں اور ہمیں بتاتی تھیں، جس سے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ حضرت شاہ رکن الدین کوئی بہت پرانے زمانہ کے جید متقدمین علماء میں سے ہوں گے لیکن اب پتہ چلا کہ وہ تو آپ کے دادا ہیں اور قریبی دور کے باکمال بزرگ ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے بڑوں سے بچپن میں سنا کرتے تھے کہ دارالسلطنت دہلی میں دو بڑے مفتی ہیں، ایک دیوبندیوں کے ہیں اور ایک سُنیوں کے ہیں۔ سُنیوں کے مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ وہ آپ کے نانا ہیں۔"

پھر مسکرا کے فرمانے لگے کہ:

"اس طرح تو آپ کا نانا بانا دونوں ریشم کے ہوئے۔"

ولادت باسعادت:

آپ اپنے نانا مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی دعا ہیں یعنی "دعائے مظہری" — آپ کی ولادت باسعادت ۱۸ر رجب المرجب ۱۳۷۳ھ/ ۲۵ر اپریل ۱۹۵۴ء بروز بدھ ہیرآباد، حیدرآباد، سندھ میں ہوئی۔

مقصود مفتی اعظم:

آپ اپنے نانا علیہ الرحمہ کا مقصود ہیں جیسا کہ انہوں نے آپ کے والد گرامی مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ کے نام مکتوب گرامی موصولہ ۲۵ر اپریل ۱۹۵۴ء میں لکھا:

"کسی بچہ کے نام کی فرمائش ہے؟ کیا میں اپنی دعاؤں میں کامیاب ہوگیا ہوں،

میں بڑی بے چینی کے ساتھ اس کے جواب کے انتظار میں اگر میرا مقصود برآ گیا ہے تو اس کا نام تو محمد مقصود ہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور آپ نے کوئی تجویز کرلیا ہو تو وہ بہتر ہے۔‘‘

عالم اسلام کے مشہور اسکالر ماہر رضویات اور صاحبزادہ صاحب کے ماموں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے ۱۹۹۵ء میں اپنے مکان پر کراچی میں عرس مظہری (اپنے والد گرامی حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ) کے موقع پر اپنے خطاب میں صاحبزادہ صاحب کے متعلق حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اسی گرامی نامہ کے حوالہ سے یاد فرمایا:

’’اب میں اپنے بعد ان کو تقریر کی دعوت دیتا ہوں جو صاحب عرس کے مقصود و محبوب ہیں اور یقیناً آپ کا عالمانہ اور محققانہ خطاب صاحب عرس کی زیادہ فرحت و خوشی کا باعث ہوگا۔‘‘

محبوب ومرادِ مفتیٔ اعظم:

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو اپنے اس نواسے سے بڑا پیار تھا، اور بے حد قلبی تعلق تھا۔ اس کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے ایک گرامی نامہ میں صاحبزادہ صاحب کے متعلق تحریر فرمائے:

’’ننھے میاں کے دیکھنے کو دل چاہتا ہے، گو مخلوق کی طرف سے اب التفات قلب میں نہیں پاتا، لیکن بایں ہمہ جب عزیز یاد آجاتا ہے تو اس کی ملاقات کی دل میں خواہش پاتا ہے۔‘‘[۱]

اپنے ایک اور مکتوب میں اپنے روحانی مربی اور صاحبزادہ صاحب کے دادا خواجہ محمد رکن الدین الوری علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

’’ننھے میاں سلمہٗ آپ کو زیادہ ستاتے تو نہیں۔ افسوس کہ اس وقت حضرت تشریف فرما نہیں کہ اس کی شرارت کو ملاحظہ فرما کر مسرور ہوتے۔ مجھے تو اس کی باتیں سن کر بڑی مسرت ہوتی ہے۔‘‘[۲]

۱۔ مکتوب بنام مفتی محمد محمود الوری، از دہلی

۲۔ مکتوب بنام مفتی محمد محمود الوری، از دہلی موصولہ ۱۸ ردسمبر ۱۹۵۸ء

صاحبزادہ صاحب نے جب اپنے بچپن میں حضرت مفتی اعظم کو خط تحریر کیا تو آپ نے اس پر اپنی بے پناہ مسرت اور فرحت کا اظہار کرتے ہوئے خوب دعاؤں سے نوازا اور تحریر فرمایا:

"ربیع فوادی و منتہی مرادی ابوالخیر محمد زبیر سلمہٗ الخیر

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ تمہارا نامہ محبت شمامہ موصول ہو کر کمال فرحت و انبساط کا سبب ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اسی طرح تاحیات میرے لیے دعاؤں میں مصروف رکھے۔ تمہاری ذات والا صفات میرے لیے وجہ حیات ہے ورنہ اب تک میری زندگی کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ تمہیں اندازہ ہوگا کہ صحیح ہوتا تو خدا جانے کیا کیا لکھتا۔ اب اس کو اپنے خیال میں لا کر تسلی دیا کرو۔"[1]

ایک اور مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:

"سعادت و توفیق آثار، ابوالخیر میاں محمد زبیر سلمہٗ بالخیر

وعلیکم السلام ورحمۃ ربکم المنعام۔ تمہارے نامہ مسرت افزا نے عید میلاد کی مسرت کا اعادہ کر دیا۔ مولیٰ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ مسرور اور اپنے وعظ و نصائح میں کامیاب رکھے اور تم بھی معززینِ دُنیا کو اپنے افکار سے رُلاؤ۔ تمہاری مسرت نے اس غمگین پر بھی وہ اثر کیا کہ باید و شاید۔ تمہاری مجالس میں خود گورنر حاضری دے اور تمہارے فیض سے مستفیض ہو کر راہ آخرت پکڑے۔"[2]

۱۔ مکتوب بنام صاحبزادہ محمد زبیر از دہلی بحوالہ "تذکرہ مظہر مسعود"، ص ۱۱۸

۲۔ مکتوب بنام صاحبزادہ محمد زبیر از دہلی، مکتوبہ ۱۹۶۳ء، بحوالہ "تذکرہ مظہر مسعود"، ص ۱۸۸۔۔۔۔ حیدرآباد سندھ میں گورنر مغربی پاکستان کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا تھا۔ اس میں صاحبزادہ موصوف نے تلاوت قرآن فرمائی تھی۔ اس وقت صرف دس گیارہ سال کی عمر تھی۔ اس کا ذکر نانا جان علیہ الرحمہ کے نام خط میں کیا ہوگا۔ جس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ اہل باطن کا اصل کمال یہ ہے کہ خود گورنران کے دربار میں حاضر ہو۔

دربار شہنشہی سے خوش تر   مردانِ خدا کا آستانہ

محمد مسعود احمد

نگاہ ولایت:

ہندوستان کے مفتی اعظم اور کشور معرفت کے اس تاجدار کی نگاہِ ولایت دیکھ رہی تھی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر علوم ظاہری میں اپنے کمال کو پہنچے گا۔ اسی لیے اپنے کتب خانہ کی نادر و نایاب کتابیں حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ کو دینے کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''اپنے حصہ کی کتابیں کوئی نہ چھوڑیں، سب لے لیں، زبیر سلمہٗ مع الخیر کے کام آئیں گی۔''[۱]

ایک اور مکتوب گرامی میں اپنے قلبی جذبات کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے تحریر فرمایا:

''کتابوں کا حصہ تمہارے اور عزیز ابوالخیر کے کام نہ آیا تو میری روح کو صدمہ ہوگا۔''[۲]

اور یہی نگاہِ ولایت جس نے اس بچہ کے علم ظاہری کی استعداد کو دیکھ لیا تھا۔ اسی نگاہ نے اس بچہ کی پیشانی پر چمکتے ہوئے آثار سعادت اور اس کی باطنی استعداد کا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں ارشاد فرمایا:

''حضرت ننھے شاہ صاحب کی خدمت میں میری طرف سے عرض کریں کہ مریدین اولاد کا درجہ رکھتے ہیں اور اولاد ہمیشہ ستاتی ہے۔ اس پر اس کو نکالا نہیں جا سکتا۔ سب پر پوری توجہ رکھیں۔ اس میں آپ کے سلسلے کی ترقی بھی مضمر ہے۔ آپ کی قوت باطنی ایسی نہیں کہ تعلیم اسمیں حارج ہوگی۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو دینی اور دنیوی علوم کی اوج اعلیٰ پر پہنچائے۔''[۳]

ایک اور مکتوب گرامی میں صاحبزادہ صاحب کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''عزیز القدر، حافظ عدیم المثل، واعظ بے بدل سلمہٗ المولیٰ منعم الاول!

وعلیکم السلام ورحمۃ ربکم المنعام۔ تمہارا خط کل دیکھ کر اتنی مسرت ہوئی جو قابل

۱۔ مکتوب بنام مفتی محمد محمود الوری از دہلی مکتوبہ ۱۹۶۶ء

۲۔ مکتوب بنام مفتی محمد محمود الوری، از دہلی

۳۔ مکتوب بنام مفتی محمد محمود الوری از دہلی محررہ ۳ راگست ۱۹۶۶ء بحوالہ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۱۷

رقم الاجراء ٦٩-١-١١٠ — رقم السلسلة ٣٩

ركن الاسلام الجامعة المجدديه
حيدرآباد باكستان

الشهادة العاليه لمن اكامل العلوم الدراسية

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي خلق آدم من طين و فضله بالعلم ففاق الملائكة المقربين والصلاة والسلام على من اوتي علوم الاولين والآخرين وعلى آله و اصحابه و اولياء امته الذين قاموا بنصرة الدين لاسيما على سراج الحق واليقين خواجه محمد ركن الدين النقشبندي المجددي القادري الجشتي صاحب الولاية القاهرة و منبع الفيوض الباطنة و الظاهرة الذي ينتمي اليه مدرسة ركن الاسلام الجامعة المجدديه وهي معهد فذ لعلوم شتى من العلم التفسير والحديث والفقه والادب يلتحق به التلاميذ من كافة انحاء البلاد.

اما بعد فان الحاذق في الدين ابو الخير محمد زكريا ابن علامة الشيخ المفتي محمد محمود الوري المتوطن حيدرآباد باكستان التحق به و اشتغل بتعلم العلوم الدينية فلما فرغ عن دراسته شرفناه بالشهادة العالية بمشهد العلماء العظام وكرمناه بالعمامة بايدي الفضلاء الكرام فعليه شكر هذه النعمة كما قال الله تعالى و اما بنعمة ربك فحدث و نوصيه بتقوى الله في السر و العلانيه و ان يتواصل بنشر العلوم الدينيه و يتمسك باهداب الدين و ان يتخلق باخلاق العلماء الربانيين و يتزيا بزيهم و ان لاينسانا في خلواته وجلواته وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين و العاقبة للمتقين.

وستأتي اسماء الكتب التي قرأها علينا

بخاري شريف ـ مسلم شريف ـ ترمذي شريف ـ ابو داؤد شريف ـ سنن ابن ماجه شريف ـ سنن نسائي شريف ـ طحاوي شريف ـ موطا امام مالك ـ تفسير جلالين ـ تفسير بيضاوي ـ الفوز الكبير ـ شرح العقائد النسفيه ـ شرح الوقايه (اولين) الهدايه (اخيرين) ـ حمد الله ـ قاضي مبارك ـ الحسامي ـ التلويح على التوضيح ـ مختصر المعاني ـ شرح جامي ـ السراجي ـ ديوان الحماسه ديوان المتنبي ـ الميبذي وغيرها.

حرر في شهر شوال ٢٩ ١٣٨٨ من الهجريه الموافق جنوري ١٩٦٩ من الميلاديه

امضاء

امضاء من شهد من العلماء البارزين

رئيس الجامعه

امين الجامعه

عميد الجامعه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الولي العلي والصلوة والسلام على رسوله النبي الأمي وعلى آله و
أصحابه وأوليآء أمته المبرئين عن الشرك الخفي والجلي أما بعد
فإن الولد الصالح المولوي ابو الخير محمد زبير أطال الله بقاءه في طاعته
وحبه وجعله للمتقين إماما لما دخل بتوسط هذا الفقير في سلك إرادة
لمشائخ الطريقة النقشبندية وسلك طريقتهم العلية قدس الله تعالى
أسرارهم وظهر منه الإنتفاع للطريقة أجزته لتعليم طريقة هؤلاء الأكابر
للطلاب وأيضا أجزته لتعليم الطريقتين العاليتين القادرية والجشتية
كما أجازني والدي ومرشدي رحمة الله تعالى عليه
أوصي الولد العزيز بتقوى الله واتباع الشريعة والثبات على الطريقة والحقيقة
ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم آمين وصلى الله تعالى على خير
خلقه محمد وآله وأصحابه وأوليآء أمته أجمعين وآخر دعوانا أن
الحمد لله رب العالمين

٢٨ رجب المرجب ١٣٩٢ هجرية بروز جمعة المبارك

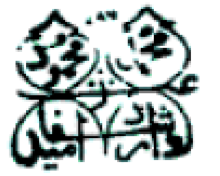

UNIVERSITY OF SINDH

MASTER OF ARTS

1976

This is to certify that Abul Khair Muhammad Zubair s/o Muhammad Mahmood Ansari having been examined in 1976., was found qualified for the Degree of Master of Arts in Islamic Culture

Class First

Registrar, University of Sindh

Vice-Chancellor, University of Sindh

Chancellor, University of Sindh

Jamshoro, Sindh (Pakistan) Dated 11th Aug '25

UNIVERSITY OF SINDH

DOCTOR OF PHILOSOPHY

1993

This is to certify that *Abul Khair Muhammad Zubair* *S/o Mufti Muhammad Mahmood* having been found to be duly qualified on examination of his thesis on "Naqshbandi Sufis of Sindh" was admitted to the Degree of Doctor of Philosophy in Islamic Culture in this University in the year 1993.

Controller of Examinations, *University of Sindh.*	Registrar, *University of Sindh.*	Vice-Chancellor, *University of Sindh.*

Jamshoro Sindh (Pakistan) *Dated 3rd August 1994*

الأزهر
الأمانة العامة
اللجنة العليا للدعوة الإسلامية

بسم الله الرحمن الرحيم

شهادة

تشهد الأمانة العامة للجنة العليا للدعوة الإسلامية بالأزهر الشريف

بأن فضيلة الشيخ / صاحب زاده أبو الخير محمد زبير من باكستان

تلقى برنامجاً تدريبياً في مناهج الدعوة الإسلامية في المدة

من ٢١ رجب ١٤٠٦هـ الموافق ١/٤/١٩٨٦م إلى ٢٣ شوال ١٤٠٦هـ الموافق ٣٠/٦/١٩٨٦م

٢٣ شوال ١٤٠٦هـ
القاهرة في ٢٩/٦/١٩٨٦م

الأمين العام
الأمين العام للجنة العليا للدعوة الإسلامية
دكتور / [illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم

U.A.R. BROADCASTING CORPORATION
ARABIC BY RADIO

إذاعة الجمهورية العربية المتحدة
تعليم العربية بالراديو

CERTIFICATE

شهادة

The U.A.R. Broadcasting Corporation certifies that Aboul Khair Mohd. Zubair, of Hyderabad, Pakistan, was a regular listener to the course of "Arabic by Radio" and has passed a test on first stage.

تشهد إذاعة الجمهورية العربية المتحدة أن السيد ..... ابو الخير محمد زبير القاطن .... قد واظب على الاستماع إلى دروس تعليم العربية بالراديو من إذاعة القاهرة وأنه اجتاز اختبار المرحلة .... في اللغة العربية .

مدير تعليم العربية بالراديو

DIRECTOR OF ARABIC BY RADIO

رئيس مجلس ادارة هيئة الاذاعة

CHAIRMAN OF BOARD OF DIRECTORS
U.A.R. BROADCASTING CORPORATION

القاهرة في ١٨/ ٢ / ١٩٦٧م

تحریر نہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ بارہویں شریف کے جلسہ میں تمہاری اور تمہارے والد صاحب کی تقریر نہ ہو سکی۔ اسی زمانہ میں تمہارے مریدین اور سامعین کو بھی تمہارا گرویدہ ہوتا تھا۔"[۱]

تحصیل علم:

آپ نے قرآن پاک کچھ اپنی پھوپھی صاحبہ سے اور کچھ حافظ اللہ بخش صاحب سے پڑھا۔ عربی کی تعلیم کا آغاز اپنے والد گرامی سے کیا۔ پھر درس نظامی کی کچھ کتابیں آپ سے پڑھیں اور کچھ کتابیں دارالعلوم رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے دیگر قابل مدرسین سے پڑھیں۔ ساتھ ساتھ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن حیدرآباد، سندھ سے علوم شرقیہ اور مروجہ اسکول کالجز کے امتحانات بھی پاس کرتے رہے۔ چنانچہ

★—— ۱۹۶۷ء میں مولوی عربی ★—— ۱۹۶۸ء میں میٹرک،

★—— ۱۹۶۹ء میں مولوی عالم

★—— ۱۱ر جنوری ۱۹۶۹ء کو رکن الاسلام سے دورۂ حدیث کے بعد "الشہادۃ العالیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ" حاصل کی۔

★—— ۱۹۷۰ء میں مولوی فاضل

★—— ۱۹۷۱ء میں تجوید و قرأت میں مہارت پر سند تجوید و قرأت حاصل کی۔

★—— ۱۹۷۱ء میں سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد سے بی۔اے،

★—— ۱۹۷۷ء میں ایم۔اے اسلامک کلچر، سندھ یونیورسٹی، جامشورو۔

★—— ۱۹۸۶ء میں جامعہ الازہر، قاہرہ مصر سے وہاں کے قابل ترین اور مشہور زمانہ اسکالرز کی زیر نگرانی ایک ریفریشر کورس مکمل کیا اور وہاں کے شیخ الجامعہ شیخ جاء الحق علی جاد الحق سے دورۂ تدریبیہ کی تکمیل پر سند تکمیل حاصل کی۔

★—— ۱۹۹۴ء میں "سندھ کے صوفیائے نقشبند" پر تحقیقی مقالہ لکھ کر سندھ یونیورسٹی جامشورو سے پی۔ایچ۔ڈی کیا۔

۱۔ مکتوب بنام صاحبزادہ محمد زبیر محررہ ۲۳ر جولائی ۱۹۶۳ء بحوالہ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۱۷

اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ کرام میں وقت کے جید علماء کرام شامل ہیں جن میں:

☆ مناظر اہل سنت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی

☆ استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۹۹ء)

☆ والد گرامی قدر مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ، قابل ذکر ہیں۔

○ —— معقولات و منقولات کی چند خصوصی اور اہم کتابیں پڑھانے کے لیے آپ کے والد گرامی نے مناظر اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب کو خصوصی طور پر آپ کے لئے بلایا، جنہوں نے ''حمد اللہ''، ''میبذی'' وغیرہ—— جیسی اہم کتابیں آپ کو پڑھائیں۔

اس کے بعد مولانا محمد اشرف صاحب سیال شریف چلے گئے۔ لہذا کچھ مزید منتہی کتابیں پڑھنے کے لیے آپ بندیال شریف چلے گئے۔

○ —— جہاں استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ سے آپ نے مسلسل دو سال یعنی ۱۹۷۲ء، ۱۹۷۳ء میں معقولات اور منقولات کی آخری کتابوں کے علاوہ ''خیالی''—— ''میر زاہد''، ''غلام یحیٰ'' اور ''مسلم الثبوت'' جیسی ادق اور معرکۃ الآراء کتابیں جو عام طور سے درس نظامیہ میں کہیں نہیں پڑھائی جاتیں۔ وہ بھی بڑی محبت اور پوری لگن کے ساتھ پڑھیں اور اپنی ذکاوت، ذہانت اور محنت کے باعث اپنے استاد کی قلبی رضا حاصل کی۔ جس کا اظہار حضرت استاذ العلماء نے اپنے ایک مکتوب گرامی کے ان الفاظ میں فرمایا:

''بندہ کا معمول یہ ہے کہ جو طالب علم پڑھنے میں محنت کرے وہ پسندیدہ ہے اور اس کا عکس غیر محمود ہے۔ آپ نے پڑھنے میں کافی محنت کی ہے، اس لیے میرا دل آپ پر خوش ہے۔''[۱]

حضرت استاذ العلماء نے آپ کو دو خاص سندات سے نوازا جو انہیں عرب ممالک کے مشائخ کرام سے ملی تھیں۔

۱۔ مکتوب علامہ عطا محمد بندیالوی، بنام صاحبزادہ محمد زبیر، موصولہ ۲۱ ستمبر ۱۹۷۲ء

بسم الله الرحمن الرحيم

يا الله جل جلاله

الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء

يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

سند الحديث والتفسير

الحمد لله الذى انزل السنة الغراء اضوء من الصبح الابلج كما انزل احسن الحديث كتابا متشابها غير ذى عوج . والصلوة والسلام على سيدنا محمد خير مرسل وافضل من الى السماء عرج واعظم من اوتى الحكمة وجاء بالمعجزات والحجج وعلى اله طيبى الأرج وعوالى الرتب والدرج، واصحابه الذين بذلوا فى احياء سنته المهج ومن فى نظام سلكهم اندرج

امابعد فيقول الراجى الطاف ربه الاحد المنان عطا محمد بن الله بخش اعوان انه قد قرأ على مولانا ابوالخير محمد زبير ... ابن مفتى محمد محمود الوريى المتوطن حيدرآباد (باكستان) فاجزته اجازة بمجموعها عامة تامة وبكل مايجوز لى روايته من كتب الحديث والجوامع والسنن والمسانيد والاجزاء والمستخرجات والمستدركات والمسلسلات وغير ذالك من كتب التفسير وعلومه كعلوم الحديث واصولهما كما اجازنى شيوخى الكرام عليهم رحمة الله المنعام مثل مولانا الشيخ الحاج عبد القادر بن المرحوم الشيخ عبد الرزاق كما اجازه مشائخه الكرام مثل مولانا العلامة الشهير فى كل نادى شيخ مدينة الحدباء الحاج احمد بن العلامة الشيخ عبد الوهاب الجوادى رحمه الله تعالى بلطفه السرمدى كما اجازه مشائخه الكرام مثل مولانا مهاجر الحرمين الشريفين العلامة المحدث فخر المجالس والنوادى الشيخ عبد الحق بن مولانا المولوى الشيخ الشاه محمد الالٰه آبادى تغمده تعالى برحمته واسكنه بحبوحة جنته كما اجازه مشائخه الكرام مثل مولانا العلامة المحدث محمد قطب الدين الدهلوى المكى ومولانا العلامة المحدث الشاه عبد الغنى الدهلوى المدنى وغيرهما، واسانيدهم مذكورة فى حصر الشارد والانتباه واليانع الجنى والرسالة المسماة بالعجالة النافعة وغيرها وقد اجزت له ايضا ان يجيز كل من يراه اهلا لذالك وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين والحمد لله رب العالمين ـ آمين

اسامى الكتب المقروة ________________

رقم السند ... [illegible]

التاريخ [illegible]

المجيز

عطا محمد

عطا محمد بن الله بخش الجتنى

بسم الله الرحمن الرحيم

يا الله جل جلاله — يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال ابن المبارك: الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء

سند الفقه الحنفي

الحمد لله الذي رفع قدر الفقهاء، وجعلهم ورثة الانبياء، والصلوة والسلام على صاحب الشريعة الغراء وعلى آله واصحابه البررة النجباء، والتابعين لهم من ذوي الاصطفاء، سيما فقيه الملة ابي حنيفة رئيس العلماء، اما بعد فاني اروي السلسلة الفقهية المتصلة بائمتنا الحنفية، اغرق الله على احد منهم سحائب رحمته الوفية الى امامنا الاعظم والمجتهد الاقدم الامام ابي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي جوزي عنا خير الجزاء وكوفي، عن السيد الفاضل عبد الله عبد الرزاق الخطيب بجامع الامام الاعظم رضي الله تعالى عنه عن الشيخ عبد الحميد بن السيد احمد امام وخطيب جامع سيدنا الكاظم رضي الله تعالى عنه عن شيخ الطريقة العلامة الشيخ قاسم بن محمد عن علامة زمانه ابي الهدى عيسى صفاء الدين بن موسى جلال الدين، عن العلامة المدرس الشيخ حسين كمال الدين الكركوكي الحنفي عن خير الدين والدنيا الفقيه المصري خير الدين الرملي صاحب الفتاوى الخيرية عن الشيخ محمد بن محمد الحانوتي عن والده عن محب الدين بن شرابش عن ابي الخير محمد بن محمد الرومي عن جده ابي الفتح محمد بن محمد بن علي الحريري عن ابيه عن القوام امير كاتب بن عمر الاتقاني عن الحسام الحسين بن علي السغناقي عن حافظ الدين ابي البركات عبد الله بن احمد النسفي صاحب المنار والكنز والمدارك عن شمس الاسلام محمد بن عبد الستار الكردري ويروي الكردري عن البرهان المرغيناني من غير واسطة ايضا عن الامام قاضي خان عن برهان الدين ابي الحسن علي بن ابي بكر المرغيناني صاحب الهداية عن برهان الدين الكبير عبد العزيز بن عمر بن مازة ومحمود بن عبد العزيز الاوزجندي وهما عن شمس الائمة السرخسي عن شمس الائمة الحلواني عن ابي علي الحسين بن خضر النسفي عن ابي بكر محمد بن الفضل عن الاستاذ ابي محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب السبذموني الحارثي عن القدوة ابي حفص الصغير عبد الله عن والده الامام الشهير بابي حفص الكبير احمد بن حفص البخاري عن الامام ابي عبد الله محمد بن حسن الشيباني عن الامام الاعظم المجتهد الاقدم ابي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي رضي الله تعالى عنه عن حماد بن مسلمة عن ابراهيم النخعي عن علقمة عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه عن سيد المرسلين وخاتم النبيين صلى الله عليه وسلم عن امين الوحي جبريل عليه الصلوة والسلام عن الله تبارك وتعالى شانه وتقدست اسماؤه وصفاته. هذا، وقد اجزت بهذه السلسلة الفقهية المتصلة بائمتنا الحنفية الشيخ الفاضل **ابو الخير محمد زبير بن الشيخ محمد محمود الانوري** واجزته بان يجيز كل من يتورد اليه ويقرأ عليه ورآه اهلا لذلك بشرط ان لا ينساني والمذكورين من دعواته الصالحة ووصيتي لنفسي وإياه بتقوى الله في السر والعلانية ونسأله تعالى حسن الختام وان يدرجنا وإياه في سلك من ذكر من الائمة الكرام وان يدخلنا جوار سيد الانام عليه افضل الصلوة واكمل السلام.

رقم السند

التاريخ ٥ جمادى الثاني ١٤١٣هـ / ٣٠ نومبر ١٩٩٢م يوم الخميس

المجيز

الحافظ محمد بن الله بخش العوان الچشتي

☆ایک "سندالحدیث والتفسیر" ہے جوصرف دو واسطوں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ تک پہنچتی ہے۔ اور

☆دوسری "سند الفقہ الحنفی" ہے جو سند متصل کے ساتھ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ تک پہنچتی ہے۔

یہ دونوں سندیں حضرت استاذ العلماء اپنے خاص خاص شاگردوں کو عنایت فرماتے تھے۔

○۔۔۔۔۔۔اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ سے علم توقیت ومیراث کی تحصیل کی۔ علاوہ ازیں تصوف کی بلند پایہ کتابوں:

☆مکتوبات امام ربانی ☆مکتوبات خواجہ محمد معصوم

☆مکتوبات صدی ☆مکتوبات شیخ عبدالحق

☆دارالمعارف۔۔۔۔۔۔ کا بھی درس لیتے رہے۔

علم طب و حکمت:

صاحبزادہ زبیر صاحب نے علم طب وحکمت اپنے والد گرامی سے سیکھا جو دہلی کے نامور حکیم، حکیم اجمل خاں کے استاذ حکیم جمیل الدین اور حکیم محمد ظفر خاں صاحب کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور اس فن میں بڑا اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے "شرح اسباب" اور "نفیسی" جیسی اس فن کی آخری اور اہم کتابیں سبقاً سبقاً آپ سے پڑھیں۔ اس کے بعد کئی سال حکیم احمد حسین[۱] صاحب کے پاس ان کے مطب میں بیٹھ کر نسخے لکھے اور تجویز وتشخیص میں مہارت حاصل کی۔

الغرض اس فن کے دونوں کاملین نے اپنے اپنے اساتذہ سے جو کچھ نکات حاصل کیے اور اپنے تجربہ سے جو کچھ سیکھا، صاحبزادہ صاحب نے ان نوادرات سے بھی اپنے سینہ کو روشن کرلیا۔

۱۔ شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ کے مرید و داماد۔۔۔۔۔۔ "مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ کے خلیفہ، (تذکرہ مظہر مسعود ص ۱۱۸)

تجوید و قرأت :

آپ نے استاذ القراء قاری محمد طفیل صاحب سے فن تجوید و قرأت کی جزوی تک کتابیں پڑھیں اور کئی سال ان سے حدر اور ترتیل میں مشق کر کے اس فن میں بھی عبور حاصل کیا اور ۱۹۷۱ء میں استاذ القراء سے سند تجوید و قرأت حاصل کی۔ آپ نے زمانہ طالب علمی میں کئی مقابلہ حسن قرأت میں شرکت کر کے انعامات بھی حاصل کئے

علم توقیت و میراث:

ہندوستان کے اندر مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ علم توقیت اور علم میراث میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نہ صرف یہ کہ اس فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے بلکہ آپ نے فن توقیت جیسے مشکل ترین فن کو سہل بنانے کے لیے بہت سے آسان قواعد بھی ایجاد فرمائے تھے۔ خصوصی طور پر یہ دونوں فن مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ کو سکھائے، انہوں نے یہ میراث صاحبزادہ صاحب کو منتقل فرمادی۔ اور حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے قواعد و ضوابط ان کو عطا کیے۔ دونوں فنون کے اصول سکھائے اور اس کی مشق کرا کے اس میں مہارت پیدا کرائی۔

بیعت و خلافت:

○ ـــــ شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ ۱۹۶۱ء میں حیدرآباد تشریف لائے۔ صاحبزادہ صاحب کو بیعت فرمایا اور اسی وقت اجازت و خلافت سے نوازا۔[۱]

اس وقت صاحبزادہ صاحب کی عمر چھ سات سال ہوگی، ان سے فرمایا:

''ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں، آپ مرید کیا کریں اور لوگوں کو فیض پہنچایا کریں۔''[۲]

احقر کے نام مکتوب گرامی محررہ ۹/جون ۱۹۹۹ء میں صاحبزادہ صاحب نے تحریر فرمایا:

---

[۱] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۱۱۷

[۲] حافظ سید مقصود علی، پروفیسر: حالات مصنف ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' جلد اول، ص ۴۳، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء

''حضرت قبلہ مفتی اعظم نے فقیر کو تحریری خلافت نہیں دی بلکہ جب حضرت قبلہ نانا ابا پاکستان ماموں جان (حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ) کی شادی میں تشریف لائے تھے تو اس وقت یہ فقیر بہت چھوٹا تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ ''اب آپ مرید کیا کریں'' ۔پھر دہلی سے ایک مکتوب میں بھی فرمایا تھا کہ آپ یہاں دہلی میں ربیع الاول شریف کے جلسہ میں نہیں آئے، حالانکہ اس وقت آپ کے مریدوں کو (آپ کے خطاب سے) آپ کا گرویدہ ہونا تھا——ان امور کی بنا پر ڈاکٹر صاحب قبلہ نے حضرت امام صاحب مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کے خلفاء میں فقیر کا تذکرہ فرمادیا——دراصل میرے والد، مرشد اور مربی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ نے فقیر کی ظاہری اور باطنی تکمیل کے بعد ۲۸رجب المرجب ۱۳۹۲ھ باقاعدہ تینوں سلاسل میں فقیر کو اجازت عطا فرمائی۔''

بلاشبہ اہل دل ہی مخفی جواہر کو پاسکتے ہیں۔حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:

''۱۹۶۲ء میں صاحبزادہ ابوالخیر سلمہٗ کو حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ نے فقیر کے سامنے مفتی (محمود) صاحب کی درخواست پر بیعت فرمایا اور خلافت بھی عطا فرمائی ——اس وقت صاحبزادہ سلمہٗ ۱۰ سال کے ہوں گے——اس کے بعد مفتی (محمود) صاحب نے بھی خلافت عطا فرمائی۔ان کے وصال کے بعد فقیر نے دستار بندی کی۔''[1]

○——صاحبزادہ صاحب نے اپنے والد گرامی کے زیر سایہ ریاضات ومجاہدات ومراقبات کے ذریعہ اپنی باطنی تکمیل کر کے ۲۸رجب المرجب ۱۳۹۲ھ/ ۷ر ستمبر ۱۹۷۲ء کو آپ ہی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ تینوں سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل کی——آپ کے والد گرامی نے آپ کو جو تحریری خلافت نامہ عطا فرمایا، اس میں آپ کے اس منصب کے لحاظ سے باطنی لیاقت اور صلاحیت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

---

[1] مکتوب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بنام فاروق احمد خان یوسف زئی کراچی، مکتوب محررہ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۹۵ء

"وظهر من الانتفاع للطريقة اجزت لتعليم طريقة هولاء الاكابر الطلاب وايضا اجزت لتعليم الطريقين العالمتين القادريه والجشتيه"[1]

○ ——— مارہرہ شریف میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ (م ۔۱۹۲۱ء) کے پیر خانہ خانقاہ نوریہ برکاتیہ کے سجادہ نشین سید محمد یحییٰ حسن قادری برکاتی نوری پاکستان تشریف لائے۔ آپ نے صاحبزادہ صاحب کی علمی دینی اور روحانی خدمات کو دیکھا تو بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور اس جوہر قابل کو اہل پاتے ہوئے اپنے آباء واجداد سے جو روحانی نسبتیں اور اجازتیں آپ کو ملی تھیں، وہ سب صاحبزادہ صاحب کو عطا فرمادیں۔ ۱۹۹۳ء میں جو تحریری اجازت نامہ عطا فرمایا اس میں قادریہ برکاتیہ، قادریہ آبائیہ قدیمیہ، قادریہ بدائیہ، قادریہ رزاقیہ، قادریہ منصوریہ، چشتیہ نظامیہ قدیمیہ، چشتیہ محبوبیہ جدیدہ، سہروردیہ واحدیہ، سہروردیہ فضیلہ، نقشبندیہ، علائیہ صدیقیہ، نقشبندیہ علویہ بدیعیہ، علویہ منامیہ کے علاوہ دیگر بہت سے سلاسل کی خصوصی اجازت عطا فرمائی ——— اور کچھ تبرکات بھی یہ کہہ کے عطا فرمائے کہ ہم کو اپنے آباؤاجداد کی طرف سے اشارہ ہوا تھا کہ پاکستان میں ایک اس کا حقدار ہے، یہ تبرکات اُس کو دینا۔[2]

○ ——— فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی زید مجدہ عالم اسلام کی وہ عظیم علمی اور روحانی شخصیت ہیں کہ عرب وعجم کے بڑے بڑے علماء ومشائخ جن کی عظمتوں کے معترف اور ان کی علمی اور روحانی خدمات کے مداح ہیں ——— انہوں نے حرمین شریفین کی حاضری کے موقع پر صاحبزادہ سے مل کر اظہار مسرت فرمایا اور آپ کو حرمین شریفین، دمشق، الجزائر، یمن، مصر، انڈونیشیا، لیبیا اور سوڈان وغیرہ کے مقتدر علماء ومشائخ اور محدثین سے تفسیر وحدیث سمیت معقول ومنقول کی جتنی کتب کی اجازتیں حاصل ہوئی تھیں، ان سب کی صاحبزادہ صاحب کو

۱۔ حافظ سید مقصود علی، پروفیسر: حالات مصنف "سندھ کے صوفیائے نقشبند" جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء، ص ۴۹

۲۔ ایضاً: ص ۵۱، ۵۲

اپنے دستخطوں سے تحریری اجازت فرمائی ـــــــ اس کے علاوہ خانہ کعبہ کے غلاف مبارک کا ٹکڑا، ایک بردیمانی اور سینکڑوں کتابوں سمیت مکہ معظمہ کے بہت سے تحائف سے بھی سرفراز فرمایا۔[۱]

شادی:

آپ کی شادی سے متعلق دستیاب سوانحی کتب و مقالات میں ذکر نہیں ملتا، لہذا آپ سے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"فقیر کی شادی ۱۰ ردسمبر ۱۹۷۶ء کو میرے والد گرامی کے ماموں زاد بھائی جناب وکیل محمد صدیق مظہری جو کہ کراچی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے چوٹی کے نامور وکلاء میں شمار ہوتے تھے، ان کی صاحبزادی محترمہ نوید کوثر سے ہوئی۔ نکاح خود حضرت قبلہ والد صاحب علیہ الرحمہ نے پڑھایا۔[۲]

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

"فقیر کے چار بچے ہیں:

☆عزیز محمود ☆فائز محمود ☆عاطر محمود ☆مدیحہ عفیفی

اول الذکر دونوں دینی، عربی اور درس نظامیہ کی تعلیم مکمل کر کے سند فراغت "الشہادۃ العالمیۃ" رکن الاسلام جامعہ مجددیہ سے حاصل کر چکے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ بی۔ اے بھی کر چکے ہیں۔ آج کل ایم۔ اے کا امتحان دے رہے ہیں اور جامعہ ازہر جانے کی تیاری کر رہے ہیں ـــــــ ماشاء اللہ دار العلوم ہذا میں درس نظامیہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔ اور وعظ و ارشاد کے ذریعہ مخلوق خدا کی خدمت اور تبلیغ کی اپنی آبائی ذمہ داریاں بھی ساتھ ساتھ پوری کرتے رہے ہیں۔

۱۔ حافظ سید مقصود علی، پروفیسر: حالات مصنف "سندھ کے صوفیائے نقشبند" جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء، ص ۶۱، ۶۲

۲۔ مکتوب صاحبزادہ محمد زبیر صاحب بنام محمد عبدالستار طاہر محررہ ۹ رجون ۱۹۹۹ء

اس کے علاوہ فقیر کا ایک بچہ عاطر محمود جو ابھی آٹھ سال کا ہے اور اسکول میں پڑھ رہا ہے۔ انشاء اللہ یہ بھی عالم بن کر علم مصطفیٰ ﷺ کی خدمت انجام دے گا۔

فقیر کی ایک بچی مدیحہ عفیفی ہے، جس نے بی۔اے کرلیا ہے اور مزید تعلیم جاری ہے[۱]

خلفاء کرام:

آپ کے خلفاء میں درج ذیل نام معلوم ہوئے ہیں:

☆ صاحبزادہ عزیر محمود ☆ صاحبزادہ فائز محمود

جیسا کہ آپ نے اپنے گرامی نامہ میں اپنی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ان دونوں کو فقیر نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ میں اجازت و خلافت بھی دے دی ہے۔''[۲]

بعد ازاں ایک اور گرامی نامہ میں احقر کے استفسار پر مزید خلفاء کے نام سے آگاہ فرمایا، آپ لکھتے ہیں:

''فقیر نے اب تک جن حضرات کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اجازتیں دی ہیں ان میں سے چند نام جو فقیر کے اس وقت ذہن میں ہیں، وہ یہ ہیں:

★ —— علامہ عبدالغفور الوری، مہتمم جامعہ فیاض العلوم، غلہ منڈی رائے ونڈ

★ —— علامہ قاری شیر محمد، خطیب جامع مسجد قصور شہر

★ —— علامہ مقبول احمد تبسم، خطیب محمدی مسجد لطیف آباد، حیدر آباد

★ —— علامہ قاری محمد شریف، خطیب درگاہ عبدالوہاب، قلعہ حیدر آباد

★ —— حاجی منصور الٰہی، ناظم آباد، کراچی

★ —— خالد محمود، مشہور نعت گو شاعر، کراچی

★ —— عبدالمنان، وائس پریذیڈنٹ حبیب بنک، کراچی

★ —— پروفیسر راؤ حسن رضا خاں، پرنسپل بھائی پھیرو گورنمنٹ کالج، بھائی پھیرو

[۱،۲] مکتوب صاحبزادہ محمد زبیر صاحب بنام محمد عبدالستار طاہر محررہ ۹/جون ۱۹۹۹ء

گزشتہ سال اپنے دونوں بچوں عزیر محمود، اور فائز محمود کو بھی تینوں سلاسل کے علاوہ جن جن اکابر علماء وفقہاء وصوفیاء سے علوم ظاہری و باطنی کی جہاں جہاں سے اجازتیں ملی ہیں، ان سب کی ان دونوں کو بھی اجازت دے دی ہے۔ فالحمدللّٰہ علی ذلک۔"[1]

روحانی خدمات:

آپ کے والد ماجد اور مرشد گرامی علیہ الرحمہ ضعف و پیری کے باعث گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اور اپنے دینی و دنیوی اور روحانی تمام امور اپنی زندگی میں ہی آپ کے سپرد فرما دیئے تھے۔ چنانچہ اس وقت سے لے کر اب تک وہ تمام سلسلے جاری ہیں:

★ —— ہر ہفتہ چھوٹے پیمانہ پر آپ کے والد کے مزار شریف (نزد راجپوتانہ ہسپتال جام شورو روڈ) پر ایک روحانی محفل ہوتی ہے، اور ہر مہینہ بڑی محفل ہوتی ہے، جس میں مراقبہ، ختم خواجگان، شجرہ طیبہ، محفل نعت اور درس تصوف کے ذریعے مریدین و مخلصین کی باطنی تربیت، تزکیہ نفس اور اصلاح اخلاق کا سامان ہوتا ہے۔

★ —— کراچی کے اہالیانِ طریقت کی تشنگی کو دور کرنے کے لیے ہر ماہ کی دوسری جمعرات کو نخی حسن میں آپ کے مکان پر اسی قسم کی محفل منعقد ہوتی ہے۔

★ —— اس کے علاوہ اندرون سندھ اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں آپ کے زیر صدارت ہر سال سینکڑوں روحانی اور تبلیغی پروگرام منعقد ہوتے ہیں۔ جن میں پاکستان کے مقتدر اور نامور علماء کرام اور مقررین حضرات کی تقاریر کے علاوہ آپ کا خصوصی خطاب بھی ہوتا ہے۔

★ —— ہر سال ۱۲ رشعبان المعظم کو آپ کے والد گرامی مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس ان کے مزار شریف پر ہوتا ہے۔

★ —— جبکہ ۲۰، ۲۱ رشوال المکرم کو ہر سال جامع مسجد آزاد میدان میں حضرت خواجہ محمد رکن الدین علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے۔

---

[1] مکتوب صاحبزادہ محمد زبیر صاحب بنام محمد عبدالستار طاہر محررہ ۲۰ رجون ۱۹۹۹ء

★—— پنجاب کے علاقہ میں چونکہ قوم میوات سے تعلق رکھنے والے ہزار ہا مریدین آباد ہیں۔ اس لیے ان کی سہولت کی خاطر صاحبزادہ صاحب نے ۲۰ ستمبر کو موضع گھلیے کی (پریم نگر اسٹیشن ضلع قصور[1]) کے مقام پر گزشتہ ۱۵ سالوں سے عرس شریف کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔ پنجاب کے مقتدر مشائخ اور علماء کے علاوہ آپ کے ہزار ہا ارادت منداس میں شرکت کر کے روحانی فیوضات حاصل کرتے ہیں اور اپنی ظاہری باطنی اصلاح کا سامان کرتے ہیں۔

★—— آپ کے اور آپ کے آباؤ اجداد کے ہزار ہا مریدین اور علماء جو پاکستان کے علاوہ ہندوستان، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور دیگر بہت سے ممالک میں آباد ہیں، ان سے بھی بذریعہ مراسلت رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حضرت علامہ مولانا سید سعادت علی قادری صاحب نے فرمایا:

''صاحبزادہ مولانا ابوالخیر زبیر صاحب مفتی صاحب موصوف کے صحیح جانشین ہیں۔''[2]

مذھبی خدمات:

★—— ملک گیر پیمانے پر ہونے والی مذہبی تقریبات میں آپ کی شمولیت ناگزیر سمجھی جاتی ہے، اندرون سندھ و پنجاب میں آپ کو خصوصی طور پر مدعو کیا جاتا ہے، حیدرآباد ہی میں جتنی تقریبات منعقد ہوتی ہیں، ان میں میر مجلس و میر کارواں آپ ہی ہوتے ہیں۔

★—— ملتان اور راولپنڈی کی عظیم الشان کل پاکستان سنی کانفرنس ہو یا نشتر پارک، کراچی کی یارسول اللہ کانفرنس —— منہاج القرآن کانفرنس ہو یا دعوت اسلامی کا تاسیسی پروگرام —— انجمن طلبائے اسلام یا جمعیت علمائے پاکستان کے تربیتی کنونشن ہوں، الغرض ہر اہم دینی پروگرام میں حیدرآباد سے عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے قافلہ سالار آپ ہی نظر آتے ہیں۔

---

[1] اس بستی کا نام ۱۹۹۰ء میں محمود آباد رکھ دیا گیا ہے —— طاہر

[2] تاثرات محررہ یکم اپریل ۱۹۷۵ء

★ —— مختلف شہروں، دیہاتوں اور قصبوں میں تقاریر اور خطبات کے ذریعہ عقائد حقہ کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ ملکی سطح پر بعض اہم دینی پروگراموں میں بھی آپ خصوصی دعوت پر شرکت فرماتے ہیں۔

★ —— ہر سال ۲۷؍رجب کو پیر صاحب پگارا شریف کی خصوصی دعوت پر پیر جو گوٹھ، خیر پور میں ان کے دارالعلوم جامعہ راشدیہ کے جلسہ تقسیم اسناد کی آخری صبح کی نشست سے خصوصی خطاب فرماتے ہیں اور فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی کرتے ہیں۔

★ —— ملتان میں انوار العلوم کے جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر ہر سال نماز جمعہ کے بعد والی نشست سے خصوصی خطاب فرماتے ہیں —— یہ سلسلہ حضرت غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے دور سے چل رہا ہے —— وہ بھی آپ کو اس جلسہ میں خصوصی طور پر مدعو فرمایا کرتے تھے۔ آپکی اور آپ کے آباؤ اجداد کی دینی خدمات کے باعث آپ کا خاص خیال رکھتے تھے اور آپ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے۔

★ —— تمام اہل سنت و جماعت کے مشائخ و علماء پر مشتمل عوام اہل سنت کی نمائندہ خالص دینی تنظیم "جماعت اہل سنت" جس کے غزالی زماں صدر تھے۔ صاحبزادہ صاحب اس کی مرکزی مجلس عاملہ کے ممبر تھے۔ اس کے اہم تنظیمی معاملات میں بھی حضرت غزالی زماں آپ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے —— بعد ازاں ۱۹۹۴ء میں ایک متحدہ جماعت اہل سنت تشکیل دی گئی، جس میں آپ کو سینئر مرکزی نائب ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اس پلیٹ فارم سے بھی ملکی سطح پر مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت کیلئے نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

بین الاقوامی کانفرنس:

دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور مذہبی نوعیت کے اہم مسائل پر منعقد ہونے والی

ملکی کانفرنسوں کے علاوہ بیرونی ممالک میں منعقدہ متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں بھی آپ شرکت کر چکے ہیں۔ مثلاً:

★ —— ایران میں نومبر ۱۹۸۷ء کو "الموتمر العالمی لبحث قداسة الحرم و امنه" کے نام سے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں دنیا بھر کے سینکڑوں نامور اسکالرز نے شرکت کی۔ اس میں حکومت ایران کی خصوصی دعوت پر آپ شریک ہوئے اور اس کانفرنس میں آپ نے جو پُرمغز اور پُرجوش تقریر کی وہ وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ ایران کے ٹی۔وی اور ریڈیو سے کئی بار نشر کی گئی —— کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد عالم اسلام کے اہم مسائل پر آپ کی آیت اللہ روح اللہ خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں۔

★ —— اس کے علاوہ لیبیا میں "جمعیة الدعوة الاسلامیه العالمیه" کے زیر اہتمام ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی نے کی —— اس کانفرنس میں دنیائے اسلام کے نامور محققین، اسکالرز اور معروف مذہبی رہنماؤں نے عالم اسلام کو درپیش نئے مسائل کے حل کے لیے اپنے اپنے مقالات پیش کیے۔ اس کانفرنس میں قائدِ اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کے ہمراہ آپ نے بھی شرکت کی۔

★ —— تحریک منہاج القرآن کے بانی و امیر پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب جو آپ سے خصوصی محبت اور قلبی تعلق رکھتے ہیں۔ وہ آپ کو اپنے ہمراہ "انٹرنیشنل منہاج القرآن کانفرنس" میں شرکت کے لیے لندن لے گئے۔ جہاں ویمبلے ہال میں آپ کا معرکۃ الآراء خطاب ہوا۔ کانفرنس کے بعد وہ اپنے ہمراہ عراق لے گئے جہاں مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد پاکستان واپسی ہوئی۔

زیارت حرمین شریفین:

اللہ اور اس کے رسول کا آپ پر خصوصی کرم ہے کہ اب تک پانچ مرتبہ آپ کو زیارت

حرمین کی سعادت حاصل ہو چکی ہے:

☆ تین مرتبہ حج کے سلسلے میں ☆ اور دو مرتبہ رمضان المبارک میں عمرہ کے سلسلے میں

جیسا کہ آپ نے احقر کے نام گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

''فقیر کو اب تک الحمدللہ تین حج اور دو بار رمضان المبارک میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔''

آپ کی سعادت حج کے سال سے متعلق قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے صاحبزادہ صاحب کے نام مبارکباد[۱] کے ان خطوط سے ہوتا ہے:

''سنا ہے کہ آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین کیلئے پابہ رکاب ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اس سعادت سے بہرہ ور فرمائے اور خوب خوب نوازے۔ آمین!''[۲]

''سنا ہے کہ حج بیت اللہ شریف کے لیے حرمین شریفین حاضر ہو رہے ہیں، مبارکباد قبول فرمائیں۔''[۳]

انداز خطابت:

میدان خطابت میں بھی آپ نے اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور مجاہد تحریک نظام مصطفیٰ حضرت علامہ مولانا مفتی مختار احمد گجراتی علیہ الرحمہ نے جامع مسجد آزاد میدان میں منعقدہ ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ صاحب کے فن خطابت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ویمبلے ہال لندن میں انٹرنیشنل منہاج القرآن کانفرنس کے موقع پر صاحبزادہ صاحب نے صرف تین منٹ کے اندر اپنا جامع اور پُراثر خطاب فرما کے حاضرین کے دلوں کو موہ لیا۔ کوئی دوسرا مقرر ہوتا تو اسی مضمون کو ایک گھنٹہ میں بیان کرتا۔ انہوں نے دنیا بھر کے بڑے بڑے نامور اسکالرز اور خطباء کے درمیان اپنی خطابت کا لوہا منوایا ہے۔''

۱۔ مکتوب گرامی صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر بنام محمد عبدالستار طاہر محررہ ۹ رجون ۱۹۹۹ء

۲۔ (مکتوب محررہ ۲۴ رمارچ ۱۹۹۵ء از کراچی) ۳۔ (مکتوب محررہ ۲۲ رفروری ۱۹۹۶ء از کراچی)

آپ کے والد گرامی اور مرشد نامی نے آپ کو مکہ مکرمہ سے جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا، اس میں حضرت پیر محمد ہاشم جان سرہندی علیہ الرحمہ کی رائے کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

''تمہاری تقریر اور دعا کی تعریف ملتان، حیدرآباد، کراچی سب جگہ سے موصول ہوئی الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ حکیم احمد حسین صاحب نے لکھا ہے کہ مولانا محمد ہاشم جان صاحب نے بھی تعریف کی، اور در حقیقت تعریف ان کی ہے۔''[1]

ملک کے نامور محقق اور ممتاز دانشور قلمکار پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے صاحبزادہ صاحب کی خطابت کی عوام و خواص میں پسندیدگی اور ہر دل عزیزی کو ''محبوبیت'' کی علامت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''کراچی میں محفل میلاد النبی ﷺ بڑی روح پرور رہی۔ آپ کی تقریر مرصع اور ہر دل عزیز رہی۔ جزاکم اللہ! حاضرین کو تشنگی رہی جس کا اظہار کیا گیا۔ یہ مقبولیت اور محبوبیت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ تاجِ محبوبیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین!''[2]

دسمبر ۱۹۹۵ء میں جامعہ نعیمیہ، لاہور میں ''کل پاکستان تحفظ دینی مدارس و مساجد کنونشن'' منعقد ہوا۔ جس میں:

★ وفاق المدارس، دیوبند ★ وفاق المدارس سلفیہ، اہل حدیث

★ جماعت اسلامی، منصورہ اور ★ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

کے تقریباً تین ہزار مقتدر مشائخ علماء و مدرسین اور مہتمین حضرات نے شرکت کی۔

۱۔ مکتوب محررہ مفتی محمد محمود الوری بنام صاحبزادہ محمد زبیر از مکہ مکرمہ ۱۹۷۳ء

۲۔ مکتوب محررہ ۱۳ فروری ۱۹۷۹ء بنام صاحبزادہ محمد زبیر

ہر مکتبہ فکر کے چیدہ چیدہ نامور علماء نے خطاب کیا۔ تنظیم المدارس نے اہل سنت و جماعت کی نمائندگی کے لیے جن علماء کے نام اس کنونشن میں خطاب کیلئے منتخب کیے، ان میں ایک نام صاحبزادہ صاحب کا بھی تھا۔ جنہوں نے اپنے عالمانہ اور محققانہ خطاب کے ذریعہ اہل سنت و جماعت کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔

حق گوئی و بے باکی

صاحبزادہ صاحب بڑے حسن اخلاق کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے اوصاف حمیدہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس میں سے آپ کا ایک امتیازی وصف ''حق گوئی اور بے باکی'' ہے۔ اگر کسی میں کوئی غیر شرعی بات دیکھتے ہیں تو بڑی نرمی، عاجزی اور انکساری کے ساتھ حق بات اس کے گوش گزار کر دیتے ہیں اور بعضوں کی انا ان کو قبول حق سے مانع ہو جاتی ہے۔ جیسے:

● ـــ ایک دفعہ ملک کی نامور سیاسی اور ادبی شخصیت مولانا کوثر نیازی نے اخبار جنگ میں اپنے ایک کالم میں لکھا کہ:

''دیوبندی اور بریلوی اختلافات اصولی نہیں بلکہ فروعی ہیں۔''

صاحبزادہ صاحب نے فوراً مولانا کوثر نیازی کو ایک خط روانہ کیا۔ جس میں لکھا کہ:

''تعظیم رسول کا مسئلہ فروعی نہیں اصولی ہے۔ دیوبندی حضرات کی کتابوں میں حضور ﷺ کے لیے گستاخانہ عبارات موجود ہیں جن پر بریلویوں کو اعتراض ہے ـــــ بس یہی اختلاف ہے اور یہ اصولی اختلاف ہے۔ اس پر تو ایمان کا دارومدار ہے۔ اس کو آپ فروعی اختلاف نہیں کہہ سکتے۔''

''مولانا کوثر نیازی نے صاحبزادہ صاحب کے اس خط کا فوراً جواب ارسال کیا جس میں اپنی تحریر کو ''فروگذاشت'' تسلیم کرتے ہوئے لکھا:

''آپ نے جس فروگذاشت کا ذکر کیا ہے اس کا مجھے احساس ہے۔ مگر آپ تو جانتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ:

افسوس بے شار سخن ہائے گفتنی　　　خوف فساد خلق سے ناگفتہ رہ گئے

کبھی اسلام آباد آنا ہو تو ضرور ملیں۔ آپ سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔[1]

●۔۔۔ حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں صاحب الازہری سے "حق نبی" کے علمی اور فقہی مسئلہ پر بھی صاحبزادہ صاحب نے ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے بڑے ادب کے ساتھ ان کے سامنے اپنے دلائل پیش کئے۔

عوام کے اطمینان اور اظہار حق کے لیے اس مسئلہ پر قرآن و حدیث سے دلائل جمع کر کے پاکستان کے تقریباً ۵۳ چیدہ چیدہ علماء کی خدمت میں اس کو بھیج دیا۔ جنہوں نے اس کی تصدیق فرمادی۔ یہ تحقیق "حق نبی" کے نام سے ایک کتابی صورت میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔۔۔ جس میں:

★ علامہ شاہ احمد نورانی	★ علامہ عطا محمد بندیالوی	★ علامہ عبدالرشید جھنگوی
★ علامہ ابوداؤد محمد صادق	★ پیر محمد کرم شاہ الازہری	★ علامہ محمد اشرف سیالوی
★ علامہ غلام رسول رضوی	★ مفتی محمد حسین نعیمی	★ مفتی غلام سرور قادری
★ مفتی محمد خاں قادری	★ مفتی غلام مصطفیٰ رضوی	★ علامہ مشتاق احمد چشتی
★ علامہ محمد میاں	★ علامہ فیض احمد اویسی	★ علامہ غلام علی اوکاڑوی
★ علامہ محمد محب اللہ نوری	★ علامہ محمد حسن حقانی	★ جسٹس سید شجاعت علی
★ علامہ غلام رسول سعیدی	★ علامہ جمیل احمد نعیمی	★ علامہ غلام محمد سیالوی
★ مفتی محمد رفیق الحسنی	★ علامہ پروفیسر منیب الرحمٰن	★ علامہ حبیب احمد نقشبندی

جیسے پاکستان کے بہت سے مایہ ناز اور نامور علماء اور محققین کی تصدیقات شامل ہیں۔ جنہوں نے صاحبزادہ صاحب کی تحقیق کو لائق صد تحسین قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

●۔۔۔ بڑے بڑے کٹھن اوقات میں بھی صاحبزادہ صاحب نے حق گوئی کا دامن کبھی ہاتھ سے

---

[1] مکتوب محررہ ۷ / دسمبر ۱۹۹۳ء از اسلام آباد

نہیں چھوڑے دیا——وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد جب پہلی بار میاں محمد نواز شریف صاحب حیدرآباد پہنچے تو صاحبزادہ صاحب نے سرکٹ ہاؤس کے اندر معززین شہر کے ایک بھرے اجلاس میں میاں صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اس عظیم عہدہ تک آپ اسلام کا نعرہ لگا کر پہنچے ہیں۔ لہٰذا اب پہلی فرصت میں نفاذِ اسلام اور شریعت بل کی منظوری کی طرف توجہ دیجئے۔ پھر دیکھئے خدا کی غیبی مدد آپ کے کیسے شامل حال ہوتی ہے۔"

● —جب پہلی مرتبہ محترمہ بے نظیر بھٹو وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد حیدرآباد آئیں اور سندھ میں بدامنی کو ختم کرنے کے لیے معززین سے تجاویز لیں تو صاحبزادہ صاحب نے اپنی اسی جرأت رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"جو لوگ لسانی، صوبائی اور مذہبی فرقہ وارانہ تشدد کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہے ہیں، ان کے لیڈروں کو بلا امتیاز انصاف کے ساتھ پھانسی پر چڑھا دیجئے، دوسرے روز امن ہو جائے گا، اور اگر اس میں بھی ناانصافی اور عصبیت کا پہلو آ گیا تو مزید حالات بگڑ جائیں گے۔"

الغرض وزرائے اعظم، وزرائے اعلیٰ اور گورنرز سے لے کر نچلی سطح تک کے تمام اراکین سلطنت کو ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے آپ نے انہیں ہمیشہ حق بات کا مشورہ دیا اور ہمیشہ حق کی تلقین کی۔

● —جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے نشتر پارک کراچی، قلعہ گراؤنڈ حیدرآباد اور نواب شاہ، میر پور خاص، جیکب آباد، سکھر وغیرہ میں بڑے بڑے تاریخی جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ایک طرف ارباب اقتدار کو ان کی غلط پالیسیوں پر للکارا تو دوسری طرف دہشت گرد تنظیموں کے خلاف بغیر کسی خوف کے آواز حق بلند کی——جمعیت علمائے پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ اور عاملہ کے اجلاس میں آپ نے ہمیشہ کھل کر اظہار خیال کیا اور مرکز سے لے کر ابتدائی تنظیم تک کی کسی خامی یا کوتاہی کو محسوس کیا تو اس کا برملا اظہار کیا اور اس

کے اظہار میں کبھی مصلحت پسندی کا کبھی شکار نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ آپ کا ایک ایسا ہی جراُت مندانہ نکتہ کی خط جمعیت کے مرکزی اجلاس میں صبح سے شام تک زیر بحث رہا۔

ایک دفعہ اجلاس میں آپ کی حق گوئی کو دیکھ کر اور جراُت مندانہ خطاب کو سن کر پارٹی کے مرکزی جنرل سیکرٹری لیفٹیننٹ جنرل کے۔ ایم۔ اظہر صاحب نے کہا:

''آج تو صاحبزادہ صاحب نے جو سخت ترین تقریر کی ہے، ہم فوجی ڈسپلن کے لوگ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

اس کے باوجود قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے کبھی کسی تنقید پر اظہار ناراضگی نہیں فرمایا۔ بلکہ صاحبزادہ صاحب کی اس حق گوئی کو ہمیشہ سراہا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ حلقہ ۹۱ کے ضمنی انتخابات کے موقع پر پارٹی کے اہم اجلاس میں ایک ''حق رائے'' دینے پر مجاہد ملت علامہ عبدالستار خاں نیازی علیہ الرحمہ نے صاحبزادہ صاحب سے کہا:

''واہ بیٹا شاباش! تم نے حق بات کہہ کے دل خوش کر دیا۔''

مصافحہ نبیٔ کریم ﷺ:

آپ کے والد محترم کو سات واسطوں سے ''مصافحہ نبی کریم ﷺ'' کا شرف حاصل تھا۔ آپ کی خواہش پر انہوں نے یہ نسبت بھی آپ کو عطا فرمائی اور اس طرح آٹھ واسطوں سے آپ کے ہاتھ اس نبی کریم رؤف و رحیم کے ہاتھوں میں پہنچ گئے جن ہاتھوں کیلئے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

کہ یہ ہاتھ اللہ کے ہاتھ ہیں، اور پھر اس طرح اس خالق کائنات کی دست گیری بھی حاصل ہو گئی، جو سب کا کارساز و کارکشا ہے۔ تمام کائنات اور کائنات کی تمام مخلوق اس ہی کی محتاج اور ایک ایک نفس اسی کے در کا بھکاری ہے۔

اے کریم کارساز و بے نیاز — دائم والاحسان شد بندہ نواز

مختلف اداروں سے وابستگی:

اس وقت آپ متعدد اداروں سے وابستہ ہیں اور یوں دینی و علمی خدمات کا ایک

سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ان اداروں میں یہ نام ہیں:

★ مہتمم و شیخ الحدیث رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، حیدرآباد سندھ

★ پرنسپل رکن الاسلام اورینٹل کالج، حیدرآباد

★ مہتمم و سرپرست اعلیٰ جامعہ محمودیہ ٹرسٹ، لطیف آباد، حیدرآباد

★ مہتمم و سرپرست اعلیٰ جامعہ تعلیمات محمدیہ ٹرسٹ، پھلیلی، حیدرآباد

★ ممبر مرکزی مجلس عاملہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، لاہور

★ ممبر مرکزی مجلس عاملہ ''جماعت اہل پاکستان''

★ صوبائی نائب صدر جمعیت علمائے پاکستان، صوبہ سندھ

★ سرپرست اعلیٰ بزم غلامان کبریا، حیدرآباد [۱]

تصنیف و تالیف:

دیگر دینی خدمات میں تصنیف و تالیف بھی رشد و ہدایت کا جزو لاینفک ہے۔ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ نے بھی اس میدان میں بہت سا کام کیا ہے، ذیل میں اس کی تفصیلات پیش کی جارہی ہیں:

مطبوعہ نگارشات:

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	بزم جاناں	کراچی	۱۹۸۰ء
۲	حق نبی	کراچی	۱۹۹۰ء
۳	اربعین	کراچی	۱۹۹۰ء
۴	حل پرچہ جات مولوی عربی	حیدرآباد	۱۹۹۱ء
۵	نبی کریم کی مقبول دعائیں	کراچی	۱۹۹۲ء
۶	تجلیات ضیائے معصوم	لاہور	۱۹۹۶ء

[۱] فاروق احمد خان یوسف زئی: یاد محمود، ص ۲۷، مطبوعہ کراچی اگست ۱۹۹۶ء

۷	سندھ کے صوفیائے نقشبند جلد اول	کراچی	۱۹۹۶ء
۸	سندھ کے صوفیائے نقشبند جلد دوم	کراچی	۱۹۹۷ء
۹	درس قرآن ★	حیدرآباد	۱۹۹۷ء
۱۰	درس حدیث ★	حیدرآباد	۱۹۹۷ء
۱۱	جدید طبی مسائل کا شرعی حل	حیدرآباد	۱۹۹۷ء
۱۲	فوٹو وڈیو کا شرعی حکم	حیدرآباد	۱۹۹۷ء
۱۳	داڑھی کا شرعی حکم	حیدرآباد	۱۹۹۷ء
۱۴	اسبال	حیدرآباد	۱۹۹۷ء
۱۵	برتھ کنٹرول	حیدرآباد	۱۹۹۷ء
۱۶	گناہگار اور رحمت پروردگار	حیدرآباد	۱۹۹۸ء
۱۷	مغفرت ذنب	حیدرآباد	۱۹۹۸ء
۱۸	بہار مثنوی (از مفتی محمد محمود علیہ الرحمہ)	سیالکوٹ	۱۹۹۲ء

مسودات:

۱۔ شرح تفسیر بیضاوی ۲۔ شرح ملا حسن ۳۔ شرح میر زاہد

۴۔ شرح غلام یحییٰ [۱] ۵۔ شرح مشکوۃ [۲] ۶۔ فتاویٰ [۳]

۷۔ شرح خیالی مع شرح عقائد

☆ احقر محمد عبدالستار طاہر کے نام گرامی نامہ محررہ ۹ رجون ۱۹۹۹ء میں فرمایا: "روضۂ رسول ﷺ پر فقیر نے اپنی کتابیں "درس قرآن" اور "درس حدیث" حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔ حضور ﷺ نے اس کو قبول فرمایا۔ الحمدللہ! قبولیت کے آثار ظاہر ہیں۔ بہت سے بدعقیدہ لوگوں کو اس سے ہدایت مل چکی ہے، اور جماعت اہل سنت نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کو ایک سرکلر کی شکل میں تمام پاکستان میں جاری کیا ہے کہ تمام علماء اہل سنت اور خطباء اور ائمہ اس کا اپنی اپنی مساجد میں درس دیا کریں۔"

۱۔ مکتوب از رکن الاسلام ایجوکیشنل سوسائٹی، حیدرآباد محررہ ۲۷ رمئی ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر

۲۔ یادِ محمود، ص ۴۹ ۳۔ سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد اول، ص ۲۱۶

تخصص فی المحمود:

صاحبزادہ ابوالخیر صاحب اپنے والد گرامی مفتی محمد محمود علیہ الرحمہ کے حوالے سے تخصص رکھتے ہیں۔ وہ قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے مسودات پر کام کر رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے حالات زندگی میں فرمایا:

"آپ کی بہت سی تصانیف مثلاً:

★ حکایات مثنوی مولانا روم ★ مواعظ و خطبات

★ وظائف اور ادعیہ ماثورہ ★ چند پاروں کی تفسیر

جیسی اہم تصانیف کے قلمی مسودے موجود ہیں۔ راقم الحروف ان کی ترتیب و تدوین میں معروف ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی جلد ہی زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائیں گی"[1]

ان مسودات کی تبییض و تحشیہ کا کام جاری ہے:۔

۱۔ حکایات مثنوی [2] ۲۔ مقالات محمودی ۳۔ مواعظ محمودی

۴۔ مضامین محمودی ۵۔ تفسیر محمودی ۶۔ بیاض محمودی

۷۔ علاج محمودی ۸۔ عملیات و اوراد محمودی [3]

مقدمات و پیش لفظ:

جن کتب پر آپ کے مقدمات و پیش لفظ احقر کی نظر سے گزرے، یہ ہیں:

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	بزم جاناں	صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر	حیدر آباد	۱۹۸۰ء
۲	یاد محمود	فاروق احمد خاں یوسف زئی	کراچی	۱۹۹۶ء
۳	تجلیات ضیائے معصوم	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	کراچی	۱۹۹۶ء
۴	سندھ کے صوفیائے نقشبند جلد اول	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	حیدر آباد	۱۹۹۶ء
۵	سندھ کے صوفیائے نقشبند جلد دوم	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	حیدر آباد	۱۹۹۷ء

[1] سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، ص ۳۰۵

[2] تبییض و تحشیہ کے بعد "بہار مثنوی" کے نام سے ۱۹۹۷ء میں چھپ گئی ہے۔

[3] یاد محمود، ص ۲۹

حضرت مولانا مفتی مقبول الرحمٰن علیہ الرحمہ

ابتدائی حالات:

ابتداء میں کیرت پور میں مقیم رہے۔ پھر سیوہارہ ضلع بجنور (بھارت) میں مستقل قیام فرمایا۔ آپ کے والد بزرگوار سلسلہ چشتیہ کے ایک برگزیدہ بزرگ اور سجادہ نشین تھے۔ آپ کا سلسلۂ ارادت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔

تحصیل علم:

چونکہ مفتی صاحب مرحوم کے والد بزرگوار مولانا حسین احمد مدنی کے رفیق تھے۔ اس لیے مفتی صاحب کی دینی تعلیم مدرسہ دیوبند میں ہوئی۔ مفتی صاحب حافظ قرآن بھی تھے اور عربی علوم کے علاوہ بمبئی یونیورسٹی سے فارسی میں بھی سند حاصل کی تھی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ سرکاری محکمے میں اہلمد مقرر ہو گئے تھے۔

بیعت و خلافت:

ابتداء میں حضرت خلیل احمد چشتی صاحب سے بیعت ہوئے لیکن جب وہ مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تو پھر حضرت قبلہ مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی صحبت گرامی سے مستفیض ہوئے اور منازل سلوک طے کیے۔ حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ ہی نے مفتی مقبول الرحمٰن صاحب کو اجازت وخلافت سے نوازا۔

ہندوستان میں آپ کے بکثرت مریدین ومعتقدین ہیں—— سیوہارہ کے گردونواح میں آپ کی ذات مرجع خلائق تھی۔ "محبوب الٰہی" کے لقب سے گاؤں گاؤں اور گھر گھر آپ کا شہرہ تھا۔

دیگر حالات:

حافظ محمد ابراہیم صاحب گورنر مشرقی پنجاب (بھارت) سے بھی مفتی صاحب کی عزیز داری ہوتی تھی۔ مفتی صاحب کے بہنوئی بھی ممبر پارلیمنٹ تھے۔ انکے وصال کے بعد انکے صاحبزادگان محمد قاسم صاحب اور محمد عاقل صاحب اور بیوہ ہمشیرہ صاحبہ کی مفتی صاحب نے کفالت کی۔ آخر عمر میں ملازمت چھوڑ کر خدمت خلق میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔

آخر عمر تک شادی بھی نہیں کی ـــــ تقریباً ستر سال کی عمر میں سیوہارہ میں وصال فرمایا۔[۱]

[۱] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۳۱۰ تا ۳۱۱

سید محمد ضیاء الدین ابوالکمال احمد کاظمی شمسی طہرانی

جناب کاظمی شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علومِ ظاہری و باطنی دونوں سے نوازا ہے۔ آپ پہلے ٹونک (راجستھان) مقیم تھے، آج کل علی گڑھ (یو۔پی) میں مسلم یونیورسٹی میں شعبۂ تقابل مذاہب بالخصوص بدھ مذہب کے پروفیسر اور صدر شعبہ ہیں۔

حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد زید لطفہٗ نے انہیں اپنے حالات و کوائف تحریر فرمانے کے لیے لکھا تھا۔ ممدوح نے وعدہ فرمایا تھا مگر اپنی مصروفیات کی وجہ سے ارسال نہ فرما سکے —— کاظمی صاحب کے دو مکتوبات سے جو انہوں نے قبلہ ڈاکٹر صاحب کو ارسال فرمائے تھے، کی روشنی میں یہ معلومات سامنے آئیں:

''فقیر سے اعلیٰ حضرت (مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ) کا بارہ سال روحانی تعلق رہا اور تا ابد یہ رشتہ روحانی انشاء اللہ قائم رہے گا —— فقیر کے پاس اعلیٰ حضرت کے متعدد مکتوبات ہیں۔ کیا آپ کو اصلی مکتوبات درکار ہیں یا ان کی نقول ترتیب کر کے ارسالِ خدمت کروں؟

فقیر اعلیٰ حضرت کے ارشاد سے منصب دار الافتاء چھوڑ کر علی گڑھ آیا تھا اور یہاں مختلف علوم میں سند فراغت حاصل کی۔ ایل۔ایل۔بی کا امتحان بھی پاس کیا۔ اعلیٰ حضرت نے وکالت سے مطلقاً منع فرمایا تو وکالت چھوڑ دی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ فقیر کو علمی کام مل جائے گا۔ بحمد اللہ اعلیٰ حضرت کی حیاتِ ظاہری میں ہی فقیر ریسرچ فیلو آف یو۔جی۔سی ہو گیا۔ آج کل انگریزی میں قدیم السنہ کے تقابلی مطالعے پر کتاب لکھ رہا ہوں۔''[1]

یاد دہانی کے لیے محررہ ایک اور خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

''فقیر مکتوبات صاف کر رہا ہے۔ اس تاخیر سے آپ پریشان ہرگز نہ ہوں۔ فقیر مختصر

---

[1] مکتوب محررہ ۲۹ر مارچ ۱۹۶۸ء از علی گڑھ بنام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

طور پر اپنے حقیر حالات زندگی بھی لکھ رہا ہے۔ بالخصوص جو حضرت آقائے نعمت رضی اللہ عنہ کی نظر کیمیا اثر سے متعلق ہیں۔ آپ کے حسب منشاء سب چیزیں ارسال کرنے والا ہوں۔"[1]

لیکن نہ معلوم کن وجوہات کی بناء پر وہ ارسال نہ فرما سکے۔[2]

خلافت و اجازت:

علامہ شمسی طہرانی صاحب مدظلہ العالی شیخ الاسلام حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں اور آپ سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔

۲۰۰۰ء میں حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید فیوضہم اپنے عزیز واقارب سے ملنے کے لیے بھارت تشریف لے گئے۔ صاجزادہ مسرور میاں کی شادی کے بعد یہ بھارت کا پہلا تفصیلی دورہ تھا ـــــ اس دوران آپ اپنی ہمشیرہ صاحبہ مدظلہا سے ملنے کے لیے اندور بھی تشریف لے گئے۔ وہاں آپ سے علامہ شمسی طہرانی صاحب کی ملاقات ہوئی ـــــ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے بھی طہرانی صاحب کو اپنی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ یوں علامہ شمسی صاحب کو اپنے پیر خانے سے دو خلافتوں سے اعزاز بخشا گیا۔

ترجمہ سند خلافت و اجازت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا فرمایا، صلوٰۃ وسلام اللہ تعالیٰ کے حبیب کریم پر جنہیں اس نے تمام انسانوں کی طرف خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا، اور آپ کی آل پاک، ازواج مطہرات اور صحابۂ کرام پر جو عرفان کی آفتاب اور یقین کے چودھویں کے چاند ہیں، اور تمام عارفوں اور صالحین پر۔

اما بعد: مصباح السالکین، زبدۃ العارفین، مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ

---

[1] مکتوب محررہ ۱۵ جون ۱۹۶۸ء از علی گڑھ بنام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

[2] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، ص ۲۱۱ تا ۲۱۳۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

مولائے کریم جلّ وعلا فاضل جلیل، محقق بے عدیل، علامہ پروفیسر محمد ضیاء الدین احمد شمسی طہرانی دام عنایۃٗ کو خزانہ غیب سے نوازے اور انہیں ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ وعلی آلہ و ازواجہ احبابہ الصلوٰۃ والسلام۔

۱۸ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ — احقر محمد مسعود احمد

۲۴ر اپریل ۲۰۰۰ء — نزیل اندور

تاریخ گوئی

ابوالکمال شمسی طہرانی صاحب تاریخ گوئی سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے پیرومرشد علیہ الرحمہ کی رحلت پر یہ مادۂ تاریخ وصال لکھا:

''ھاتف گفتہ غریق رحمت بادا''

۱۹۶۶ء (۲)

جانشین مسعود ملت صاحبزادہ محمد مسرور احمد صاحب خلف الصدق حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ کے لیے ''قطعۂ تاریخ عقد مسنون'' تحریر فرمایا:

سایۂ ابر رحمت میں دو دل ملے
اے زہے یہ گھڑی، اے خوشا یہ سماں
کارواں آل مظہر کا آگے بڑھا
آج مسعود ہیں شاداں شاداں
ذکر مظہر ہوا ہند اور پاک میں
کو بہ کو، جو بہ جو، دل بہ دل، جاں بہ جاں
عیسوی سن میں شمسی یہ مصرع ہے
عقد رعنا و مسرور فرخ مکاں

۱۹۹۸ء (۳)

۱۔ اردو ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب زید لطفہٗ — شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۲۔ حیات مظہری، مشمولہ مواعظ مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

۳۔ جانشین مسعود ملت، ص ۳۳، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۱ء

قطعۂ تاریخ ورودِ مسعود حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہٗ العالی
در سرزمین ہند (دہلی، اندور)

پاک سے ہند میں آئے ہیں جو مسعود احمد
اے خوشا دامن دہلی میں ہے درِ مقصود

مالوہ! تیری زمین پر بھی ہوئی بارشِ نور
دنگ اندور[1] کی قسمت پہ ہوا چرخِ کبود

اللّٰہ اللّٰہ رے دولت کدۂ عبدِ غنی[2]
شکر ہے اہلِ سلاسل ہیں یہاں محوِ سجود

بڑھ گئی آمدِ مسعود سے یوں عمرِ عزیز[3]
ہے آمینہ[4] کے لئے امن و امان لامحدود

ہندو پاک آج ہیں حالات سے رنجیدہ تو کیا
رنجِ امروز سے ہے راحتِ فردا کی نمود

خیرِ فردا میں ہے شمسی تو بقولِ ہاتف
ہند میں مظہرِ فردا ہے ورودِ مسعود

۲۰۰۰ء=۱۸۰+۲۱۶+۱۵+۲۸۵+۱۱۲۵+۱۰۰+۵۹

تنقید نگاری

ابوالکمال شمسی طہرانی صاحب نے ''کلامِ اقبال کا تحقیقی مطالعہ'' لکھا۔ جو کہ دہلی سے شائع ہوا۔ اس مطالعہ میں انہوں نے اقبال اور شارحین اقبال کی گرفت کی ہے۔ حضرت مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے احقر کے نام ایک گرامی نامہ میں فرمایا:

''علامہ اقبال کی غلطیاں نکالنا معمولی بات نہیں۔''[5]

اس مطالعہ کے پانچ باب ہیں:

- ــــــباب اول: تسامحاتِ اقبال۔
- ــــــباب دوم: اقبال اور ان کے شارحین کے تسامحات۔

۱۔ شہر اندور (مدھیہ پردیش، بھارت) جہاں اپریل ۲۰۰۰ء میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد تشریف لے گئے۔

۲۔ شاہ عبدالغنی نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ، اندور کے مشہور نقشبندیہ بزرگ۔

۳۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے بہنوئی جناب عبدالعزیز صدیقی نقشبندی۔

۴۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی ہمشیرہ محترمہ آمینہ بیگم مظہری۔

۵۔ مکتوب محررہ ۲۷ اپریل ۲۰۰۲ء

- باب سوم: اقبال اور شارحین اقبال کی سہل انگاریاں۔
- باب چہارم: اقبال اور شارحین اقبال کی کوتاہیاں۔
- باب پنجم: اقبال اور ان کے شارحین کی غلط فہمیاں۔

ابواب کی درجہ بندی اور انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اقبال اور اس کے حوالے سے ہونے والے کلام کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے یہ جائزہ پیش کیا ہے۔

باب اول ''تسامحات اقبال'' کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''اقبال کی نظم ونثر میں جا بجا کلام مجید، احادیث نبوی، اسلامی فلسفہ وحکمت جواہر ریزے، متکلمین وحکماء کے شہہ پارے، صوفیاء اور ائمہ کے بلند خیالات، اہل عرفان اور ارباب کشف کے مقامات واصول کی طرف اشارے ملتے ہیں ـــــ گزشتہ تیرہ سو سال میں اسلام کے آغوش میں پلنے والی مذہبی، علمی، سیاسی، اور ذہنی تحریکوں کی تاریخ، اقوال عالم کے قدیم وجدید، ہیجانات، ملل ومذاہب جدیدہ کا ارتقاء، خلافت، سلطنت اور ملوکیت کا عروج وزوال، مغرب اور حکمائے مغرب کے نظریوں اور تصورات سے ان کا کلام مملو ہے ـــــ جس شاعر کا دائرہ فکر اتنا وسیع ہو، اس کے کلام میں اگر کچھ تسامحات راہ پا جائیں تو یہ انہونی بات نہیں ـــــ زیر نظر مقالے کا مقصد چند ایسے ہی تسامحات کی نشاندہی کرنا ہے جو ان کی دو مشہور مثنویوں ''اسرار خودی'' اور ''رموز بے خودی'' کے بعض اشعار میں راہ پا گئے ہیں۔''

شمسی صاحب نے ۱۳۳ اشعار کا ناقدانہ مگر عادلانہ جائزہ پیش کیا ہے۔ جس سے ان کی دقت نظر اور وسعتِ مطالعہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت مسعود ملت نے ان کے بارے میں خوب فرمایا:

''وہ بڑے باخبر ہیں۔ جب بولتے ہیں، علم ودانش کے گہر لٹا کر لوگوں کو حیران کرتے ہیں۔''[۱]

اسی باخبری سے انہوں نے اقبال پر اچھوتے پہلو سے قلم اٹھایا۔

۱۔ مکتوب محررہ ۲۷ اپریل ۲۰۰۲ء بنام محمد عبدالستار طاہر۔

کل بابا صاحب امبیڈکر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنسز، مہاؤ (Mhow) "بابا صاحب امبیڈکر تقابل مذاہب" کے سربراہ ہیں۔ اور انہوں نے "بدھ مت کے عالمگیر اثرات" کے عنوان سے یہ رسالہ لکھا ہے——یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ ایک مسلمان سکالر نے بدھ مت کے اثرات کو تہذیب اقوام کے ارتقاء کے ساتھ تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں اسے بہت حوصلہ مند سمجھتا ہوں۔ خصوصاً باہمی مذہبی ہم آہنگی اور مفاہمت کے پیش نظر میں بہت اہمیت دیتا ہوں۔

اس سال کے اوائل میں دورۂ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے دوران مجھے پروفیسر شمسی طہرانی سے ملنے اور ان کو سننے کا موقع ملا۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں مجھے علم و فضل کے ایک مرکز کا سنگ بنیاد رکھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ میں نے مشہور آزاد لائبریری کے دو مطالعہ ہال کا بھی افتتاح کیا۔ جس میں کئی نادر مسودے اور الہامی کتب رکھی ہیں——پروفیسر شمسی طہرانی نے علم و فضل کے انہی روشن ذرائع پر زیادہ انحصار کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی کتاب ان کے مطالعہ اور تحقیق کے حوالے سے کئی دلچسپ انکشافات منظر شہود پر لائے گی۔

مجھے امید ہے کہ یہ منفرد کتاب بہت سے پڑھنے والوں کو محظوظ کرے گی، اور قارئین پروفیسر طہرانی کے بدھ، عرب اور ہندو سکالرز کے درمیان ہمہ گیر عمل کے اس تجزیئے سے بہت کچھ سیکھیں گے۔"[۱]

پروفیسر وانی۔جی۔جوشی

ہیڈ ڈویژن، او۔ٹی۔ایس۔سی، ایس ٹی ڈویلپمنٹ اینڈ ڈین اکیڈمکس

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنسز

۱۲/اگست ۱۹۹۹ء

"آپ نے ڈاکٹر امبیڈکر کی فکر اور فلسفہ کو مذاہب عالم کے ضمن میں ان کتب کے حوالہ جات نقل کر کے، جو ہماری لائبریری میں موجود نہیں ہیں۔ جس طریقے سے بیان کیا ہے، ایم۔فل کے طلباء نے اسے بے حد سراہا ہے۔

۱۔ پروفیسر شمسی طہرانی صاحب کی تحقیقی کتاب "بدھ مت کے عالمی اثرات" کا دیباچہ۔

پروفیسر اے۔کے۔ایس چوہان
چانسلر وکرم یونیورسٹی۔اُجین (بھارت)

۱۰ر جولائی ۱۹۹۹ء

امبیڈکر ـــــــ وہ یقیناً ایک غیر معمولی فراست کا حامل سکالر ہے، جس کی بے شمار عقائد وافراط مذاہب پر گہری نظر تھی ـــــــ میں سرگرم سفیر شری راؤ کو سیمینار منعقد کرنے اور اپنے ادارہ میں پروفیسر طہرانی جیسے ممتاز سکالر کو رکھنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میں ڈاکٹر امبیڈکر فاؤنڈیشن کو مہاؤ (Mhow) میں (جو بھارت کے اس سپوت کی جائے پیدائش ہے) ''ڈاکٹر امبیڈکر چیئر'' کے قیام پر بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔تا کہ اس طرح مذاہب دنیا کے تقابلی مطالعہ کی روشنی میں ان کے مذہبی افکار کی ترویج ہو سکے۔

میں امید کرتا ہوں کہ ادارہ ''ڈاکٹر امبیڈکر چیئر'' کے زیراہتمام ایسے سیمینار بار بار منعقد کرے گا ـــــــ میری رائے ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر کے مذہبی افکار کی ترویج کے لیے پروفیسر طہرانی کے لیکچرز کو مختلف ریاستوں اور وفاقی یونیورسٹیوں سے جمع کیا جائے۔نوجوان نسل کو حقیقی سائنسی مزاج اور خالصتاً مذہبی جذبے سے روشناس کروانے کا یہی واحد راستہ ہے۔ ایسے لیکچرز ان کی تعلیمات کو سمجھنے اور انہیں اپنانے اور خود کو ایسے ملک کا جس نے بھارت رتنا جیسا ڈاکٹر امبیڈکر پیدا کیا، ایک قابل فخر شہری بنانے میں بہت مدد ومعاون ثابت ہوں گے۔''

ڈاکٹر امبیڈکر فاؤنڈیشن نے ادارے میں جس چیئر کو قائم کیا ہے، اس نے ماڈرن انڈیا کے عظیم مفکر ڈاکٹر امبیڈکر کے مذہبی افکار کے پھیلاؤ کے لیے سیمینار منعقد کرکے ایک زبردست کام سرانجام دیا ہے ـــــــ میں پروفیسر شمسی طہرانی کنوینر سیمینار اور مذاہب عالم خصوصاً بدھ مت کو جیسے ڈاکٹر امبیڈکر نے بیان کیا، کے سرگرم اور تحقیقی مقالہ کے مرکزی پرچے سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ (خط بنام ڈاکٹر بنسل)

پروفیسر آر۔ آر۔ داسن

وائس چانسلر جیواجی یونیورسٹی، گوالیار (بھارت)

۱۹ر جولائی ۱۹۹۹ء

"مذہب اور سماجی ترقی پر ہونے والے قومی سیمینار میں شرکت کرنا ایک بڑا یادگار موقع تھا۔ یہ سیمینار ایک اچھی کوشش تھی، جسے ادارہ کے ڈائریکٹر جنرل شری آئی۔ جی۔ راؤ کی قابل ذکر رہنمائی میں پروفیسر آر۔ جی۔ سنگھ، پروفیسر وائی۔ جی۔ جوشی، پروفیسر سی۔ ڈی۔ نائیک، پروفیسر کملیش شرما اور پروفیسر شمسی طہرانی کے ساتھ مل کر انتہائی خوبصورتی سے منعقد کیا۔ آج ہم جس دور میں رہ رہے ہیں، یہ انفارمیشن اور انتہائی تیز ترسیل کا دور ہے —— اس نے قلبی ماہیت اور سماجی ترقی کی رفتار کو تیز تر کردیا ہے۔ جدید سماجی ترقی کی سائنسی فراست جو جدید انسان کو مادی فوائد مہیا کرنے کی ذمہ دار ہے۔ اس کے نتیجے کے طور پر انسان کو انسان سے، لوگوں کو لوگوں اور ایک قوم کو دوسری قوم سے دور کردیا ہے۔ سائنس نے اگرچہ دنیا سمیٹ دی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے آبادی کو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا ہے۔ اس پس منظر میں سیمینار نہ صرف مناسب و موزوں تھا بلکہ اس نے وقت کی اہم ضرورت کو قابلِ یقین حد تک پورا کیا ہے۔ سیمینار کے کنوینر پروفیسر شمسی طہرانی کا مرکزی پرچہ بڑا ہی پُرنور تھا۔ اس نے تمام مذاہب کی وحدت پر بڑی روشنی ڈالی —— یہ پروفیسر طہرانی کے گوناگوں مذاہب پر بے پایاں علم اور سائنسی میلان کی طرف ایک واضح ثبوت ہے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ایسے ہمہ گیر سکالر کو ادارے کی "ڈاکٹر امبیڈکر چیئر" کا فرض سونپا گیا ہے۔

پروفیسر طہرانی اپنے مرکزی پرچے کے ذریعے سیمینار کو ایک رُخ مہیا کرنے پر مبارکباد کے زیادہ مستحق ہیں۔"

ڈاکٹر ایم۔ رحمان

وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی، علی گڑھ

"یہ کتاب بعنوان "بدھ مت کے عالمگیر اثرات" ایک مذہبی و ادبی پس منظر میں

پروفیسر شمسی طہرانی کی تیس سالہ تحقیق کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے ساری عمر عربی۔ فارسی، پالی، سنسکرت ادب پڑھنے میں صرف کی ہے ــــــ اس وسیع مطالعہ نے انہیں اس قابل بنایا کہ وہ مذاہب عالم خصوصاً بدھ مت، جین مت، ہندو مت، عیسائیت اور اسلام کا تقابلی مطالعہ کر سکیں ــــــ بابا صاحب امبیڈکر کے افکار میں ان کی انتہائی دلچسپی کی بنا پر پروفیسر صاحب نے بدھ مت کا بہت قریب سے مطالعہ کیا ہے۔ مشرقی پس منظر کے حامل چند افراد ایسے ہوں گے جن کی افراط ایمان وعقائد پر اس قدر بصیرت مندانہ گرفت ہو۔

میری دعا ہے کہ پروفیسر طہرانی اس ممتاز اور اعلیٰ سکالرشپ جسے انہوں نے بڑی محنت سے حاصل کیا، اور بغیر کسی شرط کے پھیلایا، وہ اسے جاری و ساری رکھیں۔ ہمارے لیے یہ بات واقعی بڑی خوشی کا باعث تھی۔ جو ہم نے بدھ مت جیسے موضوع پر ان کی گفتگو اور اس کے ابدی پیغام کو اس سال اوائل مارچ میں اس وقت سنا، جب عزت مآب دلائی لامہ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا دورہ کیا، اور پروفیسر ایچ۔ ایم۔ زیڈ شمسی طہرانی کو نہایت قابل اور علمی شخصیت پایا۔ جناب شری آئی۔ ایس۔ راؤ ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنسز نے بڑی عزت وافتخار کے ساتھ اس کام پر مامور کیا۔"

سفرائے مظہری

فہرس سفراء کرام

شہر	نام	نمبر شمار
دھام پور، بجنور	حکیم محمد عاقل چشتی مظہری	۱
کراچی	صوفی حکیم محمد ذاکر	۲
حیدرآباد، سندھ	صوفی قاری حافظ سید نواب علی شاہ	۳
لاہور	قاضی مظفر حسن صدیقی	۴
لاہور	مولانا محمد احمد قریشی علیہ الرحمہ	۵
لاہور	مولانا سید محمد الیاس زیدی علیہ الرحمہ	۶
کراچی	الحاج صوفی بشیر الدین علیہ الرحمہ	۷
ٹونک	مولانا غلام احمد مظہری	۸
کراچی	صوفی محمد ابراہیم علیہ الرحمہ	۹
کراچی	حافظ محمد صالحین علیہ الرحمہ	۱۰
کراچی	صوفی فضل احمد	۱۱
کراچی	صوفی محمد یوسف	۱۲

فہرس سفراء کرام

نمبر شمار	نام	شہر
۱	حکیم محمد عاقل چشتی مظہری	دھام پور، بجنور
۲	صوفی حکیم محمد ذاکر	کراچی
۳	صوفی قاری حافظ سید نواب علی شاہ	حیدرآباد، سندھ
۴	قاضی صفدر حسن صدیقی	لاہور
۵	مولانا محمد احمد قریشی علیہ الرحمہ	لاہور
۶	مولانا سید محمد الیاس زیدی علیہ الرحمہ	لاہور
۷	الحاج صوفی بشیر الدین علیہ الرحمہ	کراچی
۸	مولانا غلام احمد مظہری	ٹونک
۹	صوفی محمد ابراہیم علیہ الرحمہ	کراچی
۱۰	حافظ محمد صالحین علیہ الرحمہ	کراچی
۱۱	صوفی فضل احمد	کراچی
۱۲	صوفی محمد یوسف	کراچی

حکیم محمد عاقل چشتی مظہری

آباؤاجداد:

حکیم صاحب کے جد اعلیٰ نواب نجیب الدولہ خان مرحوم کے ہمراہ قصبہ جھنڈا سے آئے جو پشاور کے نزدیک واقع ہے۔حکیم صاحب کے اجداد کا تعلق خاندان سادات سے ہے۔موصوف کے اسلاف میں میاں احمد صاحب ولی کامل بزرگ گزرے ہیں۔ممدوح کے دو بھائی تھے:

☆میاں منا صاحب ☆میاں زکریا صاحب

یہ بھی ولی کامل تھے——میاں احمد صاحب کے ایک صاحبزادے میاں محمد شعیب تھے، یہ بھی بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں——دھام پور، ضلع بجنور (بھارت) کی جامع مسجد کے امام بھی رہے۔محراب مسجد کے کتبے پر موصوف کا نام کندہ ہے۔دھام پور میں ان کی کرامات مشہور خاص وعام ہیں۔

محمد شعیب صاحب کے بعد ان کے صاحبزادے میاں محمد سعید صاحب جامع مسجد کے امام ہوئے، پھر ان کے بعد ان کے صاحبزادے میاں محمد عمر صاحب امام ہوئے۔حکیم محمد عاقل صاحب موصوف ہی کے فرزند ارجمند ہیں۔حکیم صاحب مسلکاً حنفی مشرباً چشتی ہیں۔دھام پور میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہیں۔

معاشی مصروفیات:

حکیم صاحب طبیہ کالج، دہلی کے سند یافتہ ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے دھام پور میں بڑی کامیابی کے ساتھ مطب فرما رہے ہیں۔

دینی خدمات:

دینی خدمات میں بھی حکیم صاحب پیش پیش ہیں۔چنانچہ دھام پور میں حضرت مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (م۔۱۹۶۶ء) کے نام نامی پر ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی، جو "مدرسہ

مظہر العلوم نوریہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں قرآن حکیم کے علاوہ معقولات و منقولات کا درس دیا جاتا ہے اور اطراف و اکناف کے طلبہ مستفید ہوتے ہیں، یہ مدرسہ برسوں سے بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔

بیعت و ارادت:

۱۹۴۳ء میں جب کہ حکیم صاحب طبیہ کالج میں تعلیم پا رہے تھے تو دہلی میں تقریباً تین سال مسلسل قیام فرمایا۔ چنانچہ اس عرصے میں برابر جمعہ کے روز حضرت علیہ الرحمہ کی مجلس میں شریک ہونے مسجد فتحپوری تشریف لاتے رہے اور حضرت علیہ الرحمہ کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں وطن عزیز دھام پور واپس آگئے اور یہاں مطب کا آغاز کیا۔

حکیم صاحب کے والد ماجد میاں محمد عمر صاحب اکثر مرید ہونے کے لئے تحریک و ترغیب فرماتے رہتے۔ شیخ طریقت کے انتخاب میں ذرا تذبذب تھا، کبھی حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سامنے آتا تو کبھی حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کا، بالآخر جب استخارہ کیا گیا تو حکیم صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ قدس سرہٗ مسجد فتحپوری میں لوگوں کو بیعت فرما رہے ہیں۔ چونکہ یہ خواب حضرت ہی سے بیعت کے لئے مشیر تھا، اس لئے حکیم صاحب دہلی جا کر حضرت کے دامن مبارک سے وابستہ ہوگئے۔ بیعت کے وقت جو کیفیت گزری وہ خود حکیم صاحب نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

"بیعت ہوتے وقت راقم الحروف پر عجیب کیفیت طاری تھی، ایک نور کی بارش اور عجیب سا سماں تھا، جو لائق بیان نہیں۔" [۱]

بیعت کے بعد:

بیعت کے بعد حضرت علیہ الرحمہ نے طریقہ ذکر تلقین فرما کر رخصت فرما دیا، کچھ عرصہ بعد حکیم صاحب کو صرف جَو کھانے کی ہدایت فرمائی، پھر رات سوتے وقت حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کی تصانیف کے مطالعے کی ہدایت فرمائی، جب اس ہدایت پر عمل کیا تو عجیب و غریب مشاہدات پیش آئے، ایک واقعہ خود حکیم صاحب کی زبانی سنئے:

۱۔ مکتوب محررہ اگست ۱۹۶۸ء از دھام پور

''اکسیر ہدایت'' کا مطالعہ کر رہا تھا کہ موسم سردی کا آگیا، ایک رات بعد عشاء ایک صاحب آگئے ——— کمبل پوش، گھنی داڑھی، گٹھیلے، چہرہ بارعب، آنکھیں چمکیلی چارپائی کو جنبش دے کر فرمایا:

''دیکھ غزالی کھڑا ہے'' ——— بس پہلی نظر تو ان پر پڑی، پھر ——— یہ حال کہ خود قابو میں نہ رہا۔''

سفارتاً اجازت:

حضرت علیہ الرحمہ نے روحانی تربیت کے بعد حکیم صاحب کو سفارتاً اجازت مرحمت فرما کر دولت بے کراں سے نوازا۔

حضرت علیہ الرحمہ کی اُنسیت و محبت:

حضرت علیہ الرحمہ کو حکیم صاحب سے بڑی انسیت و محبت تھی، اس کا اندازہ ان کلمات سے ہوتا ہے جو خود حکیم صاحب نے تحریر فرمائے ہیں۔ یہاں تین اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

○ ——— حضرت کو احقر کا بہت خیال تھا، فرماتے تھے کہ

''میں تو رات کو بھی تیرے قریب ہوتا ہوں، تو سوتا ہے اس وقت بھی تیری نگرانی کرتا ہوں، تو اپنے پر ہم کو قیاس نہ کر۔''

○ ——— ''ایک بار احقر دہلی پہنچا اور بضد دریافت کیا کہ حضور کو حالات کا علم کیوں کر ہوتا ہے''؟ فرمایا:

''اگر ایسا نہ ہو تو ہم میں اور تم میں کیا فرق ہو ——— لال قلعہ، گنگا جمنا، اور جنگل پہاڑ ہماری راہ میں حائل نہیں ہیں، ہمیں اپنے پر قیاس نہ کرو۔''

○ ——— ایک بار فرمایا:

''اکثر حضرت سید شاہ صادق علی علیہ الرحمہ آتے ہیں تو وہ بھی تمہارے حالات بیان کر دیتے ہیں۔'' راقم الحروف (حکیم صاحب) نے عرض کیا:

''ان کا تو انتقال بھی ہو گیا۔'' ارشاد فرمایا:

''وہ عالم برزخ میں ہیں۔''

مشاھدات و کرامات مرشد:

حکیم صاحب نے بیعت ہونے کے بعد جو مشاہدات کئے اور جو کرامات ان کے سامنے آئیں، ان کو بھی مختصراً بیان کیا جاتا ہے:

۱

ایک روز شجرہ شریف پڑھ کر سو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ بہت سے بزرگ، بلند قامت نورانی صورت، لمبی لمبی داڑھیاں، نیچے نیچے کرتے پہنے جمع ہیں، اسی مجمع میں سے کسی نے باآواز بلند کہا:

''خلیفۃ المسلمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے ہیں۔''

یہ آواز اس طرح پیدا ہوئی کہ سب اہل خانہ بیدار ہو گئے۔

۲

حکیم صاحب پر ایک دور ایسا بھی آیا کہ مریضوں سے دل اچاٹ ہو گیا۔ طبیعت تنہائی پسند ہو گئی۔ خلوت پسندی نے معاش کے راستے بند کر دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نان جویں بھی مشکل سے میسر آتی۔ لوگوں نے حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں دہلی عرض کیا، وہاں سے حکیم صاحب کے نام حکم آیا کہ —— ''فلاں تاریخ کو سرہند حاضر ہو جاؤ۔'' —— حضرت بھی اسی تاریخ کو سرہند تشریف لے جا رہے تھے، چنانچہ حکیم صاحب نے سرہند شریف کا مصمم ارادہ کر لیا اور اہلیہ سے کہا:

حضرت کو کھلانے کی نیت سے جو مرغ پالا ہے اس کو ذبح کر کے پکا دو۔''

انہوں نے جواب دیا کہ:

''گھر میں نمک، مرچ، گھی وغیرہ کچھ بھی تو نہیں پکاؤں کس طرح؟ کسی نہ کسی طرح پکا بھی دوں تو حضرت کے ساتھ تو بہت سے لوگ ہوں گے، کس طرح کفایت

کرے گا؟ پھر ریل میں سفر کس طرح کروگے، زادِ راہ بھی تو نہیں وغیرہ وغیرہ۔''

حکیم صاحب نے کہا۔۔۔۔۔ ''تعمیل حکم میرا کام ہے اور بس۔''

چنانچہ کسی نہ کسی طرح مرغ پکا دیا گیا، حکیم صاحب شام پانچ بجے والی گاڑی سے سوار ہونے کے لئے جو سہارن پور جاتی تھی، گھر سے چل پڑے، ہاتھ خالی ہیں لیکن کشش آرزو کشاں کشاں لئے چلی جارہی ہے، راستے میں ایک شخص ملا اس کو معجون بنوانی تھی، حکیم صاحب کو تیس روپے پیش کئے۔ تھوڑی دور چلے ہوں گے کہ ایک صاحب عبدالوحید قریشی ملے ان کو جب معلوم ہوا کہ حکیم صاحب سرہند تشریف لے جارہے ہیں اور حضرت بھی تشریف لارہے ہیں تو انہوں نے کہا ''میں بھی چلتا''۔ حکیم صاحب نے کہا ''چلو کرایہ میں دے دوں گا۔''۔۔۔۔۔ وہ بھی ساتھ ہولئے، ابھی کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ ایک اور شخص ملا، اس کو بھی کوئی دوا بنوانی تھی، حکیم صاحب کو چالیس روپے پیش کئے۔۔۔۔۔ اس طرح اسٹیشن پہنچتے پہنچتے ستر روپے ہوگئے۔ گھر سے خالی ہاتھ چلے تھے، راستہ میں دامن مراد بھر دیا گیا۔

حکیم صاحب اپنے رفیق کے ساتھ گاڑی میں سوار ہوگئے اور سہارن پور پہنچے۔ یہاں سے گاڑی تبدیل کر کے اس گاڑی میں بیٹھنا تھا جو دہلی سے آرہی تھی اور جس میں حضرت تشریف فرما تھے، لیکن جب گاڑی آئی تو حضرت کو نہ پایا۔ ناچار خود ہی سوار ہوگئے کہ حکم یہی تھا، جب سرہند شریف اسٹیشن پہنچے تو وہاں حضرت کو موجود پایا۔ سخت حیران ہوئے، سلام عرض کیا، حضرت نے دعا سے نوازا، نماز فجر اسٹیشن پر ہوئی پھر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے روضہ شریف پر حاضر ہوئے۔ بعد میں ناشتے کی تیاری شروع ہوئی، ہر شخص نے اپنا اپنا ناشتہ پیش کیا، حضرت نے فرمایا۔۔۔۔۔ ''حکیم صاحب کہاں ہیں؟''

حاضرین نے ایک اور حکیم صاحب کے لئے کہا: ''یہ حاضر ہیں۔''

فرمایا: ''نہیں، ہمارے ایک حکیم صاحب اور ہیں۔''

چنانچہ اب حکیم محمد عاقل صاحب متوجہ ہوئے اور عرض کیا:

غلام حاضر ہے۔'' حضرت نے فرمایا:

''لاؤ میاں، کہاں ہے مرغ؟ ـــــ بہت زور دیا جا رہا تھا کہ پکاؤ۔''

یہ سن کر حکیم صاحب حیران رہ گئے۔ کہاں دہلی، کہاں دھام پور، مرغ کے سلسلے میں بات بھی ہوئی تو گھر کی چہار دیواری میں۔ حضرت نے کہاں سے سن لیا؟ ـــــ ہاں جب چشم بصیرت وا ہو جاتی ہے تو حواس خمسہ میں قیامت کی قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ بات اہل دل ہی کے سمجھ میں آسکتی ہے، اہل عقل کیا جانیں کہ ان کا بھروسہ ظاہری اسباب و علل پر ہے، باطنی علت و معلول کہ دنیا ان کی نظروں سے اوجھل ہے۔

۳

سرہند شریف سے چلتے وقت جب اسٹیشن پہنچے تو معلوم ہوا کہ مراد آباد جانے والی گاڑی آرہی ہے۔ حکیم صاحب کو اسی گاڑی سے جانا تھا، حضرت کو دوسری گاڑی سے جو بعد میں آنے والی تھی ـــــ حکیم صاحب نے عرض کیا:

''میں اس گاڑی سے نہیں جاؤں گا اس لئے کہ حضور والا میرے بعد جائیں گے یہ بے ادبی مجھ سے نہ ہو سکے گی۔''

دریائے محبت جوش میں آیا، حضرت علیہ الرحمہ نے حکیم صاحب کو قریب بلا کر گلے لگا لیا اور فرمایا ـــــ ''ہم راضی و خوش ہیں۔'' ''تم سوار ہو جاؤ، وہی ہوگا جو تم چاہتے ہو۔''

حکیم صاحب سوار ہو گئے، گاڑی چل پڑی، ابھی دو تین اسٹیشن گزرے ہوں گے کہ ایک اسٹیشن پر روک دی گئی ـــــ معلوم ہوا کہ پہلے دہلی والی گاڑی جائے گی پھر یہ گاڑی چلے گی ـــــ وہی ہوا جو حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔ دہلی پہنچ کر حکیم صاحب کے نام کو حضرت کا مکتوب گرامی آیا، اس میں تحریر تھا:

''فقیر تمام راستے تمہارے قلب پر مطلع ہوتا رہا، دیکھا کہ ہماری گاڑی آگے نکل گئی اور تمہاری بعد میں چلی۔''

۴

۲ے۱۳ھ میں ۲۷ر رمضان المبارک کو دوپہر کے وقت حکیم صاحب قیلولہ کر رہے

تھے، گرمی سخت تھی، لو چل رہی تھی، اچانک ایک ندائے غیبی سنی، کہنے والا کہہ رہا تھا:

''سید عالم ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔''

آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام جگہ بقعۂ نور بنی ہوئی ہے، نہ وہ مکان ہے جہاں سو رہے تھے، نہ وہ جگہ ہے، ایک وسیع و عریض میدان ہے، دھوپ خوب کھل رہی ہے مگر تیزی بالکل نہیں، آنکھ سے دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ کھلتی نہیں، چکاچوند ہو جاتی ہے —— یہ گمان ہوا کہ شاید عالم خواب ہے مگر جب انگلی کو دانتوں سے دبایا تو معلوم ہوا کہ عالم بیداری ہے۔ بہت دیر تک یہ حالت قائم رہی۔

۵

ایک دفعہ حضرت علیہ الرحمہ دھام پور تشریف لے گئے۔ بکثرت لوگ مرید ہوئے، جس مکان کی بالائی منزل پر حضرت کو ٹھہرایا تھا اس کے مالک اور ان کی اولود حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص محبت رکھتے تھے۔ جب حضرت سے ان لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے کے لئے عرض کیا گیا تو فرمایا:

''میاں حکیم صاحب ان کو تو خاندان قادریہ میں بیعت کرنا ہوگا، اس لئے کہ ان سب کی رغبت اسی طرف پاتا ہوں۔''

حضرت کے علم میں بظاہر ان لوگوں کے رجحانات نہ تھے مگر علم باطن سے سب کچھ دریافت فرمالیا۔

۶

قیام دھام پور کے زمانے میں حکیم صاحب نے اپنے پانچ سالہ صاحبزادے کو بیعت کے لئے پیش کیا، تو فرمایا:

''ابھی اس مسافر کو نہ بھیجو، جلدی نہ کرو۔''

اس واقعہ کے ایک سال بعد ہی صاحبزادے کا انتقال ہو گیا، انتقال سے قبل اس سے جو باتیں ظہور میں آئیں وہ اس عمر کے بچوں سے مستبعد ہیں —— صاحبزادے کے انتقال

کی خبر جب حضرت صاحب علیہ الرحمہ کو ملی تو حکیم صاحب کو صبر کی تلقین کی اور ساتھ ہی فرمایا:

''بیوی کو صبر کرلو ——''

چنانچہ صاحبزادے کے انتقال کے آٹھ روز بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

۷

بیوی کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد جب حکیم صاحب نے دوسری شادی کرنا چاہی، اس سلسلے میں حضرت علیہ الرحمہ کو خط لکھا تو جواباً تحریر فرمایا:

''کہیں پیغام نہ دو، اگر فقیر کو راضی رکھنا چاہتے ہو تو جو گھر میں ہے اسی سے شادی کرلو، تمہیں نہیں معلوم کہ مرحومہ نے اپنی بہن کو کیا وصیت کی ہے۔''

حکیم صاحب کی بیوی کے والدین کا انتقال ہو گیا تھا، ایک سالی تھیں جو حکیم صاحب کی کفالت میں آ گئیں، حضرت علیہ الرحمہ کا اسی طرف اشارہ تھا —— حکیم صاحب نے اپنی والدہ سے حضرت علیہ الرحمہ کے مکتوب گرامی کا ذکر کیا تو انہوں نے مرحومہ کی بہن سے حقیقت حال دریافت کی، معلوم ہوا کہ انتقال والی رات مرحومہ نے اپنی بہن سے کہا تھا:

''یہاں کا نمک کھایا ہے، اب یہاں سے نہ جانا، پوری طرح خدمت کرنا۔''

۸

ایک دفعہ حکیم صاحب نے فتوحات رجوعات کے لئے عمل کیا، کامیابی کے بالکل قریب تھے کہ حضرت علیہ الرحمہ کا والا نامہ صادر ہوا جس میں تحریر تھا:

''فقیر کو راضی رکھنا چاہتے ہو تو جو کچھ بھی پڑھ رہے ہو ختم کردو اور راضی برضا رہو۔''

۹

ایک دفعہ دھام پور کے صوفی غلام محمد مرحوم کے صاحبزادے سبحان علی سخت بیمار ہو گئے۔ تمام آسرے ٹوٹ چکے تھے، ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا، حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں دعا کے لئے دہلی عرض کیا گیا۔ خط بھیجنے کے دوسرے ہی روز صبح نماز فجر کے بعد صاحبزادہ موصوف پر غشی طاری ہو گئی، برابر بے ہوش پڑے رہے، کافی دیر بعد عزیزوں نے

بمشکل بیدار کیا تو آنکھیں کھولیں اور کہا:

''میں اچھا ہو جاؤں گا، میں نے پہچان لیا ہے، حکیم محمد عاقل مظہری مجھے علاج کے لئے دہلی لے گئے ہیں، مگر وہاں ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تو مجھے مسجد فتحپوری میں لے جا کر ڈال دیا کہ اس کمزوری کی حالت میں کہاں لے جاؤں، جب حضرت صاحب نے مجھے دیکھا تو مسکرائے، میرے بدن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ یہ اچھا ہو گیا، پھر حکیم صاحب مجھے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے آئے، اتنے میں مجھے تم لوگوں نے جگا دیا۔''

اس واقعہ کے بعد دوسرے روز حضرت علیہ الرحمہ کا گرامی نامہ ملا جس میں تحریر تھا:

''دعا کی جا رہی ہے، خدا صحت فرما دے گا۔''

دعاؤں کی تاثیر دیکھنی ہو تو حضرات اہل اللہ کے ہاں دیکھئے، قرآن کریم اس پر شاہد عادل ہے:

وَاِذَا سَئَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ ۝ا

۱۰

برادر طریقت حکیم محمد عاقل مظہری چشتی نے اپنے قیام کراچی ۱۹۹۳ء میں اپنے بھائی محمد جمیل کے سامنے یہ واقعہ سنایا کہ ایک بار یہ بھائی محمد جمیل (دھام پور ضلع بجنور، یو پی بھارت سے) دہلی جا رہے تھے۔ میں نے اپنے حضرت صاحب کے لیے بطور سوغات گڑ بھیجا۔ دوران سفر کھانا کھانے کے بعد جمیل صاحب کا دل چاہا کہ منہ میٹھا کیا جائے۔ انہوں نے دو ڈلیاں گڑ کی نکال کر کھالیں۔ دہلی پہنچے تو حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں حکیم محمد عاقل صاحب کا سلام اور گڑ کا تحفہ پیش کر دیا۔ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''قبول کیا'' ——— اور فتویٰ یا خط مکمل فرما کر پھر محمد جمیل کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

''سب ہی قبول کیا۔''

ا۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۲۲۶ تا ۲۳۳، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

محمد جمیل نے عرض کیا:

''حضرت میں نے ایک چیز پیش کی تھی جسے آپ قبول فرما چکے، اب دوبارہ قبول کا مطلب کیا ہوا؟''

فرمایا:

''وہ جو حکیم صاحب نے بھیجا، جو تم نے اس میں سے کھالیا وہ بھی، اب تم پر دین داری نہ رہی۔''

جمیل صاحب معذرت کرنے لگے تو فرمایا:

''جب تمہارا کھالینا بھی قبول کرلیا تو معذرت کی ضرورت نہ رہی۔''

۱۱

حکیم محمد عاقل مظہری چشتی نے اپنے شہر دھام پور میں ایک مسجد اور مدرسہ علومِ دینیہ بنانے کے لیے حضرت سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کو جو منظور فرمالی گئی۔ دھام پور پہنچے تو اسٹیشن سے تانگے میں گھر لے گئے۔ تانگے کا کرایہ بالعموم آٹھ آنے ہوتا تھا۔ مگر تانگے والے نے ایک روپیہ طلب کرلیا۔ حکیم صاحب آٹھ آنے دے رہے تھے وہ انکار کر رہا تھا۔ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''ایک روپیہ دے دو۔ تمہارا قصور یہ ہے کہ تم نے پہلے طے جو نہیں کیا تھا۔''

ایک روپیہ دے دیا گیا۔ رات کو سب ایک جگہ بیٹھے تھے۔ تانگے والے کا ذکر بھی نکل آیا۔ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''روپیہ آجائے گا۔''

پھر اور باتیں ہونے لگیں۔ صبح بکثرت لوگ زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ یعقوب تانگے والے بھی حاضر تھے۔ بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت علیہ الرحمہ نے بیعت فرمالیا۔ یعقوب صاحب نے ایک روپیہ مرشد گرامی کو نذر کیا۔ حضرت قبلہ نے روپیہ قبول فرما کر حکیم صاحب کو بخش دیا اور فرمایا:

''یہ لیجئے آپ کا روپیہ!''

حکیم صاحب نے بتایا یہ وہی نوٹ تھا جو انہوں نے دیا تھا، کسی نشانی سے پہچان لیا۔

۱۲

دھام پور چھوٹا سا شہر تھا۔ سارے شہر میں حضرت علیہ الرحمہ کی تشریف آوری کی خبر پھیل گئی۔ زیارت کرنے والے اور بیعت ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ ان میں سے ایک صاحب شیخ نجو انصاری (نجم الدین انصاری) بھی تھے۔ انہوں نے کسی سے کہا:

''میں بھی بیعت ہونا چاہتا ہوں مگر پہلے کوئی کرامت دیکھ لوں۔''

گویا معجزہ دیکھ کر ایمان لانے کا قصہ دہرایا جارہا تھا۔ کرامت کی اہمیت ثابت ہورہی تھی۔

شیخ صاحب نے حضرت علیہ الرحمہ کی دعوت کردی۔ امتحان کے لیے گھر والوں کو ہدایت کردی کہ اہل خانہ کے لیے جو کھانا پکتا ہے، اس میں ایک آدمی کے کھانے کا اضافہ کردیں۔ جب وہ بلانے آئے تو حضرت علیہ الرحمہ کے پاس پانچ چھ حضرات بیٹھے تھے۔ وہ بھی ساتھ ہولیے۔ کیونکہ جتنی دعوتیں ہوئیں، ان میں یہی دستور تھا کہ سب حضرات نے کھانا تناول فرمایا اور اہل خانہ نے بھی سیر ہوکر کھایا۔ ایک آدمی کا کھانا بچ گیا، وہی جو اضافہ کیا تھا۔ سب کو حیرت ہوئی اور گھر کے سب افراد بیعت ہوگئے۔[۱]

خلافت و اجازت دیگر:

حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد زید لطفہٗ نے ۶/ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ / ۱۳/ دسمبر ۱۹۹۱ء یوم جمعۃ المبارک خلافت و اجازت سے نوازا ـــــ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''فقیر کی طرف سے آپ کو بیعت کی اجازت ہے، آپ بیعت فرمائیں اور سلسلۂ عالیہ کو پھیلائیں۔ فقیر نے یہ خلافت و اجازت ۶/ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ / مطابق ۱۳/ دسمبر ۱۹۹۱ء یوم جمعۃ المبارک کو دی۔''[۲]

۱۔ انوار مظہریہ، ص ۴۲۱، ۴۲۲

۲۔ مکتوب محررہ ۱۸/ دسمبر ۱۹۹۱ء از سکھر بنام مولانا حکیم محمد عاقل مظہری۔

الحاج صوفی حکیم محمد ذاکر مظہری علیہ الرحمہ

ولادت:

آپ کی ولادت ۸/ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ/ ۲۸/فروری ۱۹۰۱ء[1] میں کوچۂ رحمٰن، دہلی میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم:

سات برس کی عمر میں مدرسہ نعمانیہ، دہلی میں داخل ہوئے۔ جہاں تقریباً سات سال تک قرآن کریم اور کتب دینیہ کی تحصیل کی۔

ذریعۂ معاش:

تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد ذریعہ معاش کے طور پر کام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد "ذاکر ہوزری ورکس" کے نام سے ایک کارخانہ قائم کیا اور فراخی کے ساتھ گزر بسر ہونے لگی۔

تقسیم ہند کے بعد حکیم صاحب ۱۹۴۸ء میں پاکستان تشریف لے آئے اور کراچی میں مستقل طور پر سکونت اختیار کی۔ یہاں آکر اپنا پرانا کام شروع کرنا چاہا مگر حالات نے مساعدت نہ کی۔ ناچار عالم حرماں نصیبی میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے چند تعویذات مرحمت فرمائے اور خدمتِ خلق کا حکم دیا — چنانچہ کراچی آکر حکیم صاحب نے عملیات کا سلسلہ شروع کر دیا اور حکمت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ آنکھوں کے امراض میں آپ خاص مہارت رکھتے تھے، ہزاروں مریض مستفید ہوئے۔

دینی رُجحان:

حکیم صاحب کو ابتداء ہی سے صوم وصلوٰۃ کا شوق تھا۔ اس ذوق وشوق کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بالغ ہونے کے بعد نماز باجماعت کبھی قضا نہیں کی۔

---

[1] جہانگیر صد سالہ جنتری ۱۹۰۱ء تا ۲۰۰۰ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

بیعت:

حکیم صاحب نماز کے لیے اکثر مسجد فتحپوری آتے تھے۔ جہاں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی اقتداء میں اکثر نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت علیہ الرحمہ کی نگاہِ کرم نے دل کو موہ لیا۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

چنانچہ ۱۹۳۷ء میں آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ اور حضرت کی صحبت کیمیا اثر سے بیس سال مستفیض ہوئے۔ خصوصاً جب ۱۹۴۵ء میں حضرت علیہ الرحمہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو حکیم صاحب بھی اسی سال تشریف لے گئے۔ دیارِ مقدس میں مختلف مقامات پر مختلف صحبتوں میں حضرت نے خوب خوب نوازا۔

الحاج شیخ محمد یونس باڑی صاحب ذکر فرماتے ہیں کہ حکیم محمد ذاکر صاحب نے سنایا کہ حضرت (مفتی اعظم علیہ الرحمہ) حج کو تشریف لے جا رہے تھے، انہوں نے بھی درخواست دے دی۔ منظوری میں دیر ہو رہی تھی۔ بے چین ہو کر عرض کیا:

"حضور! میری آرزو تھی کہ آپ کے ساتھ حج کروں۔ اب کیا ہوگا؟ آپ تو جا رہے ہیں۔"

فرمایا:

"تم بھی آجاؤ گے، ہم ساتھ ہی حج کریں گے۔"

بعد میں حکیم صاحب مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت کو تلاش کرتے رہے۔ (حضرت قبلہ ان دنوں مدینہ منورہ میں تھے۔) اچانک حج کے وقت ملاقات ہوگئی۔ حضرت نے حکیم صاحب کو اپنے قریب کر لیا، اور یہ آرزو بھی پوری فرما دی ـــــ حکیم صاحب لکھتے ہیں:

"نویں ذی الحج کے روز مقامِ عرفات میں حضور والا تبار نے احقر ناچیز کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے کر فرمایا کہ تم میرے پہلو میں بیٹھو گے۔ احقر نے ویسا ہی کیا۔ احقر فیوض و برکات سے نوازا گیا ـــــ جب عرفات سے مزدلفہ، منیٰ و مکہ

روانگی ہوئی تو احقر نے سارے راستہ ریت کے ذروں کو جواہرات کی شکل میں دیکھا، اور تمام سنگ ریزے احقر کو رنگ برنگ جواہرات دکھائی دیتے تھے، اور عجیب کیفیت طاری تھی، روحانیت کا عجیب عالم تھا۔"

ذرہ خورشید آشنا از سایہ اش
قیمت ہستی گراں از بایہ اش [1]

۱۹۶۴ء میں جب حضرت علیہ الرحمہ دوبارہ پاکستان تشریف لائے تو خدمت بابرکت میں برابر حاضری دیتے رہے اور مستفیض ہوئے۔

شیخ کی شفقت و محبت:

حکیم صاحب کے پاکستان آنے کے بعد حضرت علیہ الرحمہ نے بڑی شفقت و محبت کے ساتھ یاد فرمایا، جس سے دلی تعلق کا پتہ چلتا ہے، یہاں ایک مکتوب گرامی پیش کیا جاتا ہے:

مرسلہ مارچ ۱۹۵۰ء

محبی گرامی قدر خجستہ سیر فضلکم اللّٰہ تعالیٰ من مکروھات الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ——— مکتوب گرامی موصول ہوکر باعث مسرت ہوا۔ افسوس تم جیسے احباب نے مفارقت کر کے دنیا سے دل سرد کر دیا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ بعد جمعہ احباب کا مجمع رہتا تھا اور ایک یہ زمانہ ہے کہ اگرچہ مجمع تو خاصا ہوتا ہے لیکن احباب میں خال خال ہی نظر آتے ہیں باقی سب دوسرے لوگ ——— خیر جہاں رہو خوش رہو، فقیر کے لیے دعا کرتے رہو۔ اگرچہ تمہاری مفارقت بے چین کرتی ہے لیکن تمہیں اطمینان سے دیکھتے ہوئے چین بھی آجاتا ہے۔ اپنے اوراد سے غافل نہ ہو اور فقیر کو نہ بھولو، انشاء اللہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگے۔

دوسرے احباب سے ملیں تو ان سے سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ

۱۔ محمد یونس بازی، شیخ: انوار مظہریہ، ص ۳۶۵، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

تهنیت کا منظوم جواب از مرشد گرامی:

حکیم محمد ذاکر صاحب نے کسی بات کی تہنیت بحضور مرشد گرامی ارسال کی تو جواب میں یہ منظوم رسید آئی!

گلشنِ دہر میں رہے وہ شاد — اور دشمن ہوں اس کے سب برباد
جس نے بھیجی مجھے مبارک باد — حق سے پاتا رہے سدا امداد
بھول جائے وہ غیر رب سب کو — جو عمل بھی ہو اس سے جب صاد
ایک مولیٰ رہے اسے بس یاد — راہِ حق میں ہو سب کا سب مغناد
اور اسی راہ پر رہے اس کی — خیر سے گامزن سب اہلِ اولاد[1]

ایک مکتوب گرامی میں یہ اشعار ملتے ہیں:

عید کی خوشیاں مبارک ہوں تمہیں — اور پاکستان مبارک ہو تمہیں
ہم سے دور افتادگان کو کیا — صحبتِ خویشاں مبارک ہو تمہیں[2]

مرشد کریم کے پند ونصائح:

۱

مسلمان کامل کے لیے مصائب دنیویہ سے کہاں چارہ ہے، لیکن اس کے لیے ہمیشگی نہیں۔ اس کے بعد راحت بھی ایسی مرحمت فرمائی جاتی ہے، بلکہ زائد صبر کریں اور اپنے سب کام کارساز حقیقی کو سپرد کر دیں۔ (مرسلہ ۹ ردسمبر ۱۹۵۵ء)

۲

داڑھی کے متعلق تحقیق کی ضرورت نہیں، تم خود خیال کر سکتے ہو کہ سنت سے روگردانی کس قدر باعث بدبختی ہے —— ناجنس صحبتوں سے نہایت درجہ پرہیز رکھو۔

وہ تعالیٰ ہر وقت تمہارے روبرو خیال میں رہے اور جو قدم اُٹھاؤ اس خیال سے کہ میرا مولیٰ مجھے دیکھتا ہے تو مجھ سے اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہونا چاہیے۔ مولیٰ تعالیٰ سب پریشانیاں دور فرما دے گا۔" (مرسلہ ۱۹ رجون ۱۹۶۴ء، مکاتیب مظہری، ص ۲۸۷)

۱۔ مکاتیب مظہری، ص ۲۸۵ | ۲۔ مکاتیب مظہری، ص ۱۱۸

القابات:

مرشد کریم نے آپ کے نام محررہ مکاتیب میں متنوع القابات سے آپ کو نوازا:

① محبی گرامی قدر خجستہ سیر فضلکم اللہ تعالیٰ من مکروہات الدارین

(مرسلہ یکم مارچ ۱۹۵۰ء، مکاتیب مظہری ۲۸۵)

② محبی مخلص سلمہم ورفع درجاتہم (مرسلہ ۱۷/اکتوبر ۱۹۵۰ء)

③ محبّ گرامی قدر میاں محمد ذاکر سلمہم القوی المقتدر (موصولہ ۱۰/اگست ۱۹۵۴ء)

④ محبّ مخلص زید اخلاصکم (مرسلہ ۱۳/دسمبر ۱۹۵۴ء)

⑤ محبی سلمکم واوصلکم الیٰ غایۃ ما یتمنا کم (مرسلہ ۹/دسمبر ۱۹۵۵ء)

⑥ عزیزی سلمہم ورفع قدرہم (مرسلہ ۱۹/اگست ۱۹۶۳ء)

⑦ محبّ مخلص زید اخلاصکم واوصلکم الیٰ غایۃ ما یتمنا کم (مرسلہ ۱۹/جون ۱۹۶۴ء)

⑧ عزیزی ارشدی اخلصی سلمہم المولیٰ القوی (مرسلہ ۱۳/اپریل ۱۹۶۶ء)

⑨ عزیزی سلمہم ورفع قدرہم

⑩ جانِ اخلاص رفع اللہ قدرکم ومنزلتکم

سفارتاً اجازت:

۱۹۶۱ء میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے سفارتاً اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:

محب گرامی قدر اوصلکم اللہ تعالیٰ الیٰ غایۃ مایتمناکم

السلام علیکم وقلبی لدیکم، بفضلہ تعالیٰ فقیر بخیریت ہے —— جو لوگ مرید ہونا چاہتے ہیں۔ اگر ان میں خلوص ہے تو تم ان کو توبہ کرادو۔ توبہ کراتے وقت اپنی جگہ مجھے خیال کر لینا۔ مجھے تو یاد نہیں رہتا، کوئی تمہارے پاس آنے والا نظر آئے تو اس کو لکھ دیں وہ میرے پاس سے شجرہ لے کر پہنچا دے گا۔ اپنے بھائیوں سے ملتے رہو اور اگر کسی دن جمع ہو کر ختم خواجگان پڑھیں اور مسائل میں "بہار شریعت" اور

تصوف میں جو کتاب ملے اس کو پڑھتے رہیں تو زیادہ بہتر ہو۔

فقط والسلام

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ

نومبر ۱۹۶۱ء میں ایک تحریر کے جواب میں بھی یہ الفاظ تحریر فرمائے:

''اپنے ہاتھ پر میری بیعت لے لیا کرو، اس کی تم کو اجازت ہے۔''

سفارتاً اجازت ملنے کے بعد حکیم صاحب نے سلسلہ بیعت وارشاد شروع کر دیا اور مریدین کی فہرست حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں ارسال کرتے رہے۔

بعد ازاں میاں محمد ذاکر صاحب کی سفارت موقوف کر دی گئی تھی جیسا کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے حافظ محمد صالحین صاحب کے نام ایک گرامی نامہ مرسلہ ۴/ مارچ ۱۹۵۳ء میں تحریر فرمایا ہے:

''میاں محمد ذاکر سلمہم نے اجازت طلب کی تھی کہ لوگ آپ کے مرید ہونا چاہتے ہیں، اور وہاں آنا ان کا دشوار ہے، تو کیا میں آپ کی بیعت لے لوں! ——— میں نے اس کی اجازت دے دی تھی، لیکن پھر میں نے ان کو منع کر دیا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ ایسے لوگوں کو مولوی مظفر احمد سلمہٗ کی طرف بھیج دیا کریں۔ اب نہیں معلوم کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟''[۱]

یہی بات قاری محمد ادریس، کراچی کے نام محررہ مکتوب گرامی میں بھی مذکور ہے۔ بلکہ اس میں قدرے تفصیل موجود ہے:

''میاں محمد ذاکر سلمہٗ کو میں نے منع کر دیا کہ جب مولوی مظفر احمد سلمہٗ وہاں موجود ہیں تو تمہاری ضرورت نہیں، جب تک تم قابلیت پیدا نہ کر لو ——— انہوں نے تمہارا حوالہ دیا تھا کہ ان سے میرے حالات معلوم کریں۔ سو اس خط سے تمہاری رائے بھی معلوم ہو گئی ——— دکانداری کرنا تو کوئی مضائقہ کی شے نہیں اگر قابلیت ہو ——— مجھے لکھا تھا کہ یہاں بعض لوگ مرید ہونا چاہتے ہیں تو میں اپنے

۱۔ مکاتیب مظہری، ص ۳۰۲

ہاتھ پر مرید کرلوں —— اس کی اجازت دے دی گئی تھی۔ پھر بعض لوگوں کی شکایت آئی اور یہ دیکھا کہ وہاں مولوی مظفر احمد سلمہم اللہ تعالیٰ تو موجود ہیں، تو ان کو منع کردیا —— اور لکھ دیا تھا کہ مولوی مظفر احمد سلمہم کی طرف ایسے لوگوں کو بھیج دیا کرو، کہ وہ کچھ حاصل کربھی چکے ہیں، اور اپنی ترقی میں مشغول ہیں۔ اور امید ہے کہ قریب زمانے میں مستقل اجازت بھی حاصل کرنے والے ہیں —— بعض لوگوں نے مرید ہونے کے لیے لکھا اور میں نے مولوی مظفر احمد سلمہم کی طرف رجوع کیا تھا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ہم براہ راست ہی مرید ہونا چاہتے ہیں، دہلی آنے کی کوشش کریں گے۔ بہر حال تمہاری رائے صحیح ہے۔[۱]

حج بیت اللہ شریف:

حکیم صاحب کو چار بار حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی:

★ پہلی بار ۱۹۴۵ء میں، جس سال حضرت علیہ الرحمہ نے بھی یہ فریضہ ادا کیا۔

★ دوسرا حج پاکستان آنے کے بعد۔ اس حج کے کچھ عرصہ بعد ۱۹۶۱ء میں حضرت علیہ الرحمہ نے سفارتاً اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

★ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ ۱۹۶۴ء میں پاکستان دوبارہ تشریف لاکر جب واپس چلے گئے تو حکیم صاحب پر اضطراب کی کیفیت طاری ہوئی تو تیسری بار حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے۔ مقامات مقدسہ کی زیارت سے سکون ملا۔

★ ۱۹۶۶ء میں جب حضرت علیہ الرحمہ کے انتقال پُر ملال کی خبر سنی تو اضطراب دبے چینی حد سے بڑھ گئی، کسی طرح چین نہ آتا —— چنانچہ پھر چوتھی بار سکون قلبی کی تلاش میں زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ حج سے واپسی کے بعد خاموشی سے خدمت خلق میں مصروف رہے۔[۲]

---

[۱] مکاتیب مظہری، ص ۵۰۶

[۲] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۳۱۶ تا ۳۱۸

صوفی قاری حافظ سید نواب علی شاہ علیہ الرحمہ

ولادت و ابتدائی حالات:

سید صاحب ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء[1] میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی قاری عبدالخالق تھا۔ ابتدائی پندرہ سال لکھنؤ میں گزارے، پھر بیس سال اکبر آباد رہے۔ یہیں قاری عبدالمالک صاحب سے قرأت اور علم تجوید کی تحصیل کی اور کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد دہلی چلے آئے۔ ۱۹۵۹ء تک یہاں رہے۔ یہاں تجارت بھی کی۔ کچھ عرصہ علی گڑھ بھی رہے۔

۱۹۵۹ء میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے اجازت لے کر پاکستان آگئے اور لطیف آباد، حیدر آباد، سندھ میں قیام کیا۔

بیعت و ارادت:

سید صاحب ۱۹۳۹ء میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے ــــ ۱۲ سال حضرت کی خدمت میں حاضر رہے اور منازل سلوک طے کیے۔

سفارتاً اجازت:

۱۹۵۶ء کے قریب حضرت علیہ الرحمہ نے سفارتاً اجازت مرحمت فرمائی۔ جس مکتوب میں سفارتاً اجازت عطا فرمائی، ملاحظہ فرمائیں:

مرسلہ ۱۴ر جولائی ۱۹۵۶ء

محبی سلمکم واوصلکم الیٰ عایۃ مایتمناکم

السلام علیکم وقلبی لدیکم ــــ تمہاری مرضی اگر یہی ہے کہ میں خود بیعت کروں، عبدالعزیز سلمہم کو تو پھر ایسا ہی کیا جائے گا لیکن اب میں لوگوں کو کم بیعت کرتا ہوں۔ اس لیے مناسب تو یہی تھا کہ تم خود ہی میری بیعت لیتے ــــ فقط والسلام

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ[2]

---

[1] جہانگیر صد سالہ جنتری از ۱۹۰۱ء تا ۲۰۰۰ء مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

[2] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۱۹

القابات از مرشد گرامی:

مرشد گرامی حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کے نام محررہ مکاتیب میں آپ کو مختلف القابات سے یاد فرمایا، جن سے آپ کی محبت اور شفقت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے:

(۱) عزیز گرامی سلمکم المولی المقتدر (مرسلہ ۱۱؍اگست ۱۹۵۳ء)

(۲) عزیزی ارشدی سلمہم واوصلہم الی غایۃ ما یتمنا ہم (مرسلہ ۲؍جون ۱۹۵۴ء)

(۳) محب سلمہم الحواس اصلح اللہ حالکم (۱۹۵۴ء)

(۴) محب مخلص نور اللہ قلبکم وابصارکم (مرسلہ ۳؍جون ۱۹۵۵ء)

(۵) عزیز بخستہ سیر اوصلکم الی غایۃ ما یتمنا کم (مرسلہ ۲۵؍جولائی ۱۹۵۵ء)

(۶) محب گرامی قدر سلمکم القوی المقتدر (مرسلہ ۳؍اکتوبر ۱۹۵۵ء)

(۷) محب گرامی قدر سلمکم المولی المقتدر (مرسلہ ۲۸؍اپریل ۱۹۵۶ء)

(۸) محبی سلمکم واوصلکم الی غایۃ ما یتمنا کم (مرسلہ ۱۴؍جولائی ۱۹۵۶ء)

(۹) محب عظیم القدر احبکم اللہ کما تحبنی (موصولہ ۳؍اگست ۱۹۵۶ء)

(۱۰) محبی مخلصی سلمہم الولی القوی (مرسلہ ۶؍نومبر ۱۹۵۶ء)

(۱۱) عزیزی ارشدی سلمہم ورفع قدرہم ومنزلتہم (مرسلہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۵۶ء)

(۱۲) محب مخلص زیداً اخلاصکم واوصلکم الیٰ فناء نفسکم (مرسلہ ۱۷؍جنوری ۱۹۵۷ء)

(۱۳) محبی اصلح اللہ حالکم (۱۹۵۷ء)

(۱۴) محب گرامی قدر سلمکم ورفع ومنزلتہم (مرسلہ ۲۵؍جولائی ۱۹۵۸ء)

(۱۵) اعزی ارشد سلمہم ورفع قدرہم ومنزلتہم (مرسلہ ۲۵؍جولائی ۱۹۵۸ء)

(۱۶) احبی اخلصی سلمہم (مرسلہ ۲۶؍اگست ۱۹۵۸ء)

(۱۷) عزیزی ارشدی نور اللہ قلبکم (موصولہ ۲۴؍اپریل ۱۹۵۹ء)

(۱۸) محب گرامی قدر سلمکم واوصلکم الی غایۃ ما یتمنا کم

(۱۹) عزیزی ارشدی سلمہم ونور قلبہم (مرسلہ ۱۹۶۰ء)

(۲۰) فروغ صبح سعادت ثبتہ اللہ علیٰ طریق السواء (مرسلہ جنوری ۱۹۶۲ء)

(۲۱) عزیزی اخلصی ارشدی سلمہم الولی القوی

(۲۲) معدن انوار الٰہی سید نواب علی سلمہم الولی (۱۹۶۳ء)

مستقل اجازت کے لیے ایک مکتوب میں فرمایا:

"آپ کو بیعت کی اجازت ہے۔ مگر فی الحال کسی سے بیعت لیں تو میری لیں۔ آئندہ مستقل اجازت کے لیے دیکھا جائے گا۔"[۱]

آپ کے مریدین و معتقدین دہلی، علی گڑھ، کانپور اور حیدر آباد میں موجود ہیں۔

اولاد:

سید صاحب کی اولاد میں ایک صاحبزادے محمد مطلوب بقید حیات ہیں۔

قلبی صلاحیت:

جس زمانے میں سید صاحب حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں دہلی میں حاضر تھے، اس زمانہ کا ایک واقعہ خود سید صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ جس سے ان کی قلبی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے:

علی گڑھ میں میں ایک وکیل صاحب کا لڑکا کھو گیا تھا۔ چنانچہ چند لوگ تعویذ کے لیے حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سید صاحب بھی موجود تھے، حضرت نے تعویذ کے لیے قلم اٹھایا ہی تھا کہ سید صاحب نے ایک ذاتی مشاہدے کے تحت ان لوگوں سے لڑکے کا نام پوچھا۔ جواباً انیس الرحمٰن بتایا گیا تو اس پر سید صاحب نے اچانک کہا کہ "لڑکا ۱۲ بجے تک آ جائے گا۔" —— حضرت نے فرمایا کہ "اگر لڑکا نہ آئے تو پھر تعویذ لے جانا" —— ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد حضرت نے جب سید صاحب سے استفسار کیا تو انہوں نے عرض کیا:

"ابھی ابھی ایک قد آور بزرگ نظر آئے جن کے سر پر عربی عمامہ تھا۔ چہرہ پر ناک کے قریب مو ٹا مسہ تھا —— انہوں نے فرمایا کہ لڑکا بارہ بجے آ جائے گا۔ میں نے وہی بات کہہ دی۔"

حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "یہ دادا پیر حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمہ تھے" اور سید صاحب کی پیٹھ تھپکی۔[۲]

۱۔ مکاتیب مظہری جلد اول، ص ۳۹۸، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء

۲۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۱۹، ۴۲۰

قاضی صفدر حسن صدیقی علیہ الرحمہ

ابتدائی حالات:

قاضی صاحب کی دہلی میں ولادت ہوئی۔آپ نسباً صدیقی مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی ہیں۔

آپ کے والد ماجد قاضی حیدر حسن صدیقی بڑے نیک اور متقی تھے۔آپ کے اسلاف میں بہت سے اولیاء اللہ گزرے ہیں۔آپ کے نانا مولوی احمد دین علیہ الرحمہ زبردست مقرر اور متورع انسان تھے۔بمبئی کی کسی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

ملازمت:

قاضی صاحب کی تعلیم تو آئی۔کام تک تھی مگر تجربہ کافی تھا۔۱۹۳۴ء سے سرکاری ملازمت شروع کی۔دفتر ڈی۔سی،پی اینڈ ٹی،لاہور میں سٹینوگرافر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

بیعت:

قاضی صاحب ابتداء ہی سے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے معتقد تھے اور اس گھرانے کا خاص احترام کرتے تھے۔پانچ سال کی عمر سے ہی اپنے دادا مرحوم کے ساتھ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تھے۔مگر حقیقی بیعت پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۶ء میں ہوئی۔قاضی صاحب ابتداء سے صوم وصلوٰۃ کے پابند تو تھے مگر ظاہر شریعت کے مطابق نہ تھا۔انگریزی تہذیب کے دلدادہ تھے۔لیکن جب بیعت سے مشرف ہوئے تو کایا ہی پلٹ گئی۔اتباعِ سنتِ نبوی ﷺ نے ایسا سرشار کیا کہ انگریزی تہذیب کے لبادے کو اتار پھینکا اور اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔سچ ہے:

خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنادیتی ہے   یہ اثر رکھتی ہے خاکستر پروانۂ دل

منازل سلوک:

چونکہ قاضی صاحب لاہور میں مقیم تھے اور حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ دہلی تشریف رکھتے تھے اس دوری کی وجہ سے براہِ راست صحبت سے مستفیض نہ ہو سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت ہی کے حکم سے مولانا عبدالغفور مدنی کے خلیفہ حضرت مولانا علاؤالدین نے منازل سلوک طے کرائے۔

سفارتاً اجازت:

۱۹۶۱ء میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ پہلی بار پاکستان تشریف لائے تو ایک اجماع میں قاضی صاحب کو سفارتاً اجازت سے نوازا۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی محبت و اُنسیت:

قاضی صاحب سے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو بے حد محبت و اُنسیت تھی۔ اس کا اندازہ ان خطوط گرامی سے ہوتا ہے جو حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے قاضی صاحب کے نام ارسال فرمائے۔ ان میں سے تبرکاً دو مکتوب گرامی پیش کیے جاتے ہیں:

۱

مرسلہ ۱۹۶۱ء

عزیزی ارشدی سلّمھم و رفع قدرھم و نور قلبھم

السلام علیکم ورحمۃ ربکم المعاام وبرکاتہٗ علی التمام۔ العزیز کی خیریت اور اپنے مولیٰ کی طرف توجہ تام کا علم باعث خوشنودی ہوا۔ مولیٰ تمہیں اپنی طرف متوجہ رکھے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اپنے تئیں عاجز خیال کرنا، قوت لاریبی میسر آنے کا نہایت عمدہ ذریعہ ہے۔ بے شک تمہیں ہر آن ترقی میسر آنے والی ہے۔ فقیر تمہارے لیے دعا کرتا ہے، وہ تعالیٰ تمہیں اپنے محبوبوں میں داخل فرمائے اور تمہیں فقیر ناکارہ کا وسیلہ گردانے۔ تہجد کے وقت ''دلائل الخیرات'' پڑھنے کی اجازت ہے۔ فقیر کے لیے بھی دعا کرتے رہیں۔

فقط والسلام مع الدعا

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ

۲

مرسلہ ۱۹۶۲ء

فروغ صبح سعادت ثبة اللّٰہ علی طریق السّواء

وعلیکم السلام ورحمۃ ربکم المنعام۔ بعد دعوات استقامت بر جادۂ نبوی مطالعہ کریں کہ باطنی کیفیت کے اضافہ کی خبر باعث مسرت ہوئی۔ اللھم زد فزد۔ جس قدر ہو سکے مراقبہ میں اضافہ کریں۔ تمہارے اعمال محبوب ہیں لیکن یہ مراقبہ کے لیے صرف تائید ہیں۔ اصل شے مراقبہ ہے۔ فقط والسلام

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ

القابات از مرشد گرامی:

حضرت قبلہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے قاضی صاحب کے نام محررہ مکاتیب میں کئی القابات تحریر فرمائے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱. عزیز و مخلص من میاں صفدر حسن سلمہم ذوالمنن (مرسلہ دسمبر ۱۹۵۱ء)
۲. عزیز القدر رخجستہ سیر رفع اللہ قدر کم ومنزلتکم (مرسلہ ۵؍فروری ۱۹۵۲ء)
۳. عزیز گرامی قدر سلمہم القوی العزیز (مرسلہ ۴؍اگست ۱۹۵۲ء)
۴. عزیز شفیق سلمہم المولٰی الرفیق (مرسلہ ۱۱؍اگست ۱۹۵۳ء)
۵. عزیزی اخلصی ارشدی سلمہم واوصلہم الی ما یتمنا ہم (موصولہ ۲؍دسمبر ۱۹۶۰ء)
۶. عزیز گرامی قدر رخجستہ سیر حفظکم (مرسلہ ۱۵؍ستمبر ۱۹۶۱ء)
۷. عزیزی اخلصی سلمہم ورفع قدر ہم ومنزلتہم
۸. عزیزی ارشدی سلمہم ورفع قدر ہم ونور قلبہم (مرسلہ ۱۹۶۱ء)
۹. فروغ صبح سعادت ثبۃ اللہ علی طریق السواء (موصولہ جنوری ۱۹۶۲ء)
۱۰. عزیزی ارشدی نور قلبہ بنور الیقین (مرسلہ ۱۰؍فروری ۱۹۶۲ء)
۱۱. عزیزی اخلصی سلمہم الولی القوی
۱۲. واقف حقائق ومعارف سلمکم اللہ تعالٰی (مرسلہ ۸؍جولائی ۱۹۶۳ء)

پند و نصائح مرشد گرامی:

آپ کے نام محررہ مکاتیب میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے جابجا پند و نصائح تحریر فرمائے ہیں۔ یہ نصائح ہر قاری کے لیے فیض رساں ہیں:

(۱)

اپنی ہر حالت پر اس تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اس کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھائیں۔ (مرسلہ دسمبر ۱۹۵۱ء)

(۲)

اس تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں، سب مشکلات رفع ہو جائیں گی۔

(مرسلہ ۴؍ اگست ۱۹۵۲ء)

(۳)

دنیا سے نفرت فنائیت کا دروازہ ہے ــــ حضرت مجدد صاحب سے تعلق پیدا ہو جانا تمہاری خوش قسمتی ہے، شکر کرو، اغیار کی صحبت سے جہاں تک ہو سکے احتراز کرنا چاہیے کہ یہ اس راہ میں سم قاتل ہے۔

جو کچھ پڑھا کریں اس کا ثواب سرکار اقدس (صلی اللہ علی وآلہٖ وسلم) کے بعد تمام سلسلے کے بزرگوں کو ہدیہ کر دیا کریں ــــ اور جو کام کریں وہ اخلاص کے ساتھ محض رب سبحانہٗ تعالیٰ کے لیے ــــ جہاں تک ہو سکے ہر وقت طہارت پر رہیں ــــ ضروری باتوں کے سوا خاموشی بہتر ہے ــــ قلب سے ذکر برابر جاری رکھیں اور قلب کی نگہداشت رکھیں اور رضائے الٰہی پر مضبوط رہیں۔ غرض قلبی بیداری کی بہت ضرورت ہے اور سنت پر عمل کی۔

(موصولہ ۲؍ دسمبر ۱۹۶۰ء)

(۴)

مولیٰ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف متوجہ رکھے، یہ بڑی دولت ہے ــــ اپنے تئیں عاجز خیال کرنا، قوتِ لاریبی میسر آنے کا نہایت عمدہ ذریعہ ہے۔

(مرسلہ ۱۹۶۱ء)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے علاقۂ خاص:

قاضی صاحب کو حضرت قبلہ علیہ الرحمہ اور حضرات نقشبندیہ خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے جو علاقۂ خاص ہے، اس سلسلے میں موصوف ہی کے نوشتہ دو واقعات پیش ہیں:

۱

''ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محفل منعقد ہے۔ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ قاضی صاحب کا بازو پکڑ کر محفل کے دروازے میں داخل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

''گھبراتا کیوں ہے، اندر جا''ـــــــ

جب قاضی صاحب اندر گئے تو رنگ محفل دیکھ کر حیران رہ گئےـــــــ دروازے کے قریب جو حضرات بیٹھے تھے جب قاضی صاحب نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا تو حضرت مرحوم نے فرمایا:

''نہیں نہیں، وہ دیکھو حضرت مجدد الف ثانی تشریف فرما ہیں، ان کی دست بوسی کرو۔''

چنانچہ تعمیل حکم میں دست بوسی کا شرف حاصل کی اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی۔''

جب یہ خواب حضرت کی خدمت میں دہلی عرض کیا گیا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا:

''مبارک ہو اس سال سرہند شریف کی زیارت سے مشرف ہو گے۔''

اس سال جو جماعت سرہند شریف جانے والی تھی اس کے تمام کاغذات وغیرہ مکمل ہو چکے تھے۔ مزید کسی شخص کی گنجائش نہ تھی۔ جب قائد جماعت سے قاضی صاحب نے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''اس تنگ وقت میں آپ کے لیے کچھ نہیں ہوسکتا۔''

قاضی صاحب نے جواباً کہا کہ:

''میں خود نہیں آیا مجھے بھیجا گیا ہے، انشاء اللہ ضرور جاؤں گا ورنہ جماعت نہیں جائے گی۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ راہیں کھل گئیں اور قاضی صاحب کے لیے بروقت غیب سے انتظام ہوگیا اور وہ تشریف لے گئے۔

قیام سرہند شریف کے دوران ایک رات درگاہ شریف میں قاضی صاحب مراقبہ کر رہے تھے۔ درگاہ بند کرنے کا وقت آیا تو مجاور نے سب لوگوں کو باہر چلے جانے کی ہدایت کی، قاضی صاحب سے بھی کہا، مگر وہ خاموشی کے ساتھ مراقبے میں مصروف رہے، مجاور چلا گیا۔ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ اس عالم تنہائی میں انہوں نے بچشم سر دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سامنے تشریف فرما ہیں۔ اس وقت اس خواب کی تعبیر کھلی آنکھ دیکھ رہے تھے۔ جو سفر سرہند شریف کی تمہید بنا تھا۔

؎ دل کو امید وصل ہے تمہید اضطراب　　تسکین اضطراب ہے تاکید اضطراب

۲

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات خواب میں وسیع و عریض میدان دیکھا جہاں چھڑکاؤ کیا گیا ہے۔ بیچ میں ایک محفل بجی ہوئی ہے۔ ہر طرف نور ہی نور نظر آتا ہے۔ ایک عالی شان چاندی کا تخت ہے۔ دور سے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہیں اور دائیں بائیں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جمع ہیں۔ بڑا بھاری دربار لگا ہوا ہے۔

ایک طرف یہ دربار ہے اور دوسری طرف حضرت قبلہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ قاضی صاحب کو اپنے ہمراہ لے کر اس دربار میں جا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

یہاں تک کہ دربار نبوی ﷺ کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت مفتی اعظم نے قاضی صاحب کو جناب رسالت مآب میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ:

"حضور یہ بھی آپ کے غلاموں میں ادنیٰ غلام ہے۔"

اس کے بعد دعا مانگی گئی۔"

اس خواب کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ پاکستان تشریف لائے تو

لاہور کے ایک اجتماع میں قاضی صاحب کو سفارت سے نوازا گیا۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اس وقت نور کا وہی سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا جو خواب میں ملاحظہ کیا تھا۔''[۱]

اولاد امجاد:

قاضی صاحب کی اولاد امجاد کے بارے میں قبلہ ڈاکٹر صاحب کے ایک مکتوب شریف سے معلوم ہوا۔ جو کہ مولانا جاوید اقبال مظہری صاحب کے نام ارسال فرمایا:

''لاہور میں حضرت کے مرید وخلیفہ مجاز قاضی صفدر حسن مرحوم رہتے تھے۔ ان کے صاحبزادگان حضرت علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں ـــــ کئی برس کے بعد اُن کے صاحبزادے کا خط آیا اور سب بھائیوں کے نام معلوم ہوئے ـــــ آپ مندرجہ ذیل پتے پر شجرہ شریف کی دس کاپیاں ارسال کر دیں:

قاضی انتصار احمد

مکان نمبر 9۔ اوم سٹریٹ نمبر 20،

ہوتا سنگھ روڈ، سنت نگر، لاہور

قاضی انتصار احمد کے بھائیوں کے نام یہ ہیں:

① افتخار احمد ② مختار احمد ③ بختیار احمد ④ گلزار احمد

⑤ ابرار احمد ⑥ ابصار احمد[۲]

[۱] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۲۱ تا ۴۲۳

[۲] مکتوب گرامی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد از ٹھٹھہ بنام مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی مکتوب محررہ ۱۰ اگست ۱۹۸۸ء

مولانا محمد احمد قریشی علیہ الرحمہ
(۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء ——— ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء)

آباء و اجداد:

آپ کے جدامجد قاضی فیاض احمد صاحب مرحوم اہلِ دل تھے۔ دہلی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمہ سے بیعت تھے——— والد ماجد نور احمد صاحب مرحوم تجارت پیشہ تھے اور دہلی کے مشہور عالم حضرت شاہ کرامت اللہ علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت تھے، لیکن حضرت قبلہ مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ العزیز سے کمال عقیدت و محبت رکھتے تھے——— یہی وجہ ہے کہ مرحوم کے دونوں صاحبزادگان

★——— جناب بشیر احمد ★——— جناب محمد احمد

حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء[1] میں دہلی میں ہوئی۔

تحصیل علم:

مولانا محمد احمد صاحب نے قرآن کریم کا آغاز حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ ہی کی صحبتِ کیمیا اثر میں کیا۔ اور کچھ فارسی کی کتابیں بھی پڑھیں۔ کچھ عرصہ مدرسہ نعمانیہ، دہلی میں بھی پڑھا لیکن بعد میں حضرت علیہ الرحمہ کے ایماء پر آپ کے والد مرحوم نے مسلم ہائی اسکول، مسجد فتحپوری، دہلی میں داخل کرادیا تھا۔ جہاں سے میٹرک کیا۔

پاکستان آنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے لاہور سے ایف۔اے پاس کیا۔ پھر منشی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ ۱۹۵۹ء میں سٹی اینڈ گلڈ، لندن سے ریڈیو انجینئرنگ کا امتحان پاس کیا اور اس میں بڑی مہارت پیدا کی۔

۱۔ جہانگیر صد سالہ جنتری ۱۹۰۱ء تا ۲۰۰۰ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

ملازمت کا آغاز:

ملازمت کا آغاز دہلی سے ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں سرکاری ملازمت میں بحیثیت لوئر ڈویژن کلرک داخل ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں اپر ڈویژن امتحان پاس کیا۔ پاکستان آنے کے بعد ۱۹۵۵ء میں ایس۔اے۔ایس (سپارڈی نیٹ اکاؤنٹس سروس) کا امتحان پاس کیا اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے بفضلہٖ تعالیٰ محکمہ ڈاک وتار میں اسسٹنٹ اکاؤنٹس آفیسر ہوگئے۔ ۱؎

بیعت:

آپ بچپن ہی سے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ لیکن انگریزی تعلیم اور دفتر ماحول نے اپنا اثر نہ دکھایا —— جب بیعت کا خیال دل میں آیا تو عزم صمیم کے ساتھ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل کیا اور پھر ۱۹۴۷ء میں حضرت مفتی اعظم کے دست مبارک پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد اہل خانہ کو بھی بیعت کرادیا۔

تربیت و شفقت و محبت:

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے قریشی صاحب کی بڑی شفقت ومحبت کے ساتھ تربیت فرمائی۔ اس کا اندازہ ان مکاتیب گرامی سے ہوتا ہے جو قریشی صاحب کے نام حضرت مفتی اعظم نے ارسال فرمائے۔ ہم یہاں صرف تین مکاتیب گرامی پیش کرتے ہیں:

۱؎ پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد رفیق مظہری رقمطراز ہیں:

"حضرت مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ قرآن مجید کے حافظ تھے اور گریجوایشن تک تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ تعلیم یافتہ، باشعور، بلند سوچ اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ انتہائی دیانتداری سے اپنے فرائض منصبی ادا فرماتے۔ کم گو، حق گو، نڈر، بے باک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ اور شرعی تقاضوں کا شدت سے خیال رکھتے اور کاربند رہتے۔ سرکاری ملازمت میں بہت سے نشیب وفراز آئے مگر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر بھروسہ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر جان دینے کی تڑپ رکھتے ہوئے زندہ رہے اور قدم قدم پر اپنے مرشد کریم کی اجازت اور رضاجوئی کے حریص رہے۔ جن حضرات کو آپ سے اکاؤنٹس پڑھنے کا موقع ملا، وہ آج بھی آپ کی عظمتِ کردار کے گیت گاتے ہیں۔ (مقالہ مشمولہ "خلفائے مسعود ملت" زیرطبع)

۱

مرسلہ ۱۹؍اگست ۱۹۵۰ء

سالک مسالک طریقت عزیز دل نواز جعلکم اللّٰہ من اولیاہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ——— صحیفۂ رفیعہ موصول ہو کر باعث بے حد مسرت ہوا۔ اللھم زد فزد۔ جو حالت تم نے اپنی لکھی، ہزاروں میں سے کسی کو حاصل ہوتی ہے۔ متوجہ الی اللہ رہیں اور ترقیات لا متناہیہ کے لیے خواہاں۔ امید ہے کہ وہ تعالیٰ تمہیں اپنے محبوبوں میں اٹھائے۔

فقط والسلام

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ

۲

مرسلہ ۴؍اگست ۱۹۵۴ء

محب صادق مالایلیق

السلام علیکم وقلبی لدیکم۔ فقیر تمہارے خلوص سے بھی واقف ہے اور اضطراب سے بھی، لیکن مرضی مولیٰ تعالیٰ کے آگے سر نیاز خم ہے۔ فقیر کب چاہتا ہے کہ تم جیسے محبوب سے مفارقت رہے۔ جدائی کے وقت کی حالت کا جو ذکر کیا ہے اس کا علم تمہارے بیان سے پہلے ہی حاصل ہے۔ فقیر نے تو اس ہی وجہ سے تمہاری طرف زیادہ التفات نہ کیا کہ پھر تم کو وقت مفارقت زیادہ حزن وملال پریشان نہ کرے۔ فقط والسلام

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ

۳

سالک مسالک طریقت نور قلبہ بنور الیقین

وعلیکم السلام ورحمۃ ربکم المنعام۔ سیر وسلوک کے واقعات سے اطلاع پاکر بغایت درجہ مسرت حاصل ہوئی۔ اللھم زد فزد۔ یہ سب کچھ محبت کی فراوانی کا ثمرہ ہے۔ جس قدر محبت میں زیادتی ہوگی۔ منازل ترقی پر عبور ہوتا رہے گا اور ہر روز ترقی ملاحظہ کریں گے۔

فقط والسلام

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ

سفارتاً اجازت:

منازلِ سلوک طے کرانے کے بعد ۱۹۶۵ء میں حضرت علیہ الرحمہ نے سفارتاً اجازت سے نوازا۔ جو حضرت کے قلبی تعلق کا آئینہ دار ہے۔ اس سلسلے میں حضرت نے جو مکتوب گرامی تحریر فرمایا تھا، وہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

عزیز گرامی قدر خجستہ سیر سلمکم المولیٰ المقتدر

وعلیکم السلام ورحمۃ ربکم المنعام ـــــ تمہارے حالات پڑھنے سے بہت مسرت ہوئی ہے۔ تمہیں سفارتاً اجازت دی جاتی ہے کہ کوئی بیعت ہونا چاہے تو اپنے ہاتھ پر میری بیعت لے لو اور اس کو توجہ دیتے رہو، اور علاقہ حضرت مولیٰ و ملجا مرشدی حضرت (سید صادق علی شاہ) علیہ الرحمہ سے مضبوط رکھو۔ فقط والسلام

محمد مظہر اللہ شاہ غفرلہٗ

پند و نصائح مرشد گرامی:

مرشد کریم نے اپنے مکاتیب عالی میں آپ کی رہنمائی کے لیے ارشادات فرمائے ہیں۔ یہ پند و نصائح مولانا محمد احمد قریشی صاحب کے لیے ہی مختص نہیں، بلکہ ان ملفوظات میں ہر قاری کے لیے سامانِ رشد و ہدایت موجود ہے، بقدر ظرف ہر کوئی استفادہ کر سکتا ہے:

(۱)

اپنے ہر حال میں مرشد کی جانب توجہ رکھنے کو رابطہ کہتے ہیں، تمہیں رابطہ کی خوب ورزش کرنی چاہیے۔ راہِ حق طے کرنے کے لیے دونوں چیزوں کی نہایت درجہ ضرورت ہے:

○ ـــــ اوّل ہر کام میں شریعتِ حقہ کی رعایت،

○ ـــــ دوسرے رابطہ میں قوت،

اگر یہ دونوں چیزیں حاصل ہیں تو پھر کسی شے کے فقدان کا غم نہ چاہیے ـــــ"

(مرسلہ ۲۱ر فروری ۱۹۴۹ء)

(۲)

حقیقت یہ ہے کہ اس قادر مطلق پر صحیح بھروسہ کیا جائے تو وہ یونہی کامیاب فرما دیتے

ہیں، اپنا تعلق صحیح ہونا چاہیے۔" (مرسلہ فروری ۱۹۵۰ء)

(۳)

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا وظیفہ کرنا منشا نہیں ہے بلکہ یہ کہ کائنات میں جس شے کو ملاحظہ کریں، اس کے خالق پر نظر رہے۔ تاکہ استغراق تامہ نقد وقت ہو جو اس راہ کے سالک کے لیے مقصود ہوتا ہے۔ (مرسلہ ۱۹ راگست ۱۹۵۰ء)

(۴)

رضائے الٰہی پر راضی رہنا بڑی شے ہے، وہ کیفیت حاصل کرو کہ اپنی تمنا ہی کوئی نہ رہے۔ (مرسلہ یکم مئی ۱۹۵۱ء)

(۵)

عزیز من! حوادثات کو اگر اپنے محبوب حقیقی جل وعلا کی جانب سے ملاحظہ کرو تو ہرگز تمہیں کسی حادثہ پر افسوس نہ ہو ـــــ کیا تم یہ چاہتے ہو:

- ـــــ وہ تعالیٰ (معاذ اللہ) تمہاری تابعداری کرے،
- ـــــ اور اپنی مرضی کے خلاف تمہاری مرضی کے موافق کام کرے!

میرے عزیز! ہمیں کیا معلوم کہ ہماری بہتری کس میں ہے۔ پس ہمیں تو اس پر خیال نہ کرنا چاہیے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ـــــ اور ہمارے گردش ایام ابھی جاری ہیں۔ ہاں! اس سے عافیت کی طلب ہمیشہ رہے۔ (مرسلہ ۱۸ را کتوبر ۱۹۵۱ء)

(۶)

کبھی کبھی حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی حاضر ہو جایا کرو کہ اس زمانے میں بعض زندہ درویشوں کی صحبت سے ان کی صحبت بدرجہا مفید ہے۔"

(مرسلہ ۱۴ رنومبر ۱۹۵۱ء)

(۷)

قلب کی جلا کے لیے تو ایک ہی عمل کارگر ہے کہ اس نور انوار جل وعلا کی ہمسائگی

میں رہا جائے اور خس و خاشاک معاصی سے صاف کر کے اس کے حبیب لبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مسکن بنایا جائے۔ (مرسلہ ۳۱/اگست ۱۹۵۲ء)

(۸)

اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ رہیں اور قرآن کریم کی تلاوت اور نماز سے صبر کے ساتھ استقامت طلب کرتے رہیں ـــــ اپنے دادا پیر حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہٗ العزیز کو ایصال کرتے رہیں اور مولیٰ سے دعا کریں کہ میری اعانت کے لیے ان کو میرا سفارشی فرما، اور پھر ان کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔" (موصولہ ۷/مئی ۱۹۵۳ء)

(۹)

عزیز من! درویشوں کی صحبت بہت بہتر ہے، صرف پیر سے بے رغبت نہ ہونا چاہیے اور جہاں سے کچھ فائدہ ہو پیر کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔" (موصولہ ۲۳/مارچ ۱۹۶۱ء)

(۱۰)

وہ فیاض مطلق تمہیں فنافی اللہ کے مرتبہ پر پہنچائے۔ ہمیشہ اس کی طرف توجہ اور اس کی نعمتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس سے محبت شدید حاصل ہو۔ خیالات فاسدہ کے دور کرنے کے لیے بھی یہی نسخہ مجرب ہے۔

(۱۱)

تمہیں سنت پر عمل باعث ترقی ہوگا، اہل وعیال کے ساتھ وہ طریقہ رکھیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تھا کہ یہ بھی ترقی کا مؤید ہوگا۔ (مرسلہ ۱۸/دسمبر ۱۹۶۱ء)

(۱۲)

کسی درویش کی صحبت میں بیٹھنے سے پہلے اس کے عقائد کی دیکھ بھال ضروری ہے۔

(مرسلہ ۲۵/دسمبر ۱۹۶۱ء)

(۱۳)

جس وقت قلب کو ذاکر پائیں اس وقت اس سے لگ جائیں اور ماسوا قلب کے جس

جگہ ذکر محسوس کریں ہمہ تن اس طرف متوجہ رہیں ـــــ اور مجھے اس سے آگاہ کردیں۔ جب وسوسہ پریشان کرے تو بائیں طرف تھتکار کر کہیں، غصہ کی نظر سے کہ:

''میرے مولیٰ کے درمیان تو حائل ہوتا ہے۔'' (مرسلہ ۲۹؍جنوری ۱۹۶۲ء)

(۱۴)

ہمہ تن توجہ باری تعالیٰ جل مجدہٗ کی طرف رہے اور اس کی ہر نعمت کی طرف توجہ کر کے اس کا نہایت عاجزی اور تفرع کے ساتھ شکر کرتے رہیں۔'' (مرسلہ ۲۲؍جولائی ۱۹۶۲ء)

(۱۵)

ہمیشہ مولیٰ تعالیٰ کا تصور غالب رہے اور ماسوا کو محض خیالی تصویریں خیال کریں جس کی حرکت دینے والا ہی رہ جائے، باقی سب تصویریں غائب ہو جائیں۔''

(مرسلہ نومبر ۱۹۶۲ء)

(۱۶)

بزرگوں کی تعظیم اور ان کے ساتھ محبت میں بھی کوشش کرو کہ یہ اسباب ترقیات ہے۔ حقوق عباد کو پورا کرنے کا سختی کے ساتھ خیال رکھیں کہ اس کی معافی دشوار ہے ـــــ تمہارے بڑے بھائی بھی بزرگوں میں ہیں، ان کی حیثیت کا بھی کماحقہٗ خیال رکھیں۔ حتی الامکان ہر شخص کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئیں۔

(۱۷)

ہمارے لیے سرکار اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہونا کافی ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ:

''جو چھوٹوں کی توقیر اور بڑوں کی عظمت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

اس پر ہمیشہ نظر رکھنی چاہیے ـــــ صاحبزادہ سلمہٗ کو بھی شفقت سے اصلاح پر لائیں ـــــ اور اہلیہ سلمہا پر بھی اس طریقہ کا عمل رکھیں جو سرکار اقدس کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عموماً امہات المؤمنین کے ساتھ رہا ہے ـــــ اور برادرانِ طریقت سے وہ معاملہ رکھیں

جوصحابہ کرام کے درمیان تھا۔ (مرسلہ ۲؍مئی ۱۹۶۳ء)

(۱۸)

سلوک طریق تمام تر عاجزی ہے اور نفس امارہ کو زیر کرنا ہے۔ اگر کسی میں اسکی ہمت نہ ہو تو وہ کبھی اس راہ کو طے نہیں کر سکتا۔ (مرسلہ ۲۵؍جولائی ۱۹۶۵ء)

(۱۹)

گھر کے حالات میں جہاں تک ہو سکے اصلاح میں قدم بڑھتا رہے، سنت کا خیال کرتے ہوئے کہ جس قدر سنت پر قدم بڑھے گا، اس راہ کی ترقی کا سبب ہوگا۔

(۲۰)

انکساری جب تک کرو گے عروج رہے گا اور غصہ بالکل دور کردو۔

(موصولہ ۱۶؍نومبر ۱۹۶۶ء)

خصوصی القابات:

مرشد گرامی نے آپ کے نام محررہ مکاتیب آپ کو مختلف القابات سے مخاطب فرمایا ہے، یہ تنوع حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی آپ پر شفقت، عنایت و محبت کا مظہر ہے۔

(۱) مجی مخلصی اوصلکم اللہ تعالیٰ الی غایۃ ما تمنا کم (مرسلہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۴۸ء)

(۲) محب مخلص سلمکم اللہ تعالیٰ عن الآفات الظاہر والباطنہ (مرسلہ ۱۳؍نومبر ۱۹۴۸ء)

(۳) مجی مخلصی رفع اللہ قدرکم (مرسلہ ۱۸؍جنوری ۱۹۴۹ء)

(۴) مجی مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ (مرسلہ ۲۱؍فروری ۱۹۴۹ء)

(۵) محب سراپا اخلاص رفع اللہ قدرکم فی الملاء المقربین (مرسلہ ۱۴؍جولائی ۱۹۴۹ء)

(۶) محب عالی قدر خجستہ سیر رفع اللہ قدرکم ومنزلتکم (مرسلہ ۷؍دسمبر ۱۹۴۹ء)

(۷) عزیز القدر خجستہ سیر زاداللہ تعالیٰ عمرکم ومنزلتکم (مرسلہ ۷؍فروری ۱۹۵۰ء)

(۸) محب گرامی قدر حفظکم اللہ تعالیٰ عن مکروہات الدارین (مرسلہ ۲۸؍فروری ۱۹۵۰ء)

(۹) سالک مسالک طریقت عزیز دل نواز جعلکم اللہ من اولیاء (مرسلہ ۱۹؍اگست ۱۹۵۰ء)

(۱۰) محبِ گرامی قدر خجستہ سیر نور اللہ قلبکم بمعرفتہ (مرسلہ کیم مئی ۱۹۵۱ء)

(۱۱) محبِ مخلص و دل نواز رفع اللہ قدرکم و منزلتکم (مرسلہ ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۵۱ء)

(۱۲) محبِ گرامی قدر خجستہ سیر نور اللہ قلبکم بنور الیقین (مرسلہ ۴؍ نومبر ۱۹۵۱ء)

(۱۳) مخلص دل نواز سلمکم المولیٰ واعطاکم الاعزاز (مرسلہ ۲؍ جنوری ۱۹۵۲ء)

(۱۴) جمیل الذات حمید الصفات العزیز الامجد میاں محمد احمد سلمہم الولی الصمد

(مرسلہ کیم مارچ ۱۹۵۳ء)

(۱۵) عزیز گرامی خجستہ سیر سلمکم القوی واوصلکم الی غایۃ ما یتمنا کم مولیٰ الاکبر

(موصولہ ۷؍ مئی ۱۹۵۳ء)

(۱۶) محبِ صدیق بما یلیق (مرسلہ ۴؍ اگست ۱۹۵۴ء)

(۱۷) محبِ گرامی خجستہ سیر اوصلکم الی غایۃ ما یتمنا کم (مرسلہ ۱۳؍ اگست ۱۹۵۶ء)

(۱۸) عزیزی ارشدی اجل اللہ لکم العافیۃ (موصولہ ۲۸؍ جولائی ۱۹۵۷ء)

(۱۹) عزیزی ارشدی سلمہم واوصلکم الی ما یتمنا ہم

(۲۰) عزیزی ارشدی سلمہم واوصلہم ما یتمنا ہم (مرسلہ فروری ۱۹۶۰ء)

(۲۱) عزیزی ارشدی اخلصی رفع قدرکم واوصلکم الی ما یتمنا کم (مرسلہ ۵؍ جون ۱۹۶۰ء)

(۲۲) عزیزی ارشدی سلمہم واوصلہم الی غایۃ ما یتمنا ہم (موصولہ ۲۳؍ مارچ ۱۹۶۱ء)

(۲۳) عزیزی ارشدی اخلصی سلمہم ونور قلبہم

(۲۴) معدن انوار حقائق مخزن اسرار دقائق زاد اللہ عمرہٗ (مرسلہ ۱۸؍ دسمبر ۱۹۶۱ء)

(۲۵) الزکی المخلص العزیز سلمہم الولی الرقیب (مرسلہ ۲۵؍ دسمبر ۱۹۶۱ء)

(۲۶) سالک مسالک طریقت نور قلبہ نور المعرفتہ (مرسلہ ۲۹؍ جنوری ۱۹۶۲ء)

(۲۷) عزیزی اخلصی سلمہم واوصلہم الی ما یتمنا ہم (مرسلہ ۲۲؍ جولائی ۱۹۶۲ء)

(۲۸) عزیزی اخلصی سلمہم ورفع قدرہم (مرسلہ ۹؍ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

(۲۹) مجمع محاسن و خوبی ہا سلمہم اللہ تعالیٰ (مرسلہ نومبر ۱۹۶۲ء)

(۳۰) موردِ تجلیاتِ الٰہی مصدرِ تفضلاتِ نامتناہی سلمہم (مرسلہ ۲۶ر فروری ۱۹۶۳ء)

(۳۱) فضائل وکمالات دستگاہ حقائق ومعارف آگاہ سلمہم

(۳۲) فضائل وکمالات دستگاہ سلمہم المولی الالٰہ (مرسلہ ۲ر مئی ۱۹۶۳ء)

(۳۳) عزیز گرامی قدر رجستہ سیر سلمکم المولی المقتدر

(۳۴) غازۂ عارضِ محبت واتحاد سلمہم المولی الوہاب (مرسلہ ۴ر جنوری ۱۹۶۵ء)

(۳۵) عزیزی اخلصی ارشدی اجبی سلمہم الولی القوی (مرسلہ مارچ ۱۹۶۵ء)

(۳۶) قرۃ العیون فرحۃ الفوادی المحزون سلمہم (مرسلہ ۲۵ر جولائی ۱۹۵۶ء)

(۳۷) سالکِ مسالکِ طریقت نورقلبہ بنورالیقین

(۳۸) سندی ومعتمدی ربیع فوادی وملتجائے مرادی رفع قدرہٗ (مرسلہ ۲۴ر مئی ۱۹۶۵ء)

(۳۹) عزیزی ارشدی اجبی سلمہم (موصولہ ۱۶ر نومبر ۱۹۶۶ء)

مرشد گرامی سے آخری ملاقات:

ایک واقعہ راقم الحروف کا آنکھوں دیکھا ہے کہ برادرِ طریقت مولانا محمد احمد قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، لاہور سے دہلی حضرت علیہ الرحمہ کی زیارت کے لیے تشریف لائے تھے، جس روز لاہور واپس جانا تھا، حضرت علیہ الرحمہ سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ خلافِ معمول حضرت علیہ الرحمہ نے کھڑے ہوکر محمد احمد قریشی (علیہ الرحمہ) کو گلے لگایا۔ آبدیدہ ہو گئے۔ بھائی محمد احمد (علیہ الرحمہ) نے عرض کیا:

''حضور دعا فرمادیں، پھر قدم بوسی کے لئے جلد حاضر ہوجاؤں۔''

حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''اب ملاقات نہیں ہوسکے گی۔''

کہ اس کے بعد حضرت علیہ الرحمہ کا انتقال ہوگیا۔[۱]

بزرگانِ سلف سے تعلق و محبت:

قریشی صاحب کو حضرت قبلہ علیہ الرحمہ اور آپ کے بزرگانِ سلف سے جو تعلق ومحبت

---

[۱] انوارِ مظہریہ، ص ۴۵۵

ہے اس کا اندازہ ان دو واقعات سے لگایا جا سکتا ہے جو خود قریشی صاحب نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد زید لطفہٗ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمائے:

★

ایک دفعہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر امتحان کی وجہ سے حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس محرومی کا قلب پر گہرا اثر تھا۔ اور سخت قلق و اضطراب کا عالم تھا اسی روز رات خواب میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے دلاسا دیا اور تشریف لے گئے۔ صبح قریشی صاحب بیدار ہوئے تو ان کی چچی مرحومہ نے فرمایا کہ آج تو تمہارے حضرت صاحب تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حضرت کا حلیہ مبارک، حتیٰ کہ طریقۂ نشست اور نشست کی جگہ سب وہی بتائی جو قریشی صاحب نے خواب میں ملاحظہ کی تھی۔

★

ایک مرتبہ حضرت علیہ الرحمہ نے قریشی صاحب کو دادا پیر حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر حاضری کی شدید تاکید فرمائی۔ حضرت ممدوح کا مزار مبارک موضع رتر چھتر (مکان شریف) ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب، بھارت میں واقع ہے۔ یہاں مسلمانوں کا نام ونشان نہیں۔ ان علاقوں میں جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ ویزا کا حاصل کرنا بھی مشکل ترین امر تھا۔ مگر جب ارشاد گرامی کے مطابق دل میں لگن لگی تو تمام مشکلات اور رکاوٹیں خود بخود ختم ہوتی چلی گئیں۔ اور حکومت کی طرف سے فوراً اجازت مل گئی۔ چنانچہ پاکستان اور ہندوستان کے مریدین پر مشتمل ایک جماعت حضرت کے صاحبزادۂ گرامی مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ کی قیادت میں مکان شریف حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوئی——— اس علاقے میں اس جماعت کی جو قدر و منزلت ہوئی اس نے اور بھی حیرت زدہ کر دیا۔ ڈیرہ بابا نانک تھانہ کے انچارج نے تو اپنے ہاں قیام و طعام کے لئے بھی درخواست کی۔

ان واقعات سے جہاں اہل تعلق کے تعلق قلبی کا اعجاز مشاہدے میں آتا ہے، وہاں بزرگانِ دین کے تصرفات باطنیہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

مرشد کریم کے خانوادۂ عالی سے محبت:

قریشی صاحب کو حضرت کے خانوادۂ عالی سے بھی بے انتہا محبت وعقیدت تھی۔ راقم الحروف کے ساتھ خاص تعلق وانسیت ہے۔[۱]

پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیق مظہری اپنا مشاہدہ وتجربہ بیان فرماتے ہیں:

''مرشد کریم حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب سے رابطہ مولانا محمد احمد قریشی مظہری کی وساطت سے ہوا۔ آپ اپنے مرشد کامل کے عاشق صادق تھے۔ مرشد کامل کی تمام اولاد کا ادب واحترام انتہائی خلوص وعقیدت سے کرتے تھے۔ حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی جب لاہور تشریف لاتے تو مولانا محمد احمد قریشی مظہری قدس سرۂ العزیز کے ہاں لازماً تشریف لاتے۔ وہ پُرکیف اور روحانی مناظر میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ مولانا محمد احمد مظہری قبلہ ڈاکٹر صاحب کی آمد پر تشریف آوری سے پہلے ہی انتہائی مسرور، شاداں، خوش وخرم نظر آتے، جیسے کوئی عظیم نعمت ملنے والی ہو۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر انتہائی والہانہ انداز سے آپ کا خیر مقدم کرتے۔ قیام لاہور کے عرصہ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہتے۔

ڈاکٹر صاحب کے مکاتیب اور ارشادات کا حد درجہ احترام بجالاتے۔ ''بزم ارباب طریقت'' کے زیر اہتمام جلسوں اور ماہانہ سالانہ پروگراموں کی تفصیلات سے ڈاکٹر صاحب کو آگاہ کرتے، اور بوقت ملاقات حد درجہ انکساری، خلوص اور عقیدت کا اظہار فرماتے۔ ان دو محبوبوں کے باہمی تعلقات اور پُر خلوص عقیدت کے مہکتے ہوئے پھول احقر کے دل ودماغ کو لافانی مہک عطا کرتے۔''[۲]

آپ نے اپنے مرشد گرامی کی شان میں نظم کی صورت جذبات کا اظہار کیا۔ ۱۹۶۱ء میں جب مفتی اعظم علیہ الرحمہ لاہور تشریف لائے تو مولانا محمد احمد قریشی نے دو مناقب پیش کیں۔

الحاج یونس بازی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

۱۔ تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۴۲۳ تا ۴۲۶ ۲۔ خود نوشتہ مقالہ مشمولہ ''خلفائے مسعود ملت'' زیر طبع

''حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عاشق صادق حضرت مولانا محمد احمد صاحب قریشی مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک منقبت میں جو مرشد کریم کے نام سے فیض پایا ہے، اس تشریح کے بعد اس کیف او روجدان کو سمجھنا آسان ہوگیا ہے۔[۱]

وہ مناقب ملاحظہ فرمائیں:

○

درشانِ والاصفات، قطب الاقطاب، بحر اسرار الٰہیہ، دلیل عرفاو محققین، ختم علماء راسخین، شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت مفتی اعظم مولانا مولوی الحاج الحافظ محمد مظہر اللہ شاہ صاحب نقشبندی مجددی چشتی القادری دہلوی دامت برکاتہم العالی

محمد مظہر اللہ میرے ماویٰ میرے ملجا ہیں
محمد مظہر اللہ میرے آقا میرے مولیٰ ہیں

مرے ہاتھوں میں دامن ہے محمد مظہر اللہ کا
محمد مظہر اللہ میرے آقا میرے مولیٰ ہیں

حضور قلب سے کہہ کر سکون قلب پاتا ہوں
محمد مظہر اللہ میرے آقا میرے مولیٰ ہیں

الٰہی وقتِ آخر ہو مرے وردِ زبان و جاں
محمد مظہر اللہ میرے آقا میرے مولیٰ ہیں

فرشتے قبر میں کہہ کر اُٹھائیں مظہری مجھ کو
محمد مظہر اللہ میرے آقا میرے مولیٰ ہیں

کہوں گا حشر میں بھی فخر سے پیشِ خدا ہو کر
محمد مظہر اللہ میرے آقا میرے مولیٰ ہیں

خدا شاہد ہے مجھ کو ناز ہے یوں اپنی قسمت پر
محمد مظہر اللہ میرے آقا میرے مولیٰ ہیں

رہے ہر دم یہ لب پر محمدِ احمد مضطر
محمد مظہر اللہ میرے آقا میرے مولیٰ ہیں

عرضِ نیاز

کمترین بندگانِ دربار مظہری: محمد احمد قریشی دہلوی

---

[۱] انوار مظہریہ، ص ۴۷

○

در منقبت قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، حجۃ الکاملین،
سند الواصلین، مظہر العلوم الخفی والجلی، مرشدی ومولائی، اعلیٰ
حضرت مفتی اعظم مولانا مولوی الحاج الحافظ محمد مظہر اللہ صاحب
نقشبندی مجددی چشتی القادری دہلوی دامت برکاتہم العالی

محمد مظہر اللہ ہیں محمد مظہر اللہ ہیں
مرے پیش نظر ہر دم محمد مظہر اللہ ہیں

مری آنکھوں سے دیکھے کوئی جلوے حسن مظہر کے
محمد مظہر اللہ مظہر انوار طیبہ ہیں

ملی جن کی بدولت دولتِ حبّ نبی مجھ کو
وہ میرے قبلۂ دیں، کعبہ جاں مظہر اللہ ہیں

یہ حادی، رہبر عالم، امام و مفتی اعظم
یہ اوصاف حمیدہ پیر کامل سب میں یکتا ہیں

بیاں کیا کیا کروں تعریف اپنے پیرو مرشد کی
یہ اعلیٰ ہیں، یہ بالا ہیں، یہ ارفع ہیں، یہ ادنیٰ ہیں

مجھے یہ فخر حاصل ہے میں اس پر ناز کرتا ہوں
کہ میرے سر پہ بھی سایہ فگن سرکار والا ہیں

بحمد اللہ کہ فیض شیخ سے پُر میرا دامن ہے
بحمد اللہ کہ شیخ من ظہیر دین ودنیا ہیں

محمد احمد احقر گدائے کوچۂ مظہر!
مبارک ہو ترے حامی محمد مظہر اللہ ہیں

نذرِ عقیدت

غلامِ غلاماں، دربار مظہری: محمد احمد قریشی دہلوی[۱]

وصال:

آپ نے ۲۷رشوال المکرم ۱۴۰۶ھ[۲]/ ۲۵رجون ۱۹۸۶ء کو طویل علالت کے بعد شیخ زید، ہسپتال، لاہور میں وصال فرمایا[۳]۔ نماز جنازہ بعد عشا ہوئی۔ اور تدفین میانی صاحب میں نزد دربار حضرت طاہر بندگی علیہ الرحمہ ہوئی۔

۱۔ انوار مظہریہ، ص ۲۲۴، ۲۲۵

۲۔ جہانگیر صد سالہ جنتری ۱۹۰۱ء تا ۲۰۰۰ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۳۔ خود نوشتہ مقالہ مشمولہ "خلفائے مسعود ملت" زیر طبع

اولاد امجاد:

آپ کے دو صاحبزادے،

★ مظہر احمد قریشی مسعودی ★ مظہر محمود قریشی مسعودی

اور سات صاحبزادیاں ہیں۔

چند خصائص و خصائل:

آپ کے بیٹے مظہر محمود مسعودی راوی ہیں:

★ تقریباً ۵۰ سال کی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا۔ اس خصوص میں کوئی آپ کا استاد نہ تھا۔ اکثر رمضان المبارک میں تراویح میں حفاظ کی اغلاط کی اصلاح کرتے۔

★ تہجد کے وقت بیدار ہوتے، ذکر و وظائف کرتے، علالت کے ایام میں گھر پر ہی نماز باجماعت کا اہتمام رکھا۔

★ آپ کا وصال ماہِ شوال میں ہوا۔ طویل علالت کے باعث نقاہت بہت تھی، باوجود ضعف اور معالجین کے منع کرنے کے رمضان المبارک کے روزے نہیں چھوڑے۔ نماز تراویح کا بندوبست رکھا۔ حالت یہ تھی کہ آپ کی غذا انتہائی کم تھی، سوائے نصف چپاتی کے اور افطاری کے وقت معمولی سا پان یا کچھ اور!

★ سروس کے آخری تین چار سال ایکٹنگ ڈائریکٹر کے طور پر بسر ہوئے——— رشوت سے سخت نفرت تھی۔ کراچی اور لاہور میں ان کے پلاٹ تھے، محکمہ والوں نے کنفرمیشن کے لیے رشوت مانگی، عدم ادائیگی پر پلاٹ ہاتھ سے جاتے رہے۔

★ ریٹائرمنٹ کے بعد جو واجبات ملے، ان سے بچوں کو گھر بنا کے دیا— آپ کی زوجہ نے کہا کہ آپ اتنے بڑے عہدے پر ہیں، تقریباً سب رشتہ داروں کے گھر اپنے اپنے ہیں، آپ اپنا گھر کیوں نہیں بناتے، اس پر قریشی صاحب نے تاریخی جملہ کہا:

''یہ لوگ دنیا میں گھر بنائیں، کیا یہ اچھا نہیں کہ ہم جنت میں اپنا گھر بنائیں؟۔''

ستم ظریفی یہ ہوئی کہ جب اپنا مکان بنایا، اس وقت آپ کی اہلیہ محترمہ وفات پا چکی تھیں۔

قریشی صاحب نے اپنے جیتے جی گھر میں ٹی۔وی نہیں آنے دیا، احباب واقارب نے بھی کہا مگر سختی سے فرمایا کہ میری زندگی میں میرے گھر میں ٹی۔وی نہیں آئے گا، اور ایسا ہی ہوا۔

قریشی صاحب کی شادی کا معاملہ بھی محبت رسول اکرم ﷺ سے معمور ہے—— کسی محفل میں آپ نے ایک نعت پڑھی۔ وہ نعت خواتین میں سے ایک خاتون کو بہت پسند آئی۔ وہ اللہ کی بندی محبت رسول ﷺ سے سرشار تھی، انہوں نے کہا میں اپنی بیٹی کی شادی اس لڑکے سے کروں گی، پھر وہیں شادی ہوئی۔

علامہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب نے ان کی وفات کے بعد ایک محفل میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

''قریشی صاحب کے چہرے پر بے حد نور تھا، جنازے میں لوگوں کا کثیر مجمع تھا''

آپ فنائی الشیخ تھے۔ان کا ثبوت یہ ہے کہ وفات سے قبل رات کو اپنے بھانجے کو بلا کر کہا کہ:

''مجھے حضور قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ خواب میں ملے ہیں اور فرمایا کہ ہم تمہارا انتظار کررہے ہیں''

چنانچہ اگلے دن آپ کا وصال ہوگیا۔

مولانا سید محمد الیاس زیدی مظہری واسطی علیہ الرحمہ

(۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء ——— ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)

سلسلۂ نسب:

آپ کا خاندان سادات حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلق رکھتا ہے۔[۱] ——— آپ کا سلسلۂ نسب بتیسویں (۳۲) پشت میں حضور اکرم ﷺ سے ملتا ہے۔[۲]

آباؤاجداد:

آپ کے مورث اعلیٰ میر سید ابو الفراس علیہ الرحمہ شہاب الدین غوری کے لشکر کے ہمراہ شہر واسط، غزنی سے ہندوستان تشریف لائے[۳] ——— ہندوستان آمد پر آپ کی ولایت کی آزمائش کی گئی، آپ کو شیر ببر کے ساتھ ایک حجرہ میں بند کر دیا گیا۔ صبح جب حجرہ کا دروازہ کھولا گیا تو میر صاحب علیہ الرحمہ نماز میں مشغول تھے اور شیر آپ کے قدموں کی جانب بیٹھا ہوا تھا ——— یہ معاملہ دیکھ کر آپ کی بہت عزت و تکریم کی گئی۔

میر سید ابو الفراس علیہ الرحمہ ہندوستان تشریف لا کر واپس واسط چلے گئے۔ البتہ آپ کے فرزند میر سید مسعود علیہ الرحمہ اور ان کی اولاد نے یہیں سکونت اختیار کی۔ اور شہر سید شاہ پور آباد کیا جو کہ ریاست پاٹودی ضلع گڑگانواں میں واقع ہے۔ شاہ صاحب کے آباؤ اجداد کے حالات و واقعات، ہندوستان آمد، شجرہ وغیرہ کی تفصیل ریاست پاٹودی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔[۴]

ننھیال:

مولانا الیاس شاہ صاحب کا دودھیال سید شاہ پور اور ننھیال سید بہاؤ الدین نگر ہے۔[۵]

۱۔ مکتوب مولانا سید محمد الیاس زیدی بنام محمد عبد الستار طاہر محررہ ۱۶/ جون ۱۹۹۹ء

۲۔ ۴۔ مکتوب مولانا سید محمد الیاس زیدی بنام محمد عبد الستار طاہر محررہ ۲۲/ جون ۱۹۹۹ء

۳۔ شہر واسط سے تعلق کی بناء پر آپ کو واسطی بھی کہا جا سکتا ہے ——— طاہر

۵۔ مکتوب مولانا سید محمد الیاس زیدی بنام محمد عبد الستار طاہر محررہ ۲۲/ جون ۱۹۹۹ء

سید بہاؤالدین نگر ریاست جے پور کے علاقہ کوٹ قاسم میں واقع ہے۔ یہ قصبہ سید بہاؤالدین گردیزی علیہ الرحمہ نے آباد کیا۔ اس قصبے کا ایک نام سید بھون گڑھ عرف بھوں کر مشہور ہے۔[1]

والد گرامی:

مولانا سید محمد الیاس صاحب کے والد گرامی سید ارشاد علی علیہ الرحمہ قصبہ سید شاہ پور سے سید بہاؤالدین نگر آ کر آباد ہوئے۔ یہ ۱۹۴۷ء سے کافی عرصہ پہلے کا واقعہ ہے۔ یہاں ان کے سسرال تھے۔ اس وقت پورے قصبے بہاؤالدین نگر میں صرف یہی ایک یہی ایک گھرانہ اہل سنت و جماعت کا رہائش پذیر تھا۔ ان کے علاوہ تمام سادات شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ لہٰذا شاہ صاحب کے والد گرامی نے یہاں آ کر اہل سنت کے لیے ایک مسجد کی تعمیر شروع کی۔ جس کی تمام شیعہ نے سخت مخالفت کی ـــــ لیکن اللہ رب العزت نے یہ کام سید ارشاد صاحب سے لینا مقصود تھا لہٰذا دشواریوں کے باوجود یہ مسجد بنی اور الحمدللہ آج تک موجود ہے۔ اس مسجد کی امامت سید ارشاد علی علیہ الرحمہ خود ہی کراتے تھے۔[2]

ذریعہ معاش:

سید شاہ پور میں زرعی زمین تھی جس کی پیداوار آتی تھی۔ خود ہی زمین داری کیا کرتے تھے ـــــ سید بہاؤالدین نگر میں آنے کے بعد یہاں پر بھی سید ارشاد علی علیہ الرحمہ نے کھیتی باڑی ہی کی۔ یہاں پر زمین پٹہ پر لی ہوئی تھی۔ جس سے خوب گزراوقات ہوتی تھی۔ نیز ایک دوکان بھی کی ہوئی تھی۔[3]

ولادت:

سید محمد الیاس زیدی صاحب کی ولادت ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء[4] میں قصبہ بہاؤالدین نگر میں ہوئی۔ یہ قصبہ دہلی سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔[5]

۱۔ مکتوب محررہ ۱۶ر جون ۱۹۹۹ء از مولانا سید محمد الیاس زیدی بنام محمد عبدالستار طاہر

۲۔ مکتوب محررہ ۲۲ر جون ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر ۳۔ مکتوب محررہ ۲۲ر جون ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر

۴۔ جہانگیر صد سالہ جنتری ۱۹۰۱ء تا ۲۰۰۰ء مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۵۔ مکتوب محررہ ۲۲ر جون ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ جو کہ بذات خود عالم تھے اور سید بہاؤ الدین نگر میں خطیب و امام تھے ـــــ اس دور میں کوئی با قاعدہ اسکول نہیں تھا، لہذا اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔

ابتدائی تعلیم میں دینیات کی کتاب اول سے ساتویں کتاب تک اور فارسی ''کریما'' و ''خالق باری'' اپنے والد صاحب سے ہی پڑھیں۔

۱۹۴۴ء میں قرآن مجید ناظرہ قاری سید حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ سے پڑھا۔ قاری صاحب پیرو مرشد شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کے داماد تھے۔

بیعت وارادت:

حضرت قبلہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہونے کے تین ظاہری اسباب ہوئے:

★ مولانا محمد الیاس صاحب کے والد گرامی کو حضرت قبلہ مفتی صاحب سے خاص انسیت اور تعلق تھا۔ اکثر دہلی آنا جانا رہتا تھا۔ لہذا حضرت قبلہ علیہ الرحمہ سے ملاقات رہتی۔ نیز دینی معاملات میں اگر کبھی رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوتی تو قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ ہی سے فتویٰ لیا کرتے تھے۔

★ ارادت میں داخل ہونے سے بیشتر سید صاحب کو اکثر حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا ـــــ اس گاہ بگاہ حاضری نے بھی اپنا اثر ظاہر کیا اور قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ کی روحانیت نے بھی اپنی جانب متوجہ فرمایا۔

★ مولانا الیاس صاحب کے ہم زلف سید احسان علی جو کہ حکیم اجمل خاں کے ہاں ملازم تھے، قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ سے ارادت رکھتے تھے۔ اکثر اوقات قبلہ حضرت صاحب کی بزرگی اور روحانیت کے واقعات سنایا کرتے تھے۔ جوں جوں یہ تذکرہ ہوتا تھا، حضرت سے بیعت ہونے کی خواہش شدت اختیار کرتی گئی۔

لہٰذا ۱۹۴۱ء میں قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جسے قبلہ حضرت علیہ الرحمہ نے قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"کل بعد نمازِ مغرب بیعت کریں گے۔"

اگلے روز بعد نماز مغرب قبلہ حضرت صاحب نے بیعت فرمالیا۔ درود شریف اور استغفار پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

القابات از مرشدگرامی:

مرشد گرامی نے آپ کے نام جو مکتوبات شریف تحریر فرمائے، ان میں آپ کو متعدد القابات سے یاد فرمایا۔ جو کہ باہمی محبت و تعلق و نسبت کی غمازی کرتے ہیں:

① محبی سلمکم اللہ تعالیٰ (مرسلہ ۲۱/ جولائی ۱۹۴۴ء)

② محب مخلص زید عنایتکم (موصولہ ۲۴/جنوری ۱۹۴۴ء)

③ محب گرامی سلمہم اللہ تعالیٰ (موصولہ ۲۲/اکتوبر)

④ محبی سلمکم المولی القوی (مرسلہ ۱۳/ مارچ ۱۹۵۲ء)

⑤ محب گرامی قدر سلمکم القوی المقتدر (مرسلہ ۲۶/ ستمبر ۱۹۵۳ء)

⑥ محبی مخلص اوصلکم المولی الی غایۃ ما تمنا کم (مرسلہ ۷/ فروری ۱۹۵۴ء)

⑦ محب دل نواز سلمہم المولی بالاعزاز (مرسلہ ۳/ مارچ ۱۹۵۴ء)

⑧ عزیزی ارشدی سلمکم واوصلکم الی ما تمنا کم

⑨ مخلص نواز و خلوص پرواز میاں محمد الیاس سلمہم عن سائر الباس (مرسلہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۵۴ء)

⑩ محب گرامی قدر سلمکم عن المخالفین ورفع قدر کم فی العالمین

⑪ محب مخلص زید اخلاصکم واوصلکم الی ما تمنا کم

⑫ عزیزی اخلص سلمہم واوصلہم الی ما تمنا ہم (مرسلہ ۱۹/ اپریل ۱۹۶۳ء)

مرشد گرامی کے پند و نصائح:

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے مکاتیب عالیہ میں مخاطب کو رشد و رہنمائی سے

نوازا ہے ـــــ فیض کے اس سرچشمے سے کوئی بھی شخص بلاتخصیص دامن طلب بھر سکتا ہے:

①

جس امر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہ ہو، اس میں والدین کی اطاعت ضروری ہے۔ (مرسلہ ۲۱/جولائی ۱۹۴۴ء)

②

بعد نماز اس غرض سے کلمہ پڑھنا کہ لوگوں کو بھی کلمہ پڑھنے کی ترغیب ہو اور وہ اس کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھ سکیں، اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ـــــ ہاں اگر کبھی کبھی ترک بھی کر دیں تو بہتر ہے تاکہ کوئی اس کو سُنّت نہ سمجھنے لگے۔ (موصولہ ۲۲/اکتوبر)

③

نماز میں جب یکسوئی آجائے تو پھر دنیوی خیال کی کیا گنجائش! ـــــ یہ وقت تو خاص رجوعیت کا ہے۔ شیطان جب اس طرف آپ کو لگائے تو دل میں اس کی طرف تیزی سے نظر کریں اور خیال کی زبان سے کہیں:

"کم بخت! میں اپنے مولیٰ کے سامنے کھڑا ہوں۔ تیری طرف متوجہ ہوں گا تو معاذ اللہ وہ مجھ سے اعراض فرمالے گا۔"

اس طرح انشاء اللہ وہ دفع ہو جائے گا۔ (مرسلہ ۳/مارچ ۱۹۵۴ء)

④

یہ صحیح ہے کہ جو رقم جس مسجد کے لیے جمع ہے، اسی مسجد میں وہ خرچ ہو سکتی ہے ـــــ البتہ اگر اس مسجد میں اس کی ضرورت بھی نہ رہی تو اس سے قریب کی اُس مسجد میں جس میں اُس کی ضرورت ہو، صرف کرنے میں مضائقہ نہیں ـــــ ورنہ جائز نہیں۔ یہاں تک (کہ) اگر اس وقت اس مسجد کو ضرورت نہیں، اور آئندہ اندیشہ ہے کہ اس کی ضرورت واقع ہوگی، تب بھی دوسری مسجد میں وہ رقم صرف نہیں کی جاسکتی۔

⑤

تشہد میں انگشت شہادت اٹھانے میں اگرچہ فقہا کا اختلاف ہے، لیکن صحیح ہے کہ

اُٹھانا چاہیے۔ یہ فعل مسنون ہے۔ (مرسلہ ۱۰ اراگست ۱۹۵۸ء)

(۶)

شادیوں میں بیٹی والوں کو جو حسب حیثیت روپیہ دیا جاتا ہے، شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ــــــ البتہ اس رواج کو اُٹھا دیا جائے تو بہتر ہے، تاکہ جو لوگ اس کی حیثیت نہیں رکھتے ان کو کوئی دشواری نہ آئے ــــــ کسی کو بیٹی والوں کی اعانت کرنا ہے تو وہ پوشیدہ طور پر کر سکتے ہیں ــــــ اور لڑکیوں کو ترکہ کا حصہ نہ دینا حرام ہے۔ قیامت میں اس کا سخت مواخذہ ہوگا ــــــ جس نے بیوی کو اس کا مہر نہیں دیا، وہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو حسب حصہ شرعی دے اور وارث تو اس کی جانب سے کسی کار خیر میں لگا دے یا مساکین کو دے۔

(مرسلہ ۱۴ ارمئی ۱۹۵۹ء)

(۷)

گائے کی قربانی میں دو حصے قربانی کے اور پانچ حصے عقیقے کے جائز ہیں ــــــ عقیقہ بکری کا لازم نہیں ہے اور لڑکے کا ایک حصہ بھی قربانی میں ہو سکتا ہے۔

(۸)

ہماری کوشش جس قدر رہو اس کے احکام کی پیروی میں اور سرکار اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی متابعت میں ہونی لازم ہے، جس کے لیے ہم پیدا ہوئے ہیں۔

جس قدر عمر جاتی ہے اسے غنیمت جانیں۔ پھر اس کمائی کا وقت ایک لمحہ بھی میسر نہ آئے گا اور سوائے افسوس کے کچھ نقد وقت نہ ہوگا۔

سلسلۂ معاش:

حلقۂ ارادت میں شامل ہونے سے قبل کچا باغ باڑہ ہندو راؤ، دہلی میں رہائش پذیر تھا لیکن ہمیشہ معمول یہ رہا کہ نماز جمعہ اور دیگر تقریبات کے لیے جامع فتحپوری حاضر ہوا کرتا تھا۔

ارادت سے پیشتر دہلی میں ٹرام کمپنی میں تین سال ملازمت کی ــــــ پاکستان آنے پر مولیٰ تعالیٰ نے خود ہی گزر اوقات کا انتظام فرما دیا۔ کاہنہ میں تمام طبقہ زمیندارہ کرتا ہے، نہری پانی ہے۔ اس لیے ہر زمیندار کو ٹائم کے مطابق پانی ملتا ہے۔ اور یہ ٹائم بتانے کا کام کسی ایک

شخص کے پاس ہوتا ہے۔ یہ فرض سید الیاس صاحب کو سونپ دیا گیا۔ اور وہ گھڑی ان کے سپرد کردی گئی۔ ہر فصل خریف اور ربیع پر ۵ سیر اناج فی زمیندار مقرر ہوا۔ اس سے فکر معاش ختم ہو گئی اور الحمد للہ رب العزت نے سبب پیدا فرمادیا۔[۱]

چند کرامات مرشد:

حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی نسبت سے بے شمار واقعات ہیں، کیا کیا عرض کیا جائے۔ عمر کا تقاضا ہے، سن رسیدگی اور ضعف وعلالت ساتھ ساتھ چل رہے ہیں ——— قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ کے اکرام ہمیشہ سے ہی شامل حال رہے ہیں:

O

۱۹۴۲ء میں حکومت برطانیہ کی جانب سے دہلی میں ایک کمپنی بنام ٹیکنیکل ٹریننگ تھی جو کہ فراڈ سے ذریعہ لوگوں کو بھرتی کرتی تھی۔ کچھ روز ٹریننگ دینے کے بعد محاذ جنگ پر بھیج دیا کرتے تھے۔ لہذا یہاں پر کچھ عرصہ تک کام کیا اور پھر چھوڑ دیا۔ چونکہ انگریزوں کا دور تھا اور حکومت وقت کا معاملہ تھا، گورنمنٹ کے بھرتی ہو کر ملازمت چھوڑنا آسان نہیں تھا۔ یہاں پر قبلہ حضرت علیہ الرحمہ کی دعاؤں کی وجہ سے جان چھوٹی ——— میں ملازمت از خود چھوڑ کر چلا آیا اور جب واپس ڈیوٹی پر واپس نہیں پہنچا تو وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکا تھا۔ چونکہ علاقہ میں اللہ پاک کی عنایت سے اچھی عزت اور ساکھ تھی، لہذا کسی نہ کسی طرح گرفتاری سے بچتے رہے، لیکن کب تک، حکومتی معاملہ ہونے کے سبب بڑی پریشانی تھی۔

ایک روز ہمارے ہاں سے کچھ لوگ دہلی جارہے تھے، آخر کار مجبور ہو کر ان سے کہا کہ آپ لوگ جب دہلی جاؤ تو جامع مسجد فتحپوری بھی جانا اور وہاں بڑے امام صاحب کو پوچھنا (کیونکہ ان دنوں حضرت قبلہ کے صاحبزادہ حضرت مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ جامع فتحپوری میں امامت کیا کرتے تھے) اور آپ سے ملاقات ہو جائے تو کہنا کہ "الیاس نے سلام عرض کیا ہے۔" لہذا جب یہ لوگ دہلی میں جامع فتحپوری پہنچے تو اس وقت قبلہ حضرت صاحب وضو فرما

---

[۱] مکتوب محررہ ۲۲ رجون ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر

رہے تھے۔ معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ یہ بڑے امام صاحب ہیں۔ جب آپ وضو سے فارغ ہوئے تو یہ لوگ آپ سے ملے اور عرض کیا: ''بھائی الیاس نے آپ کو سلام کہا ہے۔''

آپ نے جواباً فرمایا:

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! ان سے کہنا کہ آپ فکر نہ کریں ہم آپ کے لیے دعا کر رہے ہیں۔''

جب یہ لوگ واپس آئے تو کہنے لگے یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ نے تو حضرت صاحب کو صرف سلام کہا تھا لیکن قبلہ حضرت صاحب نے جواب میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا میں نے کہا کہ ''بس یہ ایک بات تھی جو میرے دل میں تھی، جس کا آپ نے جواب مرحمت فرمایا ہے''—— اس کے بعد میں مطمئن ہوگیا اور مولیٰ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ گرفتاری کا معاملہ ختم ہوگیا۔

○

ایسا ہی ایک واقعہ ۱۹۴۷ء کا ہے جب پاکستان بنا۔ واقعہ طویل ہے لیکن اختصار سے عرض کرتا ہوں۔ ہمارے ہاں ایک شخص بندوقیں بنایا کرتا تھا اور اس کا سامان پارسل کی صورت میں جودھ پور سے میری معرفت آیا کرتا تھا۔ چونکہ میں پاکستان کا حامی تھا، لہٰذا علاقہ کے تمام لوگ خصوصاً ہندو میرے سخت مخالف تھے، اور سب ہی کو معلوم تھا کہ وی۔ پی پارسل میری معرفت آتا ہے۔ مخبری کی گئی، جیسے ہی پارسل آیا پولیس کا چھاپا ڈلوا دیا گیا۔ میں نے کہا کہ بھئی یہ پارسل میرا نہیں ہے، لیکن کوئی بات نہیں مانی گئی اور کہا ہم گرفتار کریں گے اور اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔ یہ معاملہ بھی قبلہ حضرت صاحب کی دعا اور توجہ سے حل ہوا۔

محرم کا مہینہ تھا اور شاید ۴ تاریخ تھی۔ مجالس عزا میں آنا جانا ہوتا تھا۔ میرے ایک دوست شیعہ تھے۔ میں ان کے ساتھ ایک مجلس میں شامل تھا کہ پولیس آگئی۔ لوگوں نے کہا بھی کہ الیاس چلے جاؤ، بھاگ جاؤ۔ لیکن میں نے کہا کہ میں نہیں بھاگتا جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور قبلہ حضرت علیہ الرحمہ کی عنایت و نظر کرم پر یقین تھا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ اسی مجلس میں میں نے یہ سلام پڑھا تھا:

جنگ سے شہ کی غرض اسلام کی تجدید تھی
ملک دولت سے بھلا شبیر کو کیا کام تھا

القصہ مختصر مجلس ختم ہوئی تو تھانیدار نے کہا کہ "یہ کون صاحب ہیں؟ جنہوں نے یہ کلام پڑھا ہے"، یہ سن کر سب لوگ خاموش رہے اور کوئی کچھ نہیں بولا۔ آخر اس نے پھر دریافت کیا کہ "بتلاؤ تو سہی یہ کون صاحب ہیں؟" —— بالآخر ہمارے دوست نے کہا کہ "یہی تو وہ الیاس ہیں جن کے وارنٹ گرفتاری لیے لیے آپ کی پولیس گھومتی ہے"، یہ سن کر کہا، "اچھا یہ الیاس ہیں!" پھر تمام پولیس کے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "تم سب دیکھ لو یہ الیاس ہے، آج کے بعد کوئی شخص اس کے پیچھے نہیں آئے گا۔ اور آج سے میں یہ معاملہ ختم کرتا ہوں" —— بعد ازاں کچھ عرصہ بعد ۱۹۴۸ء میں ہم پاکستان آ گئے۔

O

کاہنہ نو میں ۱۹۴۸ء میں آئے تو یہاں کے لوگوں نے مسجد کی امامت کے لیے اصرار کیا۔ شروع شروع میں کافی مخالفت بھی ہوئی۔ پھر ایک روز میں نے حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا۔ ارشاد فرمارہے ہیں: —— "الیاس، اذان پڑھو!"
میں نے اذان پڑھی۔ بس پھر تمام مخالفتیں ختم ہو گئیں۔

O

دہلی میں ایک شخص کو قتل کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ کیس عدالت میں چلتا رہا اور آخر کار پھانسی کا حکم یقین ہو گیا۔ مجرم یا ملزم کے لواحقین کو کسی نے قبلہ حضرت صاحب کا پتہ بتلا کر کہا کہ تم وہاں جا کر دعا کراؤ۔ پھانسی کے حکم سے ایک روز پہلے اس کے لواحقین حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "آپ لوگ بہت تاخیر سے آئے ہیں"۔ آپ نے ایک نقش عنایت فرما کر ارشاد فرمایا: "کہ صبح عدالت میں پہنچنے سے پیشتر یہ نقش مجرم/ملزم تک پہنچ جانا چاہیے۔" دوسرے روز عدالت میں اس شخص کو پیش کیا گیا۔ جج انگریز تھا۔ کیس کی فائل پیش ہوئی۔ فیصلہ سنانے کے لیے نے فائل کو کھولا تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ استفسار پر اس نے کہا کہ میں نے اپنے طور پر پھانسی کا حکم لکھ دیا تھا مگر اب جو فائل دیکھتا ہوں تو ہر جگہ بری بری لکھا ہوا ہے۔

چنانچہ اس نے مجرم کو بری کر دیا۔

اگر کچھ مرتبہ چاہے تو خدمت کر فقیروں کی
بلا کو ٹال دیتی ہے دعا روشن ضمیروں کی[1]

پاکستان آمد و سکونت:

۱۹۴۸ء میں انڈیا سے نقل مکانی کر کے پاکستان آگئے۔ ٹنڈو محمد خاں، سندھ میں کچھ عرصہ رہے۔ وہاں سے بعد میں شاہ پور درڈا آ کر رہے ــــ بالآخر لاہور میں کاہنہ نو آباد کیا۔

یہاں پر شروع شروع میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر رفتہ رفتہ قبلہ حضرت صاحب کی دعاؤں سے تمام معاملات ٹھیک ہو گئے۔ یہاں کاہنہ نو میں ہندوستان سے آئے ہوئے دیگر لوگوں سے ملاقات ہوگئی۔، یہاں پر میوات کے لوگ آباد ہو گئے تھے۔ ان میں ہمارے بھی جاننے والے کچھ لوگ تھے۔

یہاں پر ایک مسجد تھی جس کا انتظام اور امامت انہیں میں سے کچھ لوگ کرتے تھے، انہیں جب ہماری یہاں آمد کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ آپ ہماری امامت کریں، آپ ہمارے امام ہیں، شروع شروع میں کافی مخالفت ہوئی۔ بعد میں سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔[2]

پھر یہیں موضع کاہنہ نو میں مسجد ''نور المساجد میواتیاں'' تعمیر کرائی۔ اور اب تک اسی مسجد کا جاروب کش ہوں۔ خطابت و امامت کا کام خادم سر انجام دے رہا ہے۔[3]

سفارتی خلافت و اجازت:

قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ پاکستان تشریف لائے تو میں آٹھ دس ہمراہیوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن کو آپ نے بیعت فرمالیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یہاں پر اکثر احباب نے حضرت قبلہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ان کی خواہش کے مدنظر میں نے ایک عریضہ میں ان کی یہ بات قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے فرمایا:

۱۔ مکتوب محررہ ۱۸ رجولائی ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر
۲۔ مکتوب محررہ ۲۲ رجون ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر
۳۔ مکتوب محررہ ۱۶ رجون ۱۹۹۹ء بنام عبدالستار طاہر

مخلص نواز [illegible] از کیمپ محمد الیاس سلمہ [illegible]

السلام علیکم [illegible] ملا۔ والدہ کا علم ہو کر افسوس ہوا۔ خدا تعالیٰ
ان کو [illegible] رفع درجات کا سبب گردانے اور پسماندگان
[illegible] کو محفوظ رکھے۔ تمہارے پہلے خط کا جواب انشاء اللہ
[illegible] اور اس کو [illegible] حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۵۰۰
مرتبہ روزانہ کا خیال رکھتے ہوئے پڑھتے رہیں۔ جو صاحب نقش
کی اجازت کے خواہاں ہیں وہ عزیزم مولوی محمد محمود سلمہ کی طرف رجوع
[illegible] اور [illegible] آپ [illegible] کے نام (جو شکستہ
کے رکھے ہوئے ہیں) روانہ کیا تھا ممکن ہے جن صاحب نے یہ خریدے ہیں
[illegible] تمہارے نقش کی اجازت ہے۔ صبح کو [illegible]
[illegible] پڑھتے رہیں اور جس [illegible] نقش
دیں [illegible] کا نام نقش میں بھر کر [illegible] نیچے سے
[illegible] نقش بھرنے کی ترکیب [illegible] کسی کتاب سے
دیکھیں۔ اگر کوئی صاحب بیعت [illegible] رکھتے ہیں تو اپنے ہاتھ پر
فقیر کی بیعت آپ لے سکتے ہیں۔ اپنے حالات سے اطلاع دیں کہ خاندانی
[illegible] رکھتے ہیں اور اپنے ذکر [illegible] کی کیفیت [illegible] لکھیں

[illegible]

محمد مظہر [illegible]

[illegible]

''اجازت کے متعلق اپنے باطنی حالات اور قلبی کیفیات لکھیں تو اس پر غور کیا جائے اور یہ بھی کہ تم نے کس خاندان میں بیعت کی ہے۔''[۱]

مطلوبہ وضاحت کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

''اگر کوئی صاحب بیعت کی خواہش رکھتے ہیں تو اپنے ہاتھ پر فقیر کی بیعت آپ لے سکتے ہیں ــــــ اپنے حالات سے اطلاع دیں کہ خاندانی تعلق کس سے رکھتے ہیں۔ اپنے نام کے ساتھ زیدی کا استعمال کس وجہ سے ہے؟ اور اپنی ذکر وغیرہ کی کیفیت سے بھی مطلع کریں۔''[۲]

شادی:

آپ کی شادی بمقام موضع مالب تحصیل نوح ضلع گوڑگانواں میں حاجی سید محمد ابراہیم علی کی صاحبزادی سے بتاریخ ۲۲؍اپریل ۱۹۳۷ء بروز اتوار ہوئی۔[۳]

اولاد:

مولانا سید محمد الیاس زیدی صاحب کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں ــــــ سب شادی شدہ ہیں۔ دو بیٹے اور دو بیٹیاں ایام طفولیت میں ہی فوت ہو گئیں[۴] ــــــ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

○ ــــ محمد عقیل ○ ــــ محمد خالد ○ ــــ محمد مزمل

○ ــــ محمد تطہیر ○ ــــ محمد مدثر[۵]

چار صاحبزادیوں کا ذریعہ معاش ملازمت ہے۔ ان چاروں نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہے ــــــ البتہ سب سے چھوٹے نے گریجویشن کی ہے۔[۶]

۱۔ مکتوب مرسلہ ۱۷؍فروری ۱۹۵۳ء مشمولہ ''مکاتیب مظہری'' ص ۵۱۱، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء

۲۔ مکتوب مرسلہ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۵۳ء مشمولہ ''مکاتیب مظہری'' ص ۵۱۲

۳۔ مکتوب محررہ ۱۸؍جولائی ۱۹۹۹ء بنام محمد عبدالستار طاہر

۴۔ مکتوب مولانا سید محمد الیاس زیدی بنام محمد عبدالستار طاہر محررہ ۲۲؍جون ۱۹۹۹ء

۵۔ مکتوب مولانا سید محمد الیاس زیدی بنام محمد عبدالستار طاہر محررہ ۱۶؍جون ۱۹۹۹ء

۶۔ مکتوب مولانا سید محمد الیاس زیدی بنام محمد عبدالستار طاہر محررہ ۲۲؍جون ۱۹۹۹ء

نوٹ:۔ یہاں تک کے حالات سید صاحب نے اپنے وصال سے تین ماہ پہلے احقر کے استفسار پر ذکر فرمائے تھے۔ طاہر

وفات حسرت آیات:

مولانا سید محمد الیاس زیدی علالت کے باعث قضائے الٰہی سے ۸؍جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ/ ۱۹؍ستمبر ۱۹۹۹ء بروز اتوار بوقت فجر وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ع حق مغفرت کرے بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

آپ کے بڑے صاحبزادے سید محمد خالد زیدی صاحب جو کہ پاک عرب ریفائنری لمیٹڈ، فیصل آباد میں ملازم ہیں۔ اپنے والد گرامی کے جنازہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بعد نماز عصر نماز جنازہ تھی۔ اللہ کی مخلوق اس قدر تھی کہ تعداد بس وہی جانتا ہے۔ پہلے مشورہ یہ ہوا کہ عیدگاہ میں نماز جنازہ ادا کی جائے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ عیدگاہ پہلے سے ہی بھری ہوئی ہے۔ پھر عیدگاہ کے نزدیک ہی ایک بہت بڑا میدان ہے، وہاں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ عصر سے پیشتر ہی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگی تھیں۔ نماز جنازہ کے بعد ٹائم زیادہ ہو گیا تھا۔ اژدہام کی وجہ سے یہ طے پایا کہ نماز مغرب کے بعد لحد میں رکھا جائے گا——— بخدا میں اپنے والد کا قصیدہ نہیں کہہ رہا بلکہ یہ حقیقت حال ہے کہ جب لحد کی تیاری ہو رہی تھی کہ ایک بدلی اٹھی اور وہ قریب سے قریب ہوتی جاتی تھی۔ عجب انداز کی کڑک تھی اور بدلی میں بجلیوں کی چمک بھی عجب انداز کی تھی۔ ہوا میں نمی محسوس ہوتی تھی۔ بہت ٹھنڈی ہوا تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بس ابھی چند لمحوں میں بارش شروع ہو جائے گی۔ یہ کیفیت لحد میں اتارنے سے لحد بند کرنے تک رہی جیسے ہی ہم لوگ دعا وغیرہ سے فارغ ہو کر واپس گھر کی طرف لوٹے ہیں، وہ بدلی، وہ گرج چمک سب غائب ہو گئی۔ عجب حال تھا، مولیٰ کی ذات بہتر جانتی ہے کہ یہ کیا تھا۔''[1]

بے شک یہ اللہ کے محبوبوں کی مقبولیت کی نشانی ہے کہ جب وہ دنیا سے پردہ کر جاتے ہیں تو اس فرقت و جدائی کے غم میں آسمان بھی رو دیتا ہے۔

---

[1] مکتوب محررہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۹۹ء از سید محمد خالد زیدی بنام محمد عبدالستار طاہر

ان حضرات کے حالات نہیں مل سکے

خلفاء:
❶ مولانا محمد عثمان سیفی ـــــ ٹونک
❷ مولانا عبدالکریم چتوڑی ـــــ چتوڑ
❸ قاری محمد ادریس ـــــ کراچی

سفراء:
❹ مولانا غلام احمد مظہری ـــــ ٹونک
❺ صوفی محمد ابراہیم ـــــ کراچی
❻ حافظ محمد صالحین ـــــ کراچی
❼ صوفی فضل احمد ـــــ کراچی
❽ صوفی محمد یوسف ـــــ کراچی
❾ صوفی بشیر الدین ـــــ کراچی (۱)

احقر نے عرض کیا کہ ان حضرات کے نام قبلہ مفتی صاحب کے مکاتیب، ''مکاتیب مظہری'' میں شامل ہیں، جن ذرائع سے وہ مکتوبات حاصل ہوئے، ان سے ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات میسر آسکتی ہیں۔''

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

''خلفاء و سفراء کے حالات معلوم ہونا دشوار ہے۔ مکاتیب براہِ راست حاصل کیے تھے، تقریباً سب انتقال فرما چکے۔''۲

چنانچہ ان کے نام محررہ مکاتیب مظہری میں سے نام بہ نام جو کچھ میسر آسکا، پیش خدمت ہے:

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۰۵

۲۔ مکتوب گرامی محررہ ۲۶؍ جولائی ۲۰۰۳ء بنام محمد عبدالستار طاہر۔

مولانا محمد عثمان سیفی، ٹونک

مرشد کی تلاش و بازیافت

ریاست ٹونک کے محمد عثمان صاحب ایک صالح شخص تھے، مرشد کی تلاش تھی۔ سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے استخارہ کا مشورہ دیا۔ خواب میں فتح پوری میں حضرت علیہ الرحمہ کی شبیہ دکھائی گئی۔ دہلی آئے، امام صاحب سے ملنا چاہا، نائب امام حضرت الحاج حافظ قاری محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ سے ملاقات کرادی گئی ——— یہ تو وہ نہیں جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا، عثمان صاحب نے فرمایا، تو حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچا دیا گیا، فوراً پہچان لیا۔ بیعت ہونے کی درخواست کی، حضرت نے عاجزی وانکساری کرتے ہوئے کسی اور سے رجوع ہونے کو کہا، وہ خاموش ہو گئے۔ ان کا خیال سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع ہوا۔ حضرت علیہ الرحمہ جو قلب پر نظر رکھتے تھے، سمجھ گئے کہ یہ طائر بلند پرواز ہے، جس کی سفارش دربار صدیقی سے ہو رہی ہے، فوراً فرمایا:

"آؤ تمہیں بیعت کریں۔"[1]

قاری محمد ادریس، کراچی

القابات از مرشد گرامی

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے مکاتیب عالیہ میں اپنے مخاطبین کو نئے نئے القابات سے یاد فرمایا ہے۔ جن سے باہمی وابستگی اور محبت کا عندیہ ملتا ہے۔ قاری محمد ادریس صاحب کے نام مکاتیب میں یہ القابات دیکھنے میں آتے ہیں:

① عزیزی ارشدی سلمہ المولیٰ القوی (مرسلہ ۸ رجون ۱۹۵۰ء)

② محبی مخلصی زید اخلاصکم (مرسلہ ۳۱ راگست ۱۹۵۰ء)

۱۔ محمد یونس باڑی، شیخ: انوار مظہریہ، ص ۴۲۲ ر ۴۲۳، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۲ء

(۳) محبّ گرامی قدر رخستہ سیر سلمکم اللہ تعالیٰ (مرسلہ ۱۲ر ستمبر ۱۹۵۰ء)

(۴) محبّ گرامی قدر سلمکم اللہ تعالیٰ (مرسلہ ۲۱ر مئی ۱۹۵۱ء)

(۵) محبی مخلصی او صلکم المولیٰ الیٰ غایۃ ما تمنا کم (مرسلہ ۲۱ر مئی ۱۹۵۲ء)

(۶) محبّ و مخلص زید اخلاصکم و او صلکم الی غایۃ ما تمنا کم (مرسلہ ۹ر ستمبر ۱۹۵۲ء)

(۷) محبّ صادق سلمہم الکریم الخالق (مرسلہ یکم دسمبر ۱۹۵۲ء)

(۸) محبی سلمکم المولیٰ القوی لعافیۃ الدارین

(۹) محبّ گرامی قدر سلمکم العلی الاکبر (موصولہ ۲ر نومبر ۱۹۵۹ء)

(۱۰) عزیزی ارشدی احبی سلمہم (مرسلہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۶۶ء)

پند و نصائح:

مرشد گرامی نے آپ کے نام جو مکاتیب تحریر فرمائے، ان میں پند و نصائح کی صورت عام قاری کے لیے بھی سامان رشد و ہدایت موجود ہے:

(۱)

کوشش کریں اور توجہ الی اللہ کی ورزش میں مصروف رہیں، ہر آن اس بارگاہ عالی میں اپنے کو پانے کی کوشش کریں کہ یہی بڑی دولت ہے۔ اور گناہوں سے احتراز کی غایت درجہ معین۔ (مرسلہ ۳۱ر اگست ۱۹۵۰ء)

(۲)

میرے عزیز! رضائے الٰہی پر راضی رہنا بڑی دولت ہے۔ اپنے لئے صرف بہتری کی دعا کی جاتی رہی، اس کے بعد جو غیب سے ظاہر ہو، اس ہی میں اپنی فلاح مضمر سمجھیں —— ہمیں نہیں معلوم کہ کس میں ہماری بہتری (ہے)۔ وہ دانا جل وعلا خوب واقف ہے۔

(مرسلہ ۲۱ر مئی ۱۹۵۱ء)

(۳)

عزیز من! ہمارا قرب و بُعد کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس اقرب المقربین کے قرب کی

حفاظت پر نظر رکھیں کہ وہی کام آنے والی ہے ـــــ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوستوں کی محبت اس شے کا وسیلہ ہوتی ہے جو بحمد تعالیٰ تمہیں حاصل ہے ـــــ پس اب محبوب حقیقی کی طرف کوشش کریں کہ ہر آن توجہ تام رہے۔ اس کی نعمتوں پر جب نظر پڑے تو وہ نظر منعم پر پہنچے ـــــ جلیس صالح پیدا کریں ـــــ اپنے برادران طریقت کے ساتھ صحبت رکھیں اور انہیں دینی فائدہ پہنچائیں۔ (مرسلہ ۲۱ر مئی ۱۹۵۲ء)

(۴)

قلت محبت باعث نقصان ہے۔ سو بفضلہ اس سے تم کو کیا علاقہ؟ ـــــ وہ تعالیٰ تمہیں اپنے تقرب سے سرفراز کرے کہ میری ملاقات اس کے مقابلے میں کیا شے ہے ـــــ شکر کرو کہ اس تعالیٰ نے اپنے بہت سے بندوں کی نسبت آسائش عطا فرمائی ہے۔ جس قدر زیادہ شکر کرو گے وہ تعالیٰ اپنے نعمت زیادہ عطا فرمائے گا۔

ایصالِ ثواب محض اس جہاں سے گزرے ہوؤں کے لیے ہی خاص نہیں، زندوں کو بھی ثواب دیا جاسکتا ہے۔ (مرسلہ ۹ر ستمبر ۱۹۵۲ء)

(۵)

ہمیں جانے والے باعث عبرت ہوں کہ اس بے ثبات عمر کی طرف سے غافل نہ ہوں اور آخرت کے لیے کچھ سامان ذخیرہ کرلیں۔ (مرسلہ ۳۰ر مئی ۱۹۵۳ء)

(۶)

بڑی ضرورت اس کریم کی طرف ہر وقت نظر رکھنے کی ہے اور ہر حرکت وسکون میں اس کے غور کی ضرورت ہے کہ محض اس کے لیے ہو ـــــ امید ہے کہ اگر اس پر عمل رہا تو مقصد حقیقی میں کامیاب رہو گے، اور اس کے صدقے میں دنیا سے بھی کافی متمتع ہو گے۔

(موصولہ ۳ر نومبر ۱۹۵۹ء)

حافظ محمد صالحین، کراچی

حافظ محمد صالحین حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے محبوب مرید تھے، جیسا کہ درج ذیل روایت میں مذکور ہے——اس محبوبیت کے باعث قبلہ مفتی صاحب نے اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

جلسہ عید میلاد النبی میں سلام پڑھنے کی سعادت!

عشاء کی نماز کے بعد جلسہ کا آغاز ہوتا۔ تلاوت کلام مجید کے بعد نعت شریف اور تقریریں ہوتیں، عموماً ہر تقریر کے بعد دو نعتیں ہوتیں۔ فجر کی اذان سے آدھ گھنٹہ پہلے سلام پیش کیا جاتا——حضرت علیہ الرحمہ کے ایک محبوب مرید جناب صالحین صاحب سلام پڑھتے۔ ایک مخصوص لحن، ایک پیارا انداز——وہی سہانی گھڑی، وہی سہانا سماں جب سرکار اقدس باعث تخلیق کائنات نے اس دنیا کو اپنی تشریف آوری سے عزت بخشی تھی۔

ہزاروں غلام دست بستہ سر جھکائے آقائے دو جہاں کے حضور سلامی پیش کرنے کے لیے باادب کھڑے ہیں۔ ایک عام آدمی کا سلام پڑھنا، ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑھنا زمین آسمان کا فرق تھا——دو تین حضرات جو اُن کی ہم نوائی کرتے تھے، سب شریعت کے پابند، صاحب نسبت۔ ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، ہر شخص کی یہ آرزو ہوتی کہ:

- ○——یہ سلام پڑھا جاتا ہی رہے،
- ○——یہ پُر کیف لمحات کبھی ختم نہ ہوں،
- ○——یہ نور جو ہم پر برس رہا ہے، برستا ہی رہے،
- ○——آج سورج نہ نکلے، اسی عالم میں زندگی کی شام ہو جائے۔

دعا ہوتی، فجر کی اذان ہو جاتی، محفل تمام ہو جاتی۔ [1]

فیض کے لیے دعاء

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ایک خط میں فرمایا:

---

[1] محمد یونس باڑی، شیخ: انوار مظہریہ، ص ۷۷۳، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء

''وہ فیاض حقیقی تم سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے ـــــــ باطن کی طرف متوجہ رہیں کہ اس کے فیض کا کوئی وقت مقرر نہیں۔'' (مکتوب مرسلہ ۲۵رنومبر ۱۹۵۰ء، مکاتیب مظہری، ص ۳۰۱)

اہل نسبت کی صحبت

ایک مکتوب گرامی میں فرمایا:

''اپنے معمولات کی پابندی کرتے رہو اور حتی الامکان کوئی وقت ایسا نہ چھوڑو جس میں اس تعالیٰ جل مجدہ' کو اپنے قریب نہ پاتے ہو ـــــــ حقیقت میں تو یہ مجلس ہے جس کے مقابل کوئی مجلس نہیں۔ اور کسی مجلس میں یہ مجلس نہیں تو اس کو اپنے لیے وبال سمجھو۔ کسی اہلِ نسبت کی صحبت ضرور مفید ہے مگر جبھی کہ کوئی اہل نسبت بھی تو ملے ـــــــ اس زمانہ میں تو یہ حال ہے کہ ذرا کچھ قلب میں حرکت پائی اور سمجھے کہ ولی کامل ہو گئے۔''

(مکتوب مرسلہ ۷راگست ۱۹۵۲ء، مکاتیب مظہری، ص ۳۰۲)

وقت کی اہمیت!

وقت کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

''میرے عزیز! جو وقت ہمیں مل رہا ہے، اسے غنیمت سمجھیں اور توجہ الی اللہ عز اسمہٗ میں صرف کردیں، لوگوں کے ساتھ لایعنی گفتگو میں (وقت) نہ گزاریں، اکثر اوقات خاموشی اور اس جانب توجہ میں گزرے تو بہتر ہے ورنہ سوائے حسرت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔''

(مکتوب موصولہ ۲۴ردسمبر ـــــــ مکاتیب مظہری، ص: ۳۰۵)

''بہت زیادہ وقت رجوع الی اللہ میں صرف کریں اور ایسی ورزش بہم پہنچائیں کہ کوئی (لمحہ) اس سے غفلت کا نہ گزرے۔''

(مکتوب مرسلہ ۲۸ردسمبر ۱۹۵۴ء ـــــــ مکاتیب مظہری، ص: ۳۰۶)

دنیا سے بے رغبتی

مرکز فکر کیا ہو؟ اس کے لیے یوں رہنمائی فرمائی:

''میرے عزیز! دنیا سے تو تمہیں صرف اتنا حصہ لینا ہے کہ پیٹ بھر جائے اور تن ڈھک جائے۔ سو اس کا خود مولیٰ تعالیٰ نے ذمہ لے رکھا ہے۔ تمہارے ذمہ تو آخرت کے لیے

سامان مہیا کرنا، اور اپنی طرف متوجہ رہنے میں مشغول ہونا ہے ـــــــ کیا آپ نے کسی غلام کو دیکھا ہے کہ اس کو اپنی پرورش کا فکر ہو ـــــــ یہ فکر تو اس کے آقا پر ہے، اس کے ذمہ تو آقا کی خدمت ہے اور بس!

ہر فعل میں اس کا خیال رکھیں کہ شریعت مطہرہ کا اس میں کیا حکم ہے؟ کیسے کیا جائے؟ ـــــــ تصوف صرف اصلاح خیال کا نام ہے۔"

(مکتوب موصولہ ۱۸/۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء، مکاتیب مظہری، ص: ۳۰۷)

القابات

آپ کے مرشد گرامی نے آپ کے نام محررہ مکاتیب میں جن متنوع القابات سے نوازا، باہمی مؤدت و محبت کا مظہر ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

① حافظ کلام رب العالمین میاں محمد صالحین جعلکم اللہ فی زمرۃ الصالحین (مکتوب مرسلہ ۴/نومبر ۱۹۵۰ء)

② محبّ گرامی قدر رفع اللہ قدر کم و منزلتکم (مکتوب مرسلہ ۲۵/نومبر ۱۹۵۰ء)

③ محبّ مخلص زید اخلاصکم (مکتوب موصولہ ۱۹/جولائی ۱۹۵۲ء

④ محبی مخلصی سلمکم المولیٰ القوی (مکتوب مرسلہ ۷/اگست ۱۹۵۲ء)

⑤ محبی مخلصی سلمکم واوصلکم الیٰ غایۃ ماتمناکم (مکتوب مرسلہ ۴/مارچ ۱۹۵۳ء)

⑥ محبی اخلصی سلکم الولی القوی (مکتوب مرسلہ ۱۳/مارچ ۱۹۵۳ء)

⑦ عزیز گرامی قدر سلمکم القوی المقتدر (مکتوب موصولہ ۲۹/نومبر ۱۹۵۳ء)

⑧ عزیز وافر تمیز سلمکم المولی القوی العزیز (مکتوب مرسلہ ۱۸/دسمبر ۱۹۵۳ء)

⑨ محبّ عالی قدر سلمکم القوی المقتدر (مکتوب مرسلہ ۱۶/جنوری ۱۹۵۴ء)

⑩ صلاحیت مآب رفعت انتساب رفع قدرہم

⑪ محبّ گرامی قدر سلمکم الولی المقتدر (مکتوب مرسلہ ۱۱/مئی ۱۹۵۴ء)

⑫ محبّ دل نواز سلمکم المولی بالاعزاز (مرسلہ ۲۸/دسمبر ۱۹۵۴ء)

⑬ محبّ گرامی قدر سلمکم المولی المقتدر (موصولہ ۱۸/۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

(۱۴) محب گرامی قدر رجستہ سیر سلمکم المولی المقتدر (نومبر ۱۹۵۶ء)

(۱۵) عزیزی ارشدی سلمہم وجعلکم من جملۃ الصالحین (مرسلہ ۲۳؍اپریل ۱۹۵۷ء)

(۱۶) عزیزی ارشدی اخلصی سلمہم الولی القوی (مرسلہ ۶؍فروری ۱۹۶۲ء)

پاکستان ھجرت اورمرشدگرامی سے مفارقت

حضرت مفتی اعظم کے ایک مرید با اخلاص حافظ محمد صالحین صاحب ۱۹۴۷ء میں پاکستان ہجرت کر آئے۔لیکن اس وقت سے ۱۹۵۰ء تک حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں کوئی عریضہ ارسال نہ کیا۔ حالانکہ محبت کا تقاضا تھا کہ آتے ہی سلسلہ مراسلت قائم کرتے ـــــ تین سال بعد جب ان کا خط حضرت علیہ الرحمہ کو ملا تو حضرت نے تحریر فرمایا:

''تمہارے خط نے فقیر کے تعجب کو انتہا کو پہنچا دیا۔اب دوسرا تعجب شروع ہوا کہ ایسا خاموش شخص کیسے بولا ـــــ لیکن قادر مطلق کی قدرت پر نظر جانے سے یہ تعجب بھی جاتا رہا کہ وہ قادر گونگے کو بھی زبان عطا کر دیتا ہے۔سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ میرے رب مجھے دکھلایئے کہ آپ مردہ کو زندہ کیوں کر کریں گے؟ ـــــ سو عرض پوری کی، اسی طرح مجھے عرض سے پہلے ہی دکھلا دیا کہ گونگے کو ہم اسی طرح گویا کر دیتے ہیں،فللّٰہ الحمد۔

پھر تیسرا تعجب شروع ہو گیا کہ اس صورت میں معافی طلب کرنے کا کیا موقع تھا ـــــ ہاں اگر زبان کھلنے پر شکر کرتے تو مناسب تھا،پھر آگے چلا تو چوتھا تعجب شروع ہو گیا کہ عاقبت میں یاد رکھنا میرے امکان میں کہاں! ـــــ اس موقع پر یہ درخواست مولیٰ تعالیٰ سے کرنی تھی۔غرض تمہارا خط تعجبات کا مخزن ثابت ہوا۔''[۱]

اس بات کا اظہار حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے قاری محمد ادریس،کراچی کے نام ایک خط میں بھی فرمایا:

''حافظ صالحین سلمہ اللہ تعالیٰ کو سلام کہہ دیں۔تعجب ہے کہ انہوں نے کبھی خط بھی نہ بھیجا۔''[۲]

۱۔مکاتیب مظہری،ص ۱۱۳/۱۱۴

۲۔مکتوب مرسلہ ۱۳؍ستمبر ۱۹۵۰ء،مشمولہ مکاتیب مظہری،ص: ۵۰۳

صوفی فضل احمد مظہری

شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کے سفراء میں آپ کا نام شامل ہے جیسا کہ قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد زید لطفہٗ نے متعدد مقامات پر سفراء کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے۔

صوفی فضل احمد مظہری کے سوانحی کوائف دستیاب نہیں، البتہ "مکاتیب مظہری" میں ان کے نام ایک مکتوب گرامی شامل ہے۔ ان کے تذکار کے حوالے سے یہی ملاحظہ فرمائیں:

"جو صاحب بیعت ہونا چاہتے ہیں، بہتر تو ان کے لیے یہی ہے کہ کسی بزرگ سے بیعت حاصل کرلیں ——— لیکن اگر ان کا کسی پر خیال جمتا ہی نہ ہو تو پھر ان سے کہیں کہ اپنے بائیں ہاتھ پر داہنے ہاتھ کو میرا ہاتھ خیال کرتے ہوئے رکھیں۔ اور ایمان مفصل کا ترجمہ کہہ کر کلمۂ شہادت اور کلمہ طیبہ پڑھ کر کہیں:

"میں نے اس کے ہاتھ پر خاندان نقشبندیہ چشتیہ یا قادریہ (جو طریقہ مناسب خیال کریں) میں بیعت کی۔"[۱]

منظوم مکاتیب مرشد گرامی

"مکاتیب مظہری" میں صوفی فضل احمد صاحب کے نام اکثر مکاتیب کے جواب منظوم مرحمت فرمائے ہیں:

(۱)

گلشن دہر میں رہے وہ شاد — جس نے بھیجی مجھے مبارک باد
اور دشمن ہوں اس کے سب برباد — حق سے پاتا رہے سدا امداد
بھول جائے وہ غیر رب سب کو — ایک مولیٰ رہے اسے بس یاد
جو عمل بھی ہو اس سے جب صادر — راہ حق میں ہو سب کا سب معتاد
اور اس راہ پر رہے اس کی — خیر سے گامزن سب اہلِ اولاد

(مرسلہ ۲۱ رمئی ۱۹۵۶ء)

[۱] مکتوب موصولہ ۱۲ رجون ۱۹۵۴ء مشمولہ مکاتیب مظہری، ص: ۲۲۳، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء

(۲)

عید ہوان کو مبارک، پاک ہے جن کا مکاں
وہ رہیں زندہ سلامت بانعیم بیکراں

جو عزیزوں سے پڑا ہو دور اس کو خوشی
ہو میسر اور گناہ کا بار رکھتا ہوں گراں

ہاں تمہارے گردعا میری اعانت کچھ کرے
ہے یقیں مجھ کو، دے ہم کو بھی وہ امن واماں

(مرسلہ ۳/اپریل ۱۹۵۸ء)

(۳)

گنبد خضرا کا صدقہ ہو مبارک تم کو عید
فضل احمد سے پھلو پھولو رہے ہر روز عید

(مرسلہ ۱۷/جون ۱۹۶۰ء)

(۴)

ہو مبارک تم کو بھی یہ عید قرباں اے سعید
فضل احمد کو مبارک ہی نظر آتی ہے عید

دی مبارک باد تم نے پر مری جاں یہ تو بتاؤ
کیا اسی لائق ہے یہ بدکار یہ مظلم عبید

عید اس کے واسطے ہے جو رہے مشغول دوست
جو رہے مشغول دنیا میں تو اس کا کیا مفید

ہاں اگر رحمت ہی اس کو ڈھانک لے تو ضرور
نام لیوا حضرت احمد کا ہو گا بس فرید

بھاپ دوزخ کی وگرنہ اس کو پہنچے گی مظہر
جس نے کی ان کی اہانت، ہو گیا بس دپلید

(مرسلہ ۱۶/مئی ۱۹۶۲ء)

(۵)

عید قربان فضل احمد کو مبارک باد ہو
جنت الفردوس کی جانب مظہر مرصاد ہو

(مرسلہ ۹/جون ۱۹۶۳ء)

صوفی محمد یوسف، کراچی

القابات از مرشدگرامی

دیگر مخاطبین کی طرح حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے صوفی محمد یوسف صاحب کے نام محررہ مکاتیب میں بھی متنوع القابات تحریر فرمائے ہیں:

(۱) عزیزی اخلصی سلمہم
(۲) محبی مخلصی سلمہم واوصلہم الی ما یتمنا ہم
(۳) عزیزی ارشدی سلمہم المولی القوی
(۴) عزیزی ارشدی سلمہم واوصلہم الی ما یتمنا ہم
(۵) عزیزی ارشدی سلمہم ورفع قدرہم واوصلہم الی ما یتمنا ہم (مرسلہ ۱۱ رمئی ۱۹۶۱ء)
(۶) محبی مخلصی سلمہم ورزقکم العافیہ فی الدارین
(۷) عزیز گرامی قدر سلمکم المولی المقتدر (مرسلہ ۱۲ ردسمبر ۱۹۶۱ء)
(۸) عزیز پر تمیز سلمہم اللہ تعالیٰ
(۹) محب گرامی قدر سلمکم المولی المقتدر (موصولہ ۲۸ رجنوری ۱۹۶۳ء)
(۱۰) فروغ صبح سعادت عزیز گرامی قدر سلمکم (مرسلہ ۱۹ رمارچ ۱۹۶۴ء)

پندونصائح

آپ کے نام محررہ مکاتیب میں عام قاری کے لیے بھی سامانِ رشدوہدایت موجود ہے:

(۱)

میرے عزیز! ہمارے رزق کا تو مولیٰ تعالیٰ نے ذمہ لے رکھا ہے وہ ضرور ہمیں عطا فرمائے گا —— لیکن عبادت ہمارے ذمہ رکھی ہے۔ ہماری بڑی نادانی ہے کہ جس کا اس نے ذمہ لے رکھا ہے اس میں تو ہم کوشش کرتے ہیں لیکن جو ہمارے ذمہ رکھا ہے اس میں ہم سے ویسی کوشش نہیں ہوتی۔ ہمیں اس کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔

(۲)

ایسا تو کوئی عمل نہیں کہ انسان اپنے مقام پر بیٹھا ہو، پنج وقتہ نماز مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ پڑھے —— اہل اللہ کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے تو یہ سلوک میں کوشش کرنے پر موقوف ہے۔ وہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے یہ عطا فرماتا ہے۔ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں اور مولیٰ تعالیٰ کو اپنے تصور میں ایسا رکھیں کہ مخلوق نظر سے اوجھل ہو جائے۔ اپنے ہر فعل کو اس کے حکم کے موافق رکھیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر شے سے منہ پھیر لیں۔ وہ تعالیٰ تمہیں توفیق عطا فرمائے۔

(۳)

بڑی ضرورت اس کی ہے کہ فرائض پوری طرح سے ان کے اوقات پر انجام دیتے رہو، اور جو قضا ہو گئے ان کی قضا کرو ــــــ دوسرے نوافل اور دعائیں اور اذکار تو بعد کی چیزیں ہیں۔ اگر وقت پر فرض ادا ہوتا رہے تو اس زمانہ میں تو تم جیسے تجارت میں مشغول رہنے والوں کے لیے یہی بہت کچھ ہے۔

(۴)

مراقبہ میں جو کچھ معلوم ہو اس کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ نظر صرف مولیٰ تعالیٰ کی طرف رہے کہ منشا اس کے اندر فنا ہونا ہے۔ پس ہمیشہ اس کی طرف نظر رہنی چاہیے۔

(موصولہ ۱۴؍جون ۱۹۶۳ء)

(۵)

مراقبہ میں کچھ نظر آنا ضروری نہیں، اس میں اپنے مولیٰ کی طرف توجہ لگائی جاتی ہے، اور اس سے فیض حاصل ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے ــــــ ہر وقت ذکر قلبی جاری رکھیں کہ مراقبہ میں قوت پیدا ہو، جب مراقبہ میں قوت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر بعض امور دکھائی بھی دینے لگتے ہیں۔ استغفار اور درود شریف کی کثرت کریں، دینی دنیوی فوائد کے لئے کافی ہے۔

(مرسلہ ۶؍جولائی ۱۹۶۲ء)

(۶)

جب غیر کا خیال آئے تو **لاحول** پڑھا کریں اور اپنے مولیٰ کو خیال کیا کریں کہ وہ میری اس حالت کو دیکھ رہا ہے۔ اور دوزخ اپنے سامنے دیکھتے رہو۔ شیطان (سے) خفگی کے ساتھ دل میں کہا کریں کہ:

''تو مجھے اس آگ میں ڈالنا چاہتا ہے جس کی ایک چنگاری (سے) دنیا کی آگ پناہ مانگتی ہے''

یہ تصور جاتا رہے گا۔ (مرسلہ ۲۰؍جنوری ۱۹۶۳ء)

(۷)

اثنائے مراقبہ میں ایسی روشنیوں کا اظہار ہوتا رہتا ہے، اس کا کچھ خیال نہ کرو۔

(مرسلہ ۳؍اگست ۱۹۶۳ء)

(۸)

سورۂ نور کی آیت کریمہ: ''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' پڑھ کر ذکر قلبی صرف دل سے اللہ اللہ ہر وقت کیا کریں۔ یہ دل کی روشنی کے لیے عمدہ ہے۔

(مرسلہ ۱۹/ مارچ ۱۹۶۴ء)

الحاج صوفی بشیر الدین مظہری، کراچی

حضرت قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے آپ کا نام سفراء کرام کے ذیل میں صوفی محمد بشیر احمد ذکر فرمایا ہے ـــــ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کے نام ۱۴ مکاتیب تحریر فرمائے ہیں[۱]

''مکاتیب مظہری'' جلد اول ص: ۱۴۰/۱۴۱ پر آپ کے نام پانچ منتخب خطوط شامل ہیں۔ جبکہ ''مکاتیب مظہری'' جلد دوم کی فہرس میں نام بشیر الدین لکھا ہے ـــــ جلد دوم میں ص: ۴۳۵ پر اجازت نامہ بھی شامل ہے۔ لہٰذا مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے سفیر کا نام محمد بشیر احمد نہیں بلکہ بشیر الدین ہے ـــــ آپ کے حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ البتہ اجازت نامہ دستیاب ہوا، وہی پیشِ خدمت ہے:

اجازت نامہ

نحمدهٗ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

لما بعد! ہرگاہ کہ عزیز گرامی قدر صوفی بشیر الدین نور اللہ قلبہ بنور الیقین کو اجازت طریقت مطلوب ہے۔ بناءً علیہ ان میں رشد و ہدایت کے آثار دیکھتے ہوئے اس کی اجازت دی جاتی ہے کہ العزیز اپنے ہاتھ پر طالبانِ حق سے بیعت حاصل کر کے طریق نقشبندیہ میں داخل کر لیں۔ اور اذکار و اشغال طریقہ کی تلقین کرتے رہیں ـــــ اور ہمہ تن اس میں مصروف رکھیں کہ یارانِ طریقت میں محبت خدا اور رسول (جل و علیٰ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کماحقہٗ جلوہ گر

۱۔ مکاتیب مظہری، ص: ۵

ہو، اور توجہ الی اللہ میسر رہے ـــــ لیکن طمع دنیوی کو اپنے ظاہر و باطن میں ہر گز جگہ نہ دیں۔

واللّٰہ یھدی الی الحق وھو یھدی السبیل

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ الامام [۱]

عرس مبارک:

صوفی صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادے جناب قاری محمد علیم الدین صاحب ۱۸ر، ۱۹ر، ۲۰ر شوال المکرّم کو کراچی میں آپ کا عرس کرتے ہیں۔[۲]

---

[۱] مکاتیب مظہری، جلد دوم، ص: ۴۳۵

[۲] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حاشیہ "حیات مظہری" ص ۴۹، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

کتابیات

کتب:

(۱) سید احمد، سر: یادگار دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۹۰۵ء

(۲) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرۂ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

(۳) محمد حسن قرشی، حکیم: دستور الاطباء، جلد اول، مطبوعہ کراچی

(۴) محمد مظفر احمد، مفتی: الجہاد، مطبوعہ کراچی

(۵) محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر سنت پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

(۶) محمد جہانگیر، حاجی: حاجی صد سالہ جنتری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

(۷) محمد صدیق ہزاروی، علامہ: تعارف علمائے اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

(۸) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: ماہ و انجم، مطبوعہ ۱۹۸۳ء

(۹) آر۔ بی۔ مظہری: شاہی امام، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۵ء

(۱۰) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۰ء

(۱۱) محمد عبدالستار طاہر: منزل بہ منزل، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء

(۱۲) محمد عبدالستار طاہر: تخصصات مسعود ملت، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء

(۱۳) صاحبزادہ محمد زبیر، ڈاکٹر: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء

(۱۴) صاحبزادہ محمد زبیر، ڈاکٹر: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء

(۱۵) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فقیہہ الہند محمد مسعود شاہ محدث دہلوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء

(۱۶) سید محمد عارف، پروفیسر ڈاکٹر: عاشق رسول، مطبوعہ بہاولپور، ۱۹۹۷ء

(۱۷) فاروق احمد خاں یوسف زئی: یاد محمود، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء

(۱۸) محمد عبدالستار طاہر: خلفائے مسعود ملت (زیر طبع) سوانحی مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیق مظہری

رسائل:

(۱) ماہنامہ المرشد، دہلی شمارہ، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

(۲) ماہنامہ جامِ نور، دہلی، شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء

مکتوبات:

نمبر شمار	مکتوب نگار	از	بنام	محررہ
۱	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۶/۱۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء
۲	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۸/ نومبر ۱۹۵۱ء
۳	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۲۴/ جنوری ۱۹۵۲ء
۴	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	یکم مئی ۱۹۵۲ء
۵	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۶/ فروری ۱۹۵۴ء
۶	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۲۵/ اپریل ۱۹۵۴ء
۷	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۲۳/ اپریل ۱۹۵۵ء
۸	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۱۸/ دسمبر ۱۹۵۸ء
۹	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۳۱/ اگست ۱۹۶۱ء
۱۰	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۳/ اگست ۱۹۶۲ء
۱۱	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۱۶/ مئی ۱۹۶۳ء
۱۲	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۲۳/ جولائی ۱۹۶۳ء
۱۳	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۲۴/ فروری ۱۹۶۵ء
۱۴	مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ	دہلی	مفتی محمد محمود الوری	۵/ جنوری ۱۹۶۶ء
۱۵	پروفیسر عبد الرشید	کراچی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۳۱/ جولائی ۱۹۶۷ء
۱۶	ابو الکمال احمد ضیاء الدین	علیگڑھ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۲۹/ مارچ ۱۹۶۸ء
۱۷	ابو الکمال احمد ضیاء الدین	علیگڑھ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۵/ جون ۱۹۶۸ء
۱۸	مفتی محمد محمود الوری		صاحبزادہ ابو الخیر ڈاکٹر محمد زبیر احمد	۱۹۷۳ء
۱۹	علامہ عطا محمد بندیالوی		صاحبزادہ ابو الخیر ڈاکٹر محمد زبیر	موصولہ ۲۱/ ستمبر ۱۹۷۴ء

۲۰	مفتی محمد محمود الوری		صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	۱۳؍فروری ۱۹۷۹ء
۲۱	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد	دہلی	مولانا جاوید اقبال مظہری	۱۷؍نومبر ۱۹۹۰ء
۲۲	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد	۲۶؍ستمبر ۱۹۹۱ء
۲۳	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	سکھر	مولانا حکیم محمد عاقل	۱۸؍دسمبر ۱۹۹۱ء
۲۴	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی	پروفیسر فیاض احمد خاں	۲۴؍دسمبر ۱۹۹۳ء
۲۵	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد	دہلی	مولانا جاوید اقبال مظہری	۲۷؍مئی ۱۹۹۴ء
۲۶	مولانا کوثر نیازی	اسلام آباد	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	۷؍دسمبر ۱۹۹۴ء
۲۷	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	۲۴؍مارچ ۱۹۹۵ء
۲۸	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد	دہلی	مولانا جاوید اقبال مظہری	۱۷؍اکتوبر ۱۹۹۶ء
۲۹	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	۲۲؍فروری ۱۹۹۷ء
۳۰	پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف	بہاولپور	محمد عبدالستار طاہر	۲۳؍مئی ۱۹۹۹ء
۳۱	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	حیدرآباد	محمد عبدالستار طاہر	۲۷؍مئی ۱۹۹۹ء
۳۲	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	حیدرآباد	محمد عبدالستار طاہر	۹؍جون ۱۹۹۹ء
۳۳	سید محمد الیاس زیدی	لاہور	محمد عبدالستار طاہر	۱۶؍جون ۱۹۹۹ء
۳۴	صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر	حیدرآباد	محمد عبدالستار طاہر	۲۰؍جون ۱۹۹۹ء
۳۵	سید محمد الیاس زیدی	لاہور	محمد عبدالستار طاہر	۲۶؍جون ۱۹۹۹ء
۳۶	سید محمد الیاس زیدی	لاہور	محمد عبدالستار طاہر	۱۸؍جولائی ۱۹۹۹ء
۳۷	سید محمد خالد الیاس زیدی	لاہور	محمد عبدالستار طاہر	۲؍اکتوبر ۱۹۹۹ء
۳۸	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد	دہلی	مولانا جاوید اقبال مظہری	۱۱؍مارچ ۲۰۰۳ء

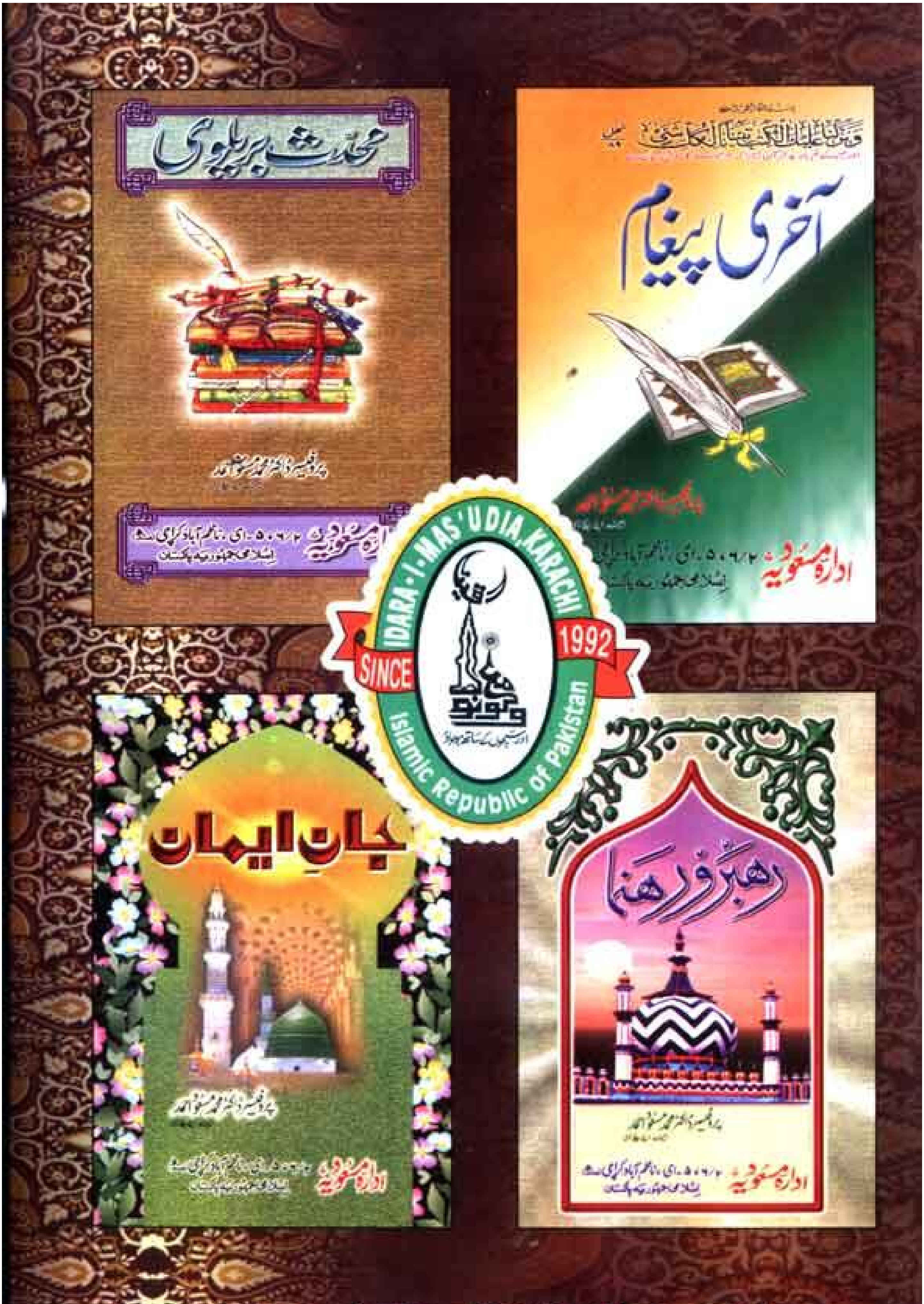
محدث بریلوی
آخری پیغام
ادارہ مسعودیہ
IDARA-I-MAS'UDIA, KARACHI
SINCE 1992
Islamic Republic of Pakistan
جانِ ایمان
ادارہ مسعودیہ
رہبر و رہنما
ادارہ مسعودیہ
Idara-i-Mas'udia Karachi.